موسوعہ قوانین اسلام

قانون زمین، زمینداری
اور شکار و ذبح

(مزارعت، آبیاری، شفعہ، احیاء اموات)

تالیف:
علامہ سید افتخار حسین نقوی النجفی

پیش کردہ: مرکز تحقیقات منتہائے نور، پاکستان

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں!)

تعارف کتاب

عنوان:	قانونِ زمین و زمینداری (مزارعت، آبیاری، شفعہ، احیاء موات)
تالیف:	سید افتخار حسین نقوی نجفی
علمی و تحقیقی معاونت:	محققین کی ایک جماعت (قم المقدسہ، ایران)
نظر ثانی و ترتیب:	تصور عباس سرگانی، محسن عباس ھاشمی، محمد نقی
کمپوزنگ و صفحہ بندی:	شاہد علی جعفری
سرورق:	
اشاعت اوّل:	۲۰۲۴ء
ناشر:	منتہائے نور مرکز تحقیقات، اسلام آباد
قیمت:	
کتاب ملنے کا پتہ:	دانیال پلازہ، چھٹہ بختاور، پارک روڈ، اسلام آباد
	فون: +92-333-1910220

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

یہ کتاب اسلامی فقہ کے چند اہم ابواب "مزارعت" "آبیاری" "شفعہ" اور "زمین کی آبادکاری" کے ساتھ ساتھ شکار اور ذبح سے متعلقہ اسلامی قوانین کا مجموعہ ہے جس میں کوشش کی گئی ہے کہ ان موضوعات سے متعلقہ قوانین کو قرآنی آیات اور روایات واحادیث سے مستند کرتے ہوئے، اسلامی مذاہب کے فقہاء کی آراء کے ساتھ مفصل اور بہترین انداز میں پیش کیا جائے؛ اس بنا پر یہ کتاب مزارعت، آبیاری اور شفعہ سے متعلقہ اسلامی قوانین کا ایک ایسا مکمل اور مستند مجموعہ ہے جس سے اسلامی حکومت کی سرپرستی میں قائم نظام میں بھرپور استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

یہ کتاب علامہ سید افتخار حسین النقوی النجفی کی سرپرستی میں منتہائے نور مرکز تحقیقات کے محققین کی ایک کاوش ہے جسے صاحبانِ ایمان واسلام کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ امید ہے کہ یہ علمی کاوش مومنین کے لئے مفید ثابت ہو گی۔

والسلام

منتہائے نور مرکز تحقیقات

(شعبہ قم المقدسہ، ایران)

علمی و تحقیقی معاونت

اس کتاب کی تالیف میں قم مقدسہ ایران میں مقیم فضلاء کی ایک جماعت نے سعی بسیار اور اپنی علمی استعداد صرف کی ہے؛ جس کے لئے ادارہ ان تمام فضلاء کرام کا ممنون و شکر گزار ہے۔

محققین کے اسماء گرامی

۱۔ مولانا سید توقیر عباس کاظمی

۲۔ مولانا فیض عباس جویا

۳۔ مولانا سید وزیر حسین علوی

۴۔ مولانا سید نثار عالم رضوی

فہرست

مقدمہ.. 5

پہلا باب.. 13

(قوانین مزارعت)... 13

تعریفات: (Definitions)... 15

مزارعت کی لغوی تعریف... 15

مزارعت کی اصطلاحی تعریف... 15

عقد مزارعت کے ارکان... 15

تعریفات (Definitions):... 19

اقالہ کی لغوی تعریف:... 19

اقالہ کی اصطلاحی تعریف:... 19

عقد مزارعت میں فریقین سے متعلق قوانین... 20

زراعت کی زمین اور فصل سے متعلق قوانین... 27

عقل: (Intellect)... 27

مالک اور مزارع کے درمیان اختلاف سے متعلق قوانین... 34

عقد مزارعت میں شریک لوگوں کی تعداد سے متعلق قانون... 37

دوسرا باب: قانون آبیاری... 41

تعریفات (Definitions): 42
مساقات کی لغوی تعریف: 42
مساقات کی اصطلاحی تعریف: 42
عقد مساقات میں ذکر درختوں سے متعلق قوانین 47
عامل کے وظائف سے متعلق قوانین 52
آئمہ اہل بیتؑ کا بیان: 54
آبیاری کے معاہدہ میں مالک اور عامل کے اختلاف کا قانون 59
دلیل: 59
تیسرا باب 61
قانونِ شفعہ 61
تعریفات (Definitions) 63
شفعہ کی لغوی تعریف: 63
شفعہ کی اصطلاحی تعریف: 63
شفعہ کے موارد 65
شفیع سے متعلق قوانین 73
تعریفات (Definitions) 87
اقالہ کی اصطلاحی تعریف: 87
مشفوع کے احکام 91

چوتھا باب: قانونِ احیاء موات 99
(زمین کی آبادکاری کا قانون) 99
تعریفات (Definitions): 101
احیاء کا معنی و مفہوم: 101
الموات کا معنی و مفہوم: 102
آباد اور غیر آباد زمین کی مالکیت 103
غنیمت میں حاصل شدہ زمین کا قانون 106
تعریفات: (Definitions) 106
عنوۃ کا معنی و مفہوم: 106
حریم کا معنی و مفہوم 109
تعریفات: (Definitions) 117
اقطاع کا معنی و مفہوم 117
قانون تحجیر (The Law of Tahjir) 119
تعریفات: (Definitions) 119
تحجیر کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم: 119
قانون حمیٰ 122
تعریفات: (Definitions) 122
حمیٰ کا معنی و مفہوم: 122

مفاد عامہ سے متعلقہ اُمور کے قوانین 125
زمین کی ظاہری اور باطنی معدنیات سے متعلقہ قوانین 127
تعریفات (Definitions): 128
پانچواں باب: قوانین صید 141
(شکار کرنے کے قوانین) 141
شکاری اور شکار سے متعلقہ شرائط کے قوانین 144
مشرک کے ہاتھوں شکار شدہ حیوان کا قانون 153
شکار کے آلہ سے متعلق قوانین 157
اہلی حیوانات کے شکار سے متعلق قوانین 167
مچھلی کے شکار سے متعلق قوانین 172
چھٹا باب 183
(قوانین ذباحہ) 183
ذبح اور نحر سے متعلق قوانین 184
ذبح کرنے کی شرائط اور آلہ سے متعلقہ قوانین 189
تعریفات (Definitions): 191
لغوی تعریف: 191
اصطلاحی تعریف: 191
وجہ استدلال: (Reasoning) 193

نحر سے متعلق قانون 200

حیوان کے جنین کے تذکیہ کے قوانین 205

حرام خور حیوان سے متعلق قانون 208

نجس العین اور حرام گوشت حیوانات سے متعلق قوانین 210

حیوانات کی کھال سے بنی چیزوں سے متعلق قوانین 214

کتابنامہ (Book) 219

کتابنامہ (Book) 221

پہلا باب

(قوانین مزارعت)

Part One

(Laws of Agriculture)

تعریفات: (Definitions)

مزارعت کی لغوی تعریف
(Literal definition of farming)

مزارعت کا روٹ ورڈ زَرَعَ ہے جس کا معنی بیج بونا ہے اور ممزارع یا مزارع وہ شخص جو زمین میں زراعت کا کام کرے، مزارعت یعنی فصل کی تقسیم پر کسی دوسرے شخص کے ساتھ زراعت کرنے پر معاملہ کرنا ہے۔[1]

مزارعت کی اصطلاحی تعریف
(Terminological definition of agriculture)

طرفین کے درمیان زمین میں زراعت کے حوالے سے معاملہ طے پانا جس کی رو سے فصل کو آپس میں تقسیم کریں گے۔[2] دوسرے لفظوں میں مزارعت ایسا عقد ہے جس میں ایک شخص زمین کو معین مدت تک زراعت کے لیے کسی دوسرے شخص کے حوالے کرے اور اس سے جو محصول حاصل ہو وہ آپس میں تقسیم کریں۔[3]

عقد مزارعت کے ارکان
(Members of contract farm)

عقد مزارعت چار ارکان پر مشتمل ہے 1۔ عقد 2۔ مدت کا معین ہونا 3۔ ایسی زمین جس سے انتفاع ممکن ہو 4۔ حصہ (مالک اور مزارع کے حصے)۔[4]

---

[1]۔ فرہنگ بزرگ جامع نوین، احمد سیاح، جلد اول ص ۶۰۷، ۶۱۷، ایڈیشن دوم، ۱۳۷۸، انتشارات اسلام تھران۔

[2]۔ مفتاح الکرامہ سید محمد جواد عاملی، ج۲۰، ص۹، ایڈیشن دوم ۱۴۳۲ ھجری مؤسسہ نشر اسلامی قم۔ جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۲۷، ص۲، ایڈیشن ہفتم ۱۳۹۴ ھجری دار الکتب الاسلامیہ تھران۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ. امام خمینی. جلد1 ص584 موسسہ نشر اسلامی قم

[4]۔ مفتاح الکرامہ سید محمد جواد عاملی، ج۲۰، ص۷، جامع المقاصد محقق ثانی (کرکی) ج۷، ص۳۱۱، طبع دوم ۱۴۱۵ ھجری مؤسسہ آل البیت علیہم السلام قم۔

قانون 1: عقد مزارعت کا شرعی طور پر جائز ہونا ثابت ہے۔[1]

مستندات (Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt, A.S)

1۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فِي حَدِيثٍ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ يُعْطِي الرَّجُلَ أَرْضَهُ وَ فِيهَا مَاءٌ أَوْ نَخْلٌ أَوْ فَاكِهَةٌ وَ يَقُولُ اسْقِ هَذَا مِنَ الْمَاءِ وَ اعْمُرْهُ وَ لَكَ نِصْفُ مَا أُخْرِجَ قَالَ لَا بَأْسَ۔ [2]

ترجمہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے کسی شخص کو زمین دی حالانکہ اس زمین میں، انار، کھجور، پھلوں کے درخت تھے اور اس نے کہا کہ اس کو سیراب کر اور اسے آمادہ کر جو اس زمین سے فائدہ ہو گا وہ آپس میں نصف نصف تقسیم کریں گے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی اشکال نہیں۔"

2۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يَزْرَعُ أَرْضَ رَجُلٍ آخَرَ فَيَشْتَرِطُ عَلَيْهِ ثُلُثاً لِلْبَذْرِ وَ ثُلُثاً لِلْبَقَرِ فَقَالَ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُسَمِّيَ بَذْراً وَ لَا بَقَراً وَ لَكِنْ يَقُولُ لِصَاحِبِ الْأَرْضِ أَزْرَعُ فِي أَرْضِكَ وَ لَكَ مِنْهَا كَذَا وَ كَذَا نِصْفٌ أَوْ ثُلُثٌ أَوْ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ وَ لَا يُسَمِّي بَذْراً وَ لَا بَقَراً فَإِنَّمَا يُحَرِّمُ الْكَلَامُ۔[3]

ترجمہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو کسی دوسرے شخص کی زمین میں زراعت کا کام کرتا ہے اور عقد میں شرط کرتا ہے کہ فصل کی درآمد

[1]۔ مفتاح الکرامہ سید محمد جواد عاملی، ج ۲۰، ص ۱۱، جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۷، ص ۲۔

[2]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج ۱۹، ص ۴۴، باب ۹ از ابواب احکام والمساقات، ح ۲، مسلسل ۲۴۱۱۹، مؤسسہ آل البیت علیہم السلام قم۔

[3]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج ۱۹، ص 43، باب 8 از ابواب احکام والمساقات، ح 10، مسلسل 24116، مؤسسہ آل البیت علیہم السلام قم۔

سے ایک سوم بیج اور ایک سوم بیل یا گائے (وسیلہ زراعت) کے حوالے سے لے لوں گا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے بیج اور بیل کے حوالے سے معین نہیں کرنا چاہیے بلکہ زمین کے مالک سے کہے کہ میں تیری زمین میں زراعت کا کام کرتا ہوں اور اس سے جو درآمد ہو گی اس کا نصف یا ایک سوم تمہارا ہوگا یا کوئی اور شرط رکھے لیکن بیج اور بیل کے حوالے سے معین نہ کرے چونکہ اس طرح کی شرط سے معاملہ حرام ہو جاتا ہے۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں:

ھی جائزۃ فی قول کثیر من اھل العلم[1]

ترجمہ: "عقد مزارعت بہت سارے اہل علم حضرات کے نزدیک جائز ہے۔"

البتہ امام ابو حنیفہ اور مالکیہ کے نزدیک اگر بیج اور باقی ضروریات مزارع کی طرف سے ہوں اور فقط زمین مالک کی طرف سے ہو تو اس صورت میں عقد مزارعت باطل ہو گا لیکن اگر بیج اور باقی اشیاء بھی مالک کی طرف سے ہوں تو عقد مزارعت جائز ہو گا۔[2]

قانون 2: عقد مزارعت میں ایجاب و قبول کے لیے مخصوص الفاظ ضروری نہیں بلکہ ہر وہ لفظ جو عقد مزارعت کے معنی اور مفہوم پر دلالت کرے کافی ہے۔[3] اسی طرح عقد کے صیغے کا عربی زبان اور ماضی میں ہونا بھی معتبر نہیں بلکہ کسی بھی زبان میں عقد مزارعت کا صیغہ ہو سکتا ہے۔

---

[1]۔ المغنی ابن قدامہ، ج٦، ص٥٨١، دار لفکر بیروت لبنان۔

[2]۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ عبد الرحمٰن جزیری، ج٣، ص٣ طبع ہفتم ١٤٠٦ ھجری دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[3]۔ جواہر اکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج٢٧، ص٣، مفتاح الکرامہ محمد جواد عاملی، ج٢٠ ص١٢۔

مستندات (Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع: أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ اكْتَرَى أَرْضاً فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ خُذْ مِنِّي نِصْفَ الْبَذْرِ وَ نِصْفَ نَفَقَتِكَ وَ أَشْرِكْنِي فِي الزَّرْعِ وَ اتَّفَقَا عَلَى ذَلِكَ فَقَالَ هُوَ جَائِزٌ۔ [1]

ترجمہ: ''راوی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جس نے زمین کرایہ پر لی اور اسے کسی دوسرے شخص نے کہا کہ مجھ سے آدھا خرچہ اور آدھے بیج لے لو اور زراعت میں شریک کر لو اور دونوں کا اس معاملے پر اتفاق ہو گیا۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا یہ معاملہ جائز ہے۔''

وجہ استدلال:
(Reasoning)

اس روایت میں کلمہ ''خُذ'' فعل امر استعمال ہوا ہے اس کے باوجود امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا عقد جائز ہے پس معلوم ہوا کہ فعل ماضی شرط نہیں ہے۔

قانون 3: عقد مزارعت عقود لازمہ میں سے ہے۔ لٰہذا طرفین میں سے کسی ایک کے فوت ہونے سے عقد مزارعت فسخ نہیں ہو گا۔ بلکہ فقط طرفین کی طرف سے اقالہ کی صورت میں فسخ ہو گا۔ [2]

---

[1]۔ دعائم الاسلام، ج ۲، ص ۷۳، فصل ذکر والمساقاۃ۔

[2]۔ مفتاح الکرامہ سید محمد جواد عاملی، ج ۲۰ ص ۱۷، ۱۸، جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۷، ص ۷، تحریر الوسیلہ امام خمینی ،ج ۱، ص ۵۸۷، مسئلہ نمبر ۱۱۔

تعریفات (Definitions):

اقالہ کی لغوی تعریف:

(Literal definition of Aqala)

لفظ اقالہ کو ''قَیَلَ'' سے لیا گیا ہے اور اس کا معنی معاملہ کو فسخ کرنا ہے اور اسی سے ہے، تقایلا الرجلان یعنی ان دو مَردوں نے معاملہ کو فسخ کیا۔ [1]

اقالہ کی اصطلاحی تعریف:

(Terminological definition of agriculture)

فقہی اصطلاح میں فریقین کی رضایت مندی سے معاملہ اور عقد کو فسخ کرنا ''إقالہ'' کہلاتا ہے۔ [2]

مستندات (Authenticity):

قرآن: یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ۔ [3]

ترجمہ: ''اے ایمان والو! عہد و پیمان پورا کیا کرو۔''

چونکہ عقود میں اصل عقد کا لازم ہونا ہے۔آیت مجیدہ میں بھی بطور مطلق ارشاد ہوا ہے کہ عقد و عہد کی پاسداری لازمی ہے۔

حدیث نبوی ﷺ: المومنون عند شروطهم۔ [4]

ترجمہ: ''مومنین پر ضروری ہے کہ وہ اپنی شرائط کی پاسداری کریں۔''

---

[1]۔ فرھنگ جامع نوین، احمد سیاح، ج ۲، ص ۱۶۷۹۔

[2]۔ موسوسہ الفقہ الاسلامی، ج ۱۵، ص ۳۵۹، طبع اول ۱۴۳۱ ھجری مؤسسہ دائرہ فقہ الفقہ السلامی قم۔

[3]۔ سورہ مائدہ آیہ نمبر ۱۔

[4]۔ تہذیب الاحکام شیخ طوسی، ج ۷، ص ۳۳۴، طبع دوم ۱۴۱۳ ھجری دار الاضواء بیروت لبنان۔

عقد مزارعت میں فریقین سے متعلق قوانین

(Laws of Farming relating the parties of contract)

قانون4: عقد مزارعت میں طرفین (مالک اور مزارع) کا بالغ، عاقل، مختار اور جائز التصرف ہونا ضروری ہے۔[1]

مستندات (Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1۔ روی عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع: قَالَ(الراوی) سَأَلَهُ أَبِي وَ أَنَا حَاضِرٌ عَنِ الْيَتِيمِ؛ مَتَى يَجُوزُ أَمْرُهُ قَالَ: حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ، قَالَ وَ مَا أَشُدُّهُ قَالَ: احْتِلَامُه ۔[2]

ترجمہ: ”راوی کہتا ہے کہ میرے باپ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے یتیم کے بارے میں سوال کیا کہ اس کا حکم کب نافذ العمل ہوتا ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: کہ جب سن بلوغ کو پہنچ جائے، میرے باپ نے کہا کہ سن بلوغ کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کا محتلم ہونا۔“

2۔ عن ابی جعفر علیہ السلام :قَالَ وَ الْغُلَامُ لَا يَجُوزُ أَمْرُهُ فِي الشِّرَاءِ وَ الْبَيْعِ وَ لَا يَخْرُجُ مِنَ الْيُتْمِ حَتَّى يَبْلُغَ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً۔[3]

ترجمہ: ”امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: نوجوان کے لیے خرید و فروخت کرنا جائز نہیں اور وہ یتیمی کی حالت سے خارج نہیں ہوتا مگر جب وہ پندرہ سال کا ہو جائے۔“

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، جلد اول، ص ۵۸۴، مسئلہ نمبر ا، طبع چھارم ۱۴۱۵ ھجری، مؤسسہ نشر اسلامی قم۔ مبانی منہاج الصالحین سید تقی طباطبائی قمی، ج۸، ص۱۴۱۸، ۴۶۲ ھجری، دالسرور، بیروت لبنان

[2]۔ الخصال، ج۱، ص ۴۹۵، ح ۳، فی ابواب ثلاثہ عشر ۲۲۷۵۱، ح ۱۷، ص ۳۶۰۔

[3]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج1، ص30، باب 4 از ابواب مقدمہ عبادات، ح ۲، مؤسسہ آل البیت علیہم السلام قم۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اہل سنت فقہاء اس مسئلہ میں فقہاء امامیہ کے موافق ہیں۔ الفقہ علی المذاھب الاربعہ کے مصنف لکھتے ہیں:

فلا تصح المزارعة من مجنون ولا صبی لا یعقل ولا تشترط فیها الحریة -[1]

ترجمہ: "مجنون اور نابالغ جو عقل نہیں رکھتا سے عقد مزارعت صحیح نہیں ہے اور اس میں آزاد ہونے کی شرط نہیں ہے۔"

مزارعت میں حریت کی شرط نہیں ہے لہٰذا مولا کی اجازت سے عبد کے ساتھ بھی عقد مزارعت جائز ہے۔

قانون 5: مالک اور مزارع کا حصہ بطور مشاع تمام کھیتی سے ضروری ہے۔ پس اگر مالک یا مزارع میں سے کوئی ایک پہلی فصل جبکہ دوسرا، دوسری فصل حاصل کرے یا کوئی ایک مخصوص کھیت کی فصل جبکہ دوسرا کسی دوسری کھیتی سے اپنا حصہ لے تو عقد مزارعت باطل ہوگا۔[2]

مستندات (Authenticity) :

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عَنْ أَبِی عَبْدِ اللهِ ع قَالَ لَا تُقَبَّلُ الْأَرْضُ بِحِنْطَةٍ مُسَمَّاةٍ وَ لَكِنْ بِالنِّصْفِ وَ الثُّلُثِ وَ الرُّبُعِ وَ الْخُمُسِ لَا بَأْسَ بِهِ۔[3]

---

[1] ۔ الفقہ علی المذاھب الاربعہ عبدالرحمٰن جزیری، ج ۳، ص ۵، طبع ہفتم ۱۴۰۶ ھجری، داراحیاء التراث العربی بیروت۔

[2] ۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج ۱، ص ۸۴، مسئلہ نمبر ۱، مبانی منھاج الصالحین سید تقی طباطبائی، ج ۸، ص ۴۶۲۔

[3] ۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج ۱۹، ص 53، باب 6 از ابواب احکام المزارعت، ح 1، مسلسل 135 ۲۴، مؤسسہ آل البیت علیہم السلام قم۔

ترجمہ: ''امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ زمین کو زراعت کے لیے مخصوص مقدار یا جنس کے بدلے معاملہ نہ کرو، لیکن اگر نصف یا تہائی یا چوتھائی پر معاملہ کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں فقہاء اہل سنت مذہب امامیہ کے موافق ہیں۔ ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی لکھتے ہیں:

وان مزارعه على ان لرب الارض زرعا بعينه و للعامل زرعا بعينه مثل ان يشترط لاحدهما زرع ناحية وللآخر زرع اخرى فهو فاسد باجماع العلماء۔[1]

ترجمہ: ''اگر عقد مزارعت میں طے کیا جائے کہ مالک زمین فلاں فصل جبکہ مزارع کے لیے فلاں فصل ہوگی تو ایسا عقد تمام علماء کے نزدیک فاسد اور باطل ہے۔''

قانون 6: طرفین میں فصل بطور نصف یا ثلث یا ربع تقسیم کی جائے گی۔ لیکن طرفین میں سے کوئی ایک اگر یہ کہے کہ جتنی مقدار تیری مرضی ہے مجھے دینا یا کہے کہ اتنے من فصل میری ہوگی تو اس صورت میں عقد مزارعت باطل ہوگا۔[2]

مستندات (Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ لَا تُقَبَّلُ الْأَرْضُ بِحِنْطَةٍ مُسَمَّاةٍ وَ لَكِنْ بِالنِّصْفِ وَ الثُّلُثِ وَ

---

[1] ۔ المغنی ابن قدامہ، ج۵، ص ۵۹۳۔

[2] ۔ مبانی منھاج الصالحین سید تقی طباطبائی، ج۸، ص ۴۶۳، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۱، ص ۵۸۴، مسئلہ ۱۔

الرُّبُعِ وَ الْخُمُسِ لَا بَأْسَ بِهِ ۔[1]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: زمین کو زراعت کے لیے گندم کی مخصوص مقدار پر قبول نہ کرو لیکن اگر نصف اور تہائی، چوتھائی اور پانچویں حصے پر قبول کرو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

2۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ لَا بَأْسَ بِالْمزارعةِ بِالثُّلُثِ وَ الرُّبُعِ وَ الْخُمُس۔[2]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: تہائی، چوتھائی اور پانچویں حصے پر عقد مزارعت کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔''

تقریب استدلال:

(Function reasoning)

مندرجہ بالا روایات میں امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر طرفین آپس میں نصف یا ثلث یا ربع پر عقد مزارعت کریں تو جائز ہے۔ لیکن اگر کسی مخصوص جنس اور مقدار پر معاملہ کریں تو عقد مزارعت باطل ہوگا۔

اہل سنت فقہاء کی رائے

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں فقہاء اہل سنت، امامیہ فقہاء کے موافق ہیں۔ کتاب فقہ السنہ کے مصنف لکھتے ہیں:

اذا کان نصیبه معیناً بان یحدد مقدار معیناً مما تخرج الارض۔۔۔ فان

[1]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج۱۹، ص53، باب 6 از ابواب احکام المزارعت والمساقات، ح1، مسلسل 135۲۴، مؤسسہ آل البیت علیہم السلام قم۔

[2]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج۱۹، ص42، باب 8 از ابواب احکام المزارعت، ح7، مسلسل 3۲۴۱۱، مؤسسہ آل البیت علیہم السلام قم۔

المزارعة فی هذه الحال تکون فاسدة۔[1]

ترجمہ: "اگر مالک یامزارع میں سے کوئی ایک اپنا حصہ معین کرے یعنی فلاں مقدار معین فصل میری ہوگی تو اس صورت میں عقد مزارعت باطل اور فاسد شمار کیا جائے گا۔"

قانون 7: عقد مزارعت میں مدت کا معین کرنا ضروری ہے پس اگر مزارع یا مالک کے درمیان مدت زراعت معین نہ ہو تو عقد مزارعت باطل ہوگا۔[2]

مستندات (Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

۱۔عَنْ أَبِی عَبْدِ اللهِ ع قَالَ(الراوی) سَأَلْتُهُ عَنْ أَرْضٍ يُرِيدُ رَجُلٌ أَنْ يَتَقَبَّلَهَا فَأَيُّ وُجُوهِ الْقَبَالَةِ أَحَلُّ قَالَ: يَتَقَبَّلُ الْأَرْضَ مِنْ أَرْبَابِهَا بِشَیْءٍ مَعْلُومٍ إِلَى سِنِينَ مُسَمَّاةٍ فَيَعْمُرُ وَ يُؤَدِّی الْخَرَاجَ فَإِنْ كَانَ فِيهَا عُلُوجٌ فَلَا يُدْخِلِ الْعُلُوجَ فِی قَبَالَتِهِ فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يَحِلُّ۔[3]

ترجمہ: "راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسی زمین کے بارے میں سوال کیا جسے کوئی شخص کسی بھی شرائط پر زراعت کے لیے قبول کرتا ہے، کیا یہ حلال ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر وہ شخص زمین کے مالک سے کسی معین شئ پر محدود سالوں کے لیے قبول کرتا ہے اور اسے آباد کرتا ہے اور اس کا ٹیکس بھی ادا کرتا ہے، اگر اس زمین میں باغات ہوں اور باغات اس معاملے میں شامل نہ ہوں تو یہ معاملہ حلال نہیں ہوگا۔"

---

[1]۔ فقہ السنہ السید سابق، ج۳، ص۱۷۵، طبع ہفتم، ۱۴۰۷ ھجری، دار الکتاب العربی بیروت۔

[2]۔ جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۲۷، ص۱۴، مفتاح الکرامہ، محقق عاملی، ج۲۰، ص۱۴۱، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۱، ص۵۸۴، مسئلہ نمبر۱۔

[3]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج۱۹، ص60، باب 18 از ابواب احکام المزارعت، ح5، مسلسل 154 ۲۴، مؤسسہ آل البیت علیہم السلام قم۔

2۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع أَنَّهُ قَالَ فِي الْقَبَالَةِ أَنْ تَأْتِيَ الْأَرْضَ الْخَرِبَةَ فَتَتَقَبَّلَهَا مِنْ أَهْلِهَا عِشْرِينَ سَنَةً فَإِنْ كَانَتْ عَامِرَةً فِيهَا عُلُوجٌ فَلَا يَحِلُّ لَهُ قَبَالَتُهَا إِلَّا أَنْ يَتَقَبَّلَ أَرْضَهَا فَيَسْتَأْجِرَهَا مِنْ أَهْلِهَا وَلَا يُدْخِلِ الْعُلُوجَ فِي شَيْءٍ مِنَ الْقَبَالَةِ فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يَحِلُّ إِلَى أَنْ قَالَ وَ قَالَ لَا بَأْسَ أَنْ يَتَقَبَّلَ الْأَرْضَ وَ أَهْلَهَا مِنَ السُّلْطَانِ۔ [1]

ترجمہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص غیر آباد زمین کو زمین کے مالک سے بیس سال کے لیے قبول کرے اگر وہ زمین آباد ہو اور اس میں باغات ہوں تو اس کے لیے ایسی زمین کا قبول کرنا درست نہیں مگر جب زمین کے مالک سے اجارہ پر قبول کرے اور وہ باغات اس معاملے میں شامل نہ ہوں تو یہ معاملہ اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ سرکار اور حاکم سے زمین کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے: (The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں فقہاء اہل سنت مذہب امامیہ کے موافق ہیں۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں بیان ہوا ہے:

أن تكون المدة معينة۔ [2]

ترجمہ: "عقد مزارعت میں شرط ہے کہ مدت معین ہو۔"

پس کم از کم اتنی مقدار ہو جس میں زراعت ممکن ہو یا اتنی زیادہ مقدار نہ ہو جتنی مقدار عموماً لوگ زندہ نہیں رہتے مثلاً دو سو سال وغیرہ۔ [3]

قانون 8: اگر عقد مزارعت کی مدت ختم ہو جائے اور فصل یا زراعت ابھی تک زمین میں باقی ہو تو

---

[1]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج۱۹، ص60، باب 8 از ابواب احکام، ح3، مسلسل 152۲۴، مؤسسہ آل البیت علیہم السلام قم۔

[2]۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ عبدالرحمٰن جزیری، ج۳، ص۷

[3]۔ ایضاً۔

زمین کے مالک کے لیے جائز ہے کہ معاملہ فسخ کر دے یا اجرت لینے کے ساتھ معاملہ کو باقی رکھے۔[1]

مستندات (Authenticity):

حدیث نبوی ﷺ:
(Hadith Nabvi (P.B.U.H)

الناس مسلطون علی اموالھم۔[2]

ترجمہ: "لوگ اپنے اموال پر مسلط ہوتے ہیں۔"

وجہ استدلال:
(Reasoning)

مرحوم سبزواری اپنی کتاب مہذب الاحکام میں لکھتے ہیں کہ چونکہ معاملہ معین مدت کے لیے کیا گیا تھا اور اس مدت میں فصل آمادہ نہیں ہوئی تو قاعدہ سلطنت کے تحت زمین کے مالک کو یہ حق حاصل ہے کہ معاملہ ختم کر دے یا اجرت مثل لے کر معاملہ باقی رکھے۔[3]

قانون 9: اگر مزارع بغیر کسی عذر کے کھیت میں زراعت نہ کرے یہاں تک کہ مدت عقد ختم ہو جائے تو اجرت مثل کا ضامن ہوگا۔ اور اگر عذر کی وجہ سے زراعت نہ کر سکے مثلاً شدید برف باری وغیرہ ہو تو مزارع ضامن نہیں ہوگا اور معاملہ فسخ ہو جائے گا۔[4]

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۱، ص۵۸۶، مسئلہ نمبر۵، جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۲۷، ص۱۶، مفتاح الکرامہ، محقق عاملی، ج۲۰، ص۴۸،

[2]۔ عوالی اللئالی ج 1 ص 457 تحت رقم 198 طبع مطبعۃ سید الشہداء (علیہ السّلام) بقم. ؛ بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، جلد 2، ص 272، کتاب العلم باب 33

[3]۔ مہذب الاحکام سید عبد الاعلی سبزواری، ج۲۰، ص۸۶۔

[4]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۱، ص۵۸۶، مسئلہ نمبر۶، جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۲۷، ص۱۹، مفتاح الکرامہ محقق عاملی، ج۲۰، ص۵۸۔

زراعت کی زمین اور فصل سے متعلق قوانین

(Laws regarding agricultural land and crops)

قانون 10: عقد مزارعت میں ضروری ہے کہ زمین زراعت کے قابل ہو، لہٰذا ایسی زمین جس سے مزارع کے لیے انتفاع ممکن نہ ہو مثلاً پانی نہ ہو یا جھاڑیوں کی وجہ سے زراعت ممکن نہ ہو تو عقد مزارعت باطل ہوگا۔ اسی طرح اگر مزارع کو بعد میں معلوم ہو کہ زمین مزارعت کے قابل نہیں تو اسے معاملہ فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔[1]

مستندات (Authenticity):

عقل: (Intellect)

جب زمین زراعت کے قابل نہ ہو تو اس پر عقد مزارعت کرنا عقلاء کے نزدیک درست نہیں ہے چونکہ اس میں انتفاع کی شرط مفقود ہے۔[2]

اہل سنت فقہاء کی رائے

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

فقہاء اہل سنت اس مسئلہ میں امامیہ فقہاء کے موافق ہیں۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں بیان ہوا ہے:

ان تکون صالحۃ للمزارعۃ فلو کانت سبخۃ لایجوز العقد۔[3]

ترجمہ: "عقد مزارعہ میں شرط ہے کہ زمین قابل زراعت ہو پس اگر تھور زدہ ہو تو عقد

---

[1]۔ جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۲۷، ص20، مفتاح الکرامہ، محقق عاملی، ج20ص60، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج1، ص586، مسئلہ 7۔

[2]۔ جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۲۷، ص20، مفتاح الکرامہ، محقق عاملی، ج۲۰، ص ۶۳۔

[3]۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ عبد الرحمٰن جزیری، ج۳، ص۷۔

مزارعت جائز نہیں ہوگا۔"

قانون 11: اگر زمین کا مالک عقد کے دوران مخصوص فصل اور زراعت کاشت کرنے کا تقاضا کرے تو مزارع کے لیے اس کی مخالفت کرنا جائز نہیں۔ اور اگر مالک مطلق زراعت کا کہے تو مزارع کے لیے اختیار ہے کہ جو فصل چاہے کاشت کرے۔[1]

مستندات (Authenticity):

قرآن: أَوۡفُوا بِالۡعُقُودِ۔[2]

ترجمہ: "عہد و پیمان کو پورا کرو۔"

وجہ استدلال

(Reasoning)

اس آیہ میں بطور مطلق ارشاد ہوا ہے کہ جب تم آپس میں کوئی عہد و پیمان باندھ لو تو اس کی پاسداری کرنا تم پر لازم اور ضروری ہے۔ چونکہ عقد مزارعت میں زمین کا مالک ایک خاص فصل کاشت کرنے کا تقاضا کرتا ہے اور مزارع اگر اس کو قبول کرلیتا ہے تو پھر اس کے لیے اس کی مخالفت کرنا جائز نہیں۔

اہل سنت فقہاء کی رائے

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اہل سنت فقہاء کے نزدیک عقد مزارعت کی شرائط میں سے ہے کہ فصل کی جنس معین کی جائے لیکن اگر مالک زراعت کے لیے مطلّقا کہے یا کہے کہ جو تیری مرضی کاشت کرو تو اس صورت میں مزارع کے لیے اختیار ہے کہ جو چاہے کاشت کرے۔ عبدالرحمٰن جزیری لکھتے ہیں:

---

[1]۔ مفتاح الکرامہ، محقق عاملی، جلد 20، ص 86

[2]۔ سورہ مائدہ آیہ نمبر 1۔

ان يبين النوع الذى يريد زرعه من قمح او قطن الا اذا قال له صاحب الارض ازرع ماشئت فانه يجوز له ان يزرعها ماشاء۔ [1]

ترجمہ: "ضروری ہے کہ فصل کی جنس گندم ہے یا کپاس ہے معین اور بیان کی جائے مگر جب مالک کہے کے جو تیری مرضی کاشت کر، اس صورت میں مزارع کے لیے جائز ہے کہ اپنی مرضی کی فصل کاشت کرے۔"

قانون 12: اگر مالک اور مزارع عقد کے دوران شرط رکھیں کہ تمام اخراجات نکال کر (مثلاً ٹیکس، بیج، اور پانی کے اخراجات وغیرہ) درآمد آپس میں تقسیم ہو گی اس صورت میں اگر دونوں کو اطمینان ہو کہ تمام اخراجات کے بعد کوئی چیز بچ جائے گی تو عقد صحیح ہو گا لیکن اگر انہیں معلوم ہو کہ کوئی چیز نہیں بچے گی تو عقد باطل ہو گا۔ [2]

مستندات (Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الرَّجُلِ تَكُونُ لَهُ الْأَرْضُ مِنْ أَرْضِ الْخَرَاجِ فَيَدْفَعُهَا إِلَى الرَّجُلِ عَلَى أَنْ يَعْمُرَهَا وَ يُصْلِحَهَا وَ يُؤَدِّيَ خَرَاجَهَا وَ مَا كَانَ مِنْ فَضْلٍ فَهُوَ بَيْنَهُمَا قَالَ لَا بَأْسَ إِلَى أَنْ قَالَ وَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْمُزَارَعَةِ فَقَالَ النَّفَقَةُ مِنْكَ وَ الْأَرْضُ لِصَاحِبِهَا فَمَا أَخْرَجَ اللهُ مِنْ شَيْءٍ قُسِمَ عَلَى الشَّطْرِ وَ كَذَلِكَ أَعْطَى رَسُولُ اللهِ ص خَيْبَرَ حِينَ أَتَوْهُ فَأَعْطَاهُمْ إِيَّاهَا عَلَى أَنْ يَعْمُرُوهَا وَ لَهُمُ النِّصْفُ مِمَّا أَخْرَجَتْ۔ [3]

---

[1]۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ عبد الرحمٰن جزیری، ج ۳ ص ۵۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۱، ص ۵۸۶، مسئلہ ۴۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۱۹، ص 45، باب ۱۵، از ابواب المزارعت، ح 2، مسلسل 121۲۴۔

ترجمہ: ”راوی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جس کے پاس زمین خراجیہ (لیز پر لی گئی زمین) ہے اور وہ اس زمین کو کسی دوسرے شخص کے حوالے کرتا ہے تاکہ اسے آباد اور زراعت کے قابل بنائے اور ٹیکسز کی ادائیگی کے بعد جو درآمد بچ جائے گی وہ آپس میں تقسیم کریں گے۔ حضرت نے فرمایا: اس معاملہ میں کوئی حرج نہیں۔ پھر راوی نے کہا: میں نے امام علیہ السلام سے مزارعت کے بارے میں سوال کیا: تو امام علیہ السلام نے فرمایا: مزارعت یعنی خرچہ تمہارا اور زمین مالک کی طرف سے ہو۔ جو درآمد ہو اس کو آپس میں تقسیم کرنا ہو گا جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے خیبر کی زمین یہودیوں کو دی جب وہ حضرت کے پاس آئے اور حضرت نے یہ زمین اسی لیے دی تھی کہ وہ لوگ اس کو آباد کریں اور جو درآمد ہو گی اس کا نصف ان کے لیے ہو گا۔“

قانون 13: عقد مزارعت میں ضروری ہے کہ معین ہو بیج کس کے ذمہ ہے لیکن اگر اس علاقے میں عرف کے نزدیک مشخص اور معین ہو کہ مالک یا مزارع کے ذمہ ہے اس صورت میں مشخص کرنا شرط نہیں ہے۔[1]

مستندات (Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ(الراوی) سَأَلْتُهُ عَنِ الرَّجُلِ تَكُونُ لَهُ الْأَرْضُ مِنْ أَرْضِ الْخَرَاجِ فَيَدْفَعُهَا إِلَى الرَّجُلِ عَلَى أَنْ يَعْمُرَهَا وَ يُصْلِحَهَا وَ يُؤَدِّيَ خَرَاجَهَا وَ مَا كَانَ مِنْ فَضْلٍ فَهُوَ بَيْنَهُمَا قَالَ لَا بَأْسَ إِلَى أَنْ قَالَ(الراوی) وَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْمُزَارَعَةِ؛ فَقَالَ النَّفَقَةُ مِنْكَ وَ الْأَرْضُ لِصَاحِبِهَا فَمَا أَخْرَجَ اللهُ مِنْ شَيْءٍ قُسِمَ عَلَى الشَّطْرِ وَ كَذَلِكَ أَعْطَى رَسُولُ اللهِ ص خَيْبَرَ حِينَ أَتَوْهُ فَأَعْطَاهُمْ

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج ا، ص 585، مسئلہ 1۔

إِیَّاهَا عَلَی أَنْ یَعْمُرُوهَا وَلَهُمُ النِّصْفُ مِمَّا أَخْرَجَت-[1]

ترجمہ: ''راوی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے سوال کیا جس کے پاس زمین خراجیہ ہے اور وہ اس زمین کو کسی دوسرے شخص کے حوالے کرتا ہے تاکہ اسے آباد اور زراعت کے قابل بنائے اور ٹیکسز کی ادائیگی کے بعد جو پیداوار بچ جائے گی وہ آپس میں تقسیم کریں گے۔ حضرت نے فرمایا: اس معاملہ میں کوئی حرج نہیں۔ پھر راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے مزارعت کے بارے سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: مزارعت یعنی خرچہ تمہارا اور زمین مالک کی طرف سے ہو جو پیداوار ہو اسکو آپس میں تقسیم کرنا ہوگا جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے خیبر کی زمین یہودیوں کو دی جب وہ حضرت کے پاس آئے اور حضرت نے یہ زمین اسی لیے دی تھی کہ وہ لوگ اسکو آباد کریں اور جو درآمد ہوگی اس کا نصف ان کے لیے ہوگا۔''

2-عَنْ سَمَاعَةَ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ مُزَارَعَةِ الْمُسْلِمِ الْمُشْرِكَ فَیَكُونُ مِنْ عِنْدِ الْمُسْلِمِ الْبَذْرُ وَ الْبَقَرُ وَ تَكُونُ الْأَرْضُ وَ الْمَاءُ وَ الْخَرَاجُ وَ الْعَمَلُ عَلَی الْعِلْجِ قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ-[2]

ترجمہ: ''راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے مسلمان اور مشرک کے درمیان عقد مزارعت کے بارے میں سوال کیا کہ بیج اور بیل مسلمان کی طرف سے اور زمین، پانی، ٹیکس اور کام کافر کی طرف سے، تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔''

قانون 14: عقد مزارعت میں مالک یا مزارع کا زمین کا مالک ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر فقط زمین کی منفعت کا مالک ہو جیسے زمین کو اجارہ پر لیا ہو یا ولی اور وصی ہونے کی وجہ سے زمین کی منفعت کا مالک ہے تو بھی عقد مزارعت صحیح ہوگا۔[3]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۱۹، ص45، باب ۱۰، از ابواب المزارعت، ح2، مسلسل 24121۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۱۹، ص47، باب ۱۲، از ابواب، ح1، مسلسل 24124۔

[3]۔ مفتاح الکرامہ، محقق عاملی، ج۲۰، ص۱۱۰، مبانی شرح العروۃ الوثقی، سید محمد تقی خوئی، ج۳۱، ص۲۳۶، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۱، ص۵۸۵، مسئلہ ۲۔

مستندات (Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فِي حَدِيثٍ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مُزَارَعَةِ أَهْلِ الْخَرَاجِ بِالرُّبُعِ وَ النِّصْفِ وَ الثُّلُثِ قَالَ نَعَمْ لَا بَأْسَ بِهِ۔[1]

ترجمہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام سے اہل خراج کے ساتھ عقد مزارعت جو کہ درآمد کے نصف یا تیسرے حصے یا چوتھے حصے پر ہو، سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔"

وجہ استدلال:
(Reasoning)

اس روایت میں خراج والی (لیز پر لی گئی) زمین کی زراعت کے بارے میں سوال کیا گیا ہے اور امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے جبکہ خراج والی زمین حاکم یا مسلمان کی ملکیت نہیں ہوتی پس معلوم ہوا کہ عقد مزارعت میں طرفین کا زمین کا مالک ہونا ضروری نہیں۔

قانون 15: ایسی بنجر زمین جس میں زراعت ممکن نہیں ہے اگر مالک زمین کہے کہ اس زمین کو آباد کرو دو سال یا تین سال اس سے پیدا ہونے والی فصل تیری ہو گی اور تین سال کے بعد پیداوار آپس میں تقسیم کریں گے تو اس صورت میں بنجر زمین پر عقد مزارعت جائز اور صحیح ہو گا۔[2]

قانون 16: عقد مزارعت اور بیج بونے کے بعد اگر زمین انتفاع کے قابل نہ رہے مثلاً پانی ختم ہو

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۱۹، ص، باب 8، از ابواب، ح 8، مسلسل 114۲۴۔

[2]۔ مباحث حقوقی تحریر الوسیلہ، سید محمد موسوی بجنوری، ص۱۴۹، ، ۱۳۹۰ شمسی، مجمع علمی و فرہنگی، جد، تہران، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۱، ص۵۸۹، مسئلہ ۱۸۔

جائے یا زمین کو زراعت کے لیے اجارہ پر حاصل کرے تو گذشتہ مدت کی اجرت مالک کو ادا کرے گا[1]

مستندات (Authenticity):

قاعدہ: لا ضرر ولا ضرار کے تحت مزارع کے لیے اختیار ہے کہ وہ معاملہ فسخ کر دے چونکہ زمین زراعت کے قابل نہیں رہی اور مزارع کا عقد پر باقی رہنا ضرر اور نقصان کا باعث ہے لہٰذا مزارع عقد فسخ کر سکتا ہے۔

قانون 17: اگر مزارع اور زمین کے مالک کے درمیان اختلاف واقع ہو جائے یعنی مزارع کہے کہ یہ زمین مجھے عاریہ کے طور پر مالک نے دی ہے جبکہ مالک انکار کرے اور اپنے حصے کا مطالبہ کرے تو زمین کے مالکن کے قول کو مقدم کیا جائے گا اور مالک کو اجرت مثل دی جائے گی۔ البتہ جب عامل عاریہ ہونے پر قسم کھائے اور اجرت مثل مالک کے اس حصے سے زائد نہ ہو جس کا وہ ادعیٰ کرتا ہے۔[2]

مستندات (Authenticity):

قاعدہ: علی الید ما اخذت حتی تودیہ۔[3]

ترجمہ: ''جس شخص نے کوئی چیز کسی سے لی ہو جب تک اس کو واپس نہ کرے وہ اس چیز کا ضامن ہوگا۔''

وجہ استدلال
(Reasoning)

چونکہ مزارع نے مالک سے زمین حاصل کی تھی تاکہ اس میں زراعت کاری کرے، اب فریقین کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا ہے اور مزارع زمین کے عاریہ ہونے کا دعوی کرتا ہے جبکہ

---

[1]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۲۷، ص۲۲، مفتاح الکرامہ، محقق عاملی، ج۲۰، ص۶۷، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۱، ص۵۸۶، مسئلہ ۷۔

[2]۔ جواہر اکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۲۷، ص۳۸، مفتاح الکرامہ، محقق عاملی، ج۲۰، ص۱۵۵۔

[3]۔ جواہر اکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۲۷، ص40،۔

زمین کا مالک عاریہ کی نفی کرتا ہے پس مزارع کے اوپر حق ضمان ثابت ہوگا جب تک زمین مالک کے حوالے نہ کرے۔

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ ع عَنْ رَجُلٍ اسْتَوْدَعَ رَجُلًا أَلْفَ دِرْهَمٍ فَضَاعَتْ فَقَالَ الرَّجُلُ كَانَتْ عِنْدِي وَدِيعَةً وَ قَالَ الْآخَرُ إِنَّمَا كَانَتْ لِي عَلَيْكَ قَرْضاً فَقَالَ الْمَالُ لَازِمٌ لَهُ إِلَّا أَنْ يُقِيمَ الْبَيِّنَةَ أَنَّهَا كَانَتْ وَدِيعَةً -[1]

ترجمہ: "اسحاق بن عمار روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے دوسرے شخص کو ایک ہزار درہم بطور ودیعہ دیے۔ اس شخص نے اس رقم کو ضائع کردیا۔ پس رقم لینے والا ودیعہ ہونے کا دعوی کرتا ہے جبکہ رقم دینے والا کہتا ہے کہ یہ رقم تمہارے پاس میری طرف سے قرض تھا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: کہ یہ رقم ثابت ہے مگر جب وہ بینہ (دو عادل شخص) قائم کرے کہ یہ رقم بطور ودیعہ تھی۔"

مالک اور مزارع کے درمیان اختلاف سے متعلق قوانین

(Laws relating to disputes between owner and cultivator)

قانون 18: اگر زمین کا مالک اور مزارع کے درمیان عقد مزارعت کی مدت میں اختلاف ہو جائے مثلاً ایک فریق کہے کہ ایک سال کے لیے عقد مزارعت انجام پایا جبکہ دوسرا کہے کہ دو سال کے لیے تو اس صورت میں جو مدت زائد کا منکر ہوگا اس کے قول کو حلف کے ساتھ قبول کیا جائے گا چاہے منکر مالک ہو یا مزارع ہو۔[2]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۱۹، ص۸۵، باب ۷، از ابواب الودیعہ، ح۱، مسلسل ۲۴۲۱۲۔

[2]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۲۷، ص۳۶، مفتاح الکرامہ، محقق عاملی، ج۲۰، ص۱۴۹، مبانی منہاج الصالحین سید تقی

مستندات (Authenticity):

قاعدہ: صاحب جواہر فرماتے ہیں اصل عدم الزائد ہے یعنی جو شخص مدت زائد کا منکر ہو گا اس کے قول کو قبول کیا جائے گا۔[1]

قانون19: عقد مزارعت میں زمین کے اخراجات اور ٹیکس مالک زمین کے ذمہ ہوں گے مگر جب عقد مزارعت کے دوران شرط کی جائے کہ نصف ٹیکس مزارع ادا کرے گا۔[2]

مستندات (Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1۔ عَنْ سَعِيدٍ الْكِنْدِيِّ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ ع إِنِّي آجَرْتُ قَوْماً أَرْضاً فَزَادَ السُّلْطَانُ عَلَيْهِمْ قَالَ أَعْطِهِمْ فَضْلَ مَا بَيْنَهُمَا قُلْتُ أَنَا لَا أَظْلِمُهُمْ وَ لَمْ أَزِدْ عَلَيْهِمْ قَالَ إِنَّهُمْ إِنَّمَا زَادُوا عَلَى أَرْضِكَ۔[3]

ترجمہ: "راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ میں نے ایک قوم سے زمین اجارہ پر لی تھی اور حاکم نے اس زمین پر ٹیکس بڑھا دیا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: فریقین کے درمیان طے پا جانے کے بعد اضافی ٹیکس زمین کا مالک دے گا۔ راوی نے کہا کہ میں اس پر ظلم نہیں کرنا چاہتا اور اس پر زیادتی نہیں کرنا چاہتا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: بتحقیق ٹیکس میں اضافہ زمین پر کیا گیا ہے۔"

طباطبائی قمی، ج۸، ص۴۸۱۔

[1]۔ جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۲۷، ص36۔

[2]۔ جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۲۷، ص43، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۱، ص۵۸۹، مسئلہ ۱۵۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۱۹، ص56، باب 16، از ابواب احکام، ح10، مسلسل 144۲۴، تہذیب الاحکام، شیخ طوسی، ج۷، ص۲۰۸، باب احکام المزارعت، ح۶۱، مسلسل ۹۱۵، طبع دوم ۱۴۱۳ھجری، دار الضواء، بیروت

2۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ (ع) فِي الرَّجُلِ تَكُونُ لَهُ الْأَرْضُ عَلَيْهَا خَرَاجٌ مَعْلُومٌ وَ رُبَّمَا زَادَ وَ رُبَّمَا نَقَصَ فَيَدْفَعُهَا إِلَى رَجُلٍ عَلَى أَنْ يَكْفِيَهُ خَرَاجَهَا وَ يُعْطِيَهُ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فِي السَّنَةِ قَالَ لَا بَأْسَ۔[1]

ترجمہ: ”امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا: جس کی زمین ہے اور اس زمین پر معین اور معلوم مقدار میں ٹیکس ہے لیکن بعض اوقات یہ ٹیکس زیادہ یا کم ہو جاتا ہے اور وہ شخص اپنی زمین کسی دوسرے شخص کے حوالے کر دیتا ہے تاکہ اس کے ٹیکس ادا کرے اور اسے سالانہ دو سو درہم دے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: کہ اس میں کوئی اشکال نہیں۔“

قانون 20: فصل کے حصول کے بعد مالک اور مزارع کا خرص (تخمینہ لگانا) جائز ہے اس شرط کے ساتھ کہ جب دوسرا فریق راضی ہو اور قبول کرے۔[2]

مستندات (Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1۔ قَالَ (الراوی) سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنِ الرَّجُلَيْنِ يَكُونُ بَيْنَهُمَا النَّخْلُ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ۔ إِمَّا أَنْ تَأْخُذَ هَذَا النَّخْلَ بِكَذَا وَ كَذَا كَيْلٌ مُسَمًّى وَ تُعْطِيَنِي نِصْفَ هَذَا الْكَيْلِ إِمَّا زَادَ أَوْ نَقَصَ وَ إِمَّا أَنْ آخُذَهُ أَنَا بِذَلِكَ قَالَ نَعَمْ لَا بَأْسَ بِهِ۔[3]

ترجمہ: ”راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے دو اشخاص کے بارے میں پوچھا: جن کے پاس کھجور کے درخت ہیں۔ ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہتا

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۱۹، ص57، باب 17، از ابواب احکام المزارعت، ح1، مسلسل 24146،
[2]۔ جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۲۷، ص48، مبانی شرح العروۃ الوثقی سید محمد تقی خوئی، ج۳۱، ص۲۹۶۔
[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج18 ص231، باب 10، ح1، مسلسل 23567۔

ہے: تیرے لیے اختیار ہے کہ فلاں مقدار کے بدلے میں یہ کھجور کا درخت لے لو اور اس مقدار کا نصف میرا ہو گا؛ چاہے محصول زیادہ ہو یا کم؛ یا مجھے دے دو۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میں کوئی اشکال نہیں۔"

2۔عَبْدِ اللهِ ع يَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ ص لَمَّا افْتَتَحَ خَيْبَرَ تَرَكَهَا فِي أَيْدِيهِمْ عَلَى النِّصْفِ فَلَمَّا بَلَغَتِ الثَّمَرَةُ بَعَثَ عَبْدَ اللهِ بْنَ رَوَاحَةَ إِلَيْهِمْ فَخَرَصَ عَلَيْهِمْ فَجَاءُوا إِلَى النَّبِيِّ ص فَقَالُوا لَهُ إِنَّهُ قَدْ زَادَ عَلَيْنَا فَأَرْسَلَ إِلَى عَبْدِ اللهِ فَقَالَ مَا يَقُولُ هَؤُلَاءِ قَالَ قَدْ خَرَصْتُ عَلَيْهِمْ بِشَيْءٍ فَإِنْ شَاءُوا يَأْخُذُونَ بِمَا خَرَصْنَا وَإِنْ شَاءُوا أَخَذْنَا فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ بِهَذَا قَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ۔ [1]

ترجمہ:" امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب خیبر کا علاقہ فتح ہوا تو رسول اکرم ﷺ نے خیبر کی زمین انہی لوگوں کے پاس رہنے دی اور کہا کہ درآمد کا نصف ہمارے پاس بھیجنا۔ جب فصل آمادہ ہوئی تو رسول اکرم ﷺ نے عبد اللہ بن رواحہ کو ان کی طرف بھیجا پس عبداللہ بن رواحہ نے (ان درختوں کے پھلوں کا) تخمینہ لگایا تو یہودیوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں شکایت کہ عبداللہ بن رواحہ نے تخمینہ زیادہ لگایا ہے، پیغمبر اکرم نے عبد اللہ بن رواحہ کو بلایا اور کہا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ تو عبد اللہ بن رواحہ نے کہا کہ میں نے تخمینہ لگایا ہے پس اگر یہ چاہیں تو تخمینہ شدہ چیز یہ لیں لے اور اگر چاہیں تو ہم لے لیتے ہیں۔"

عقدِ مزارعت میں شریک لوگوں کی تعداد سے متعلق قانون

(Laws regarding the number of people which include in the contract of Farming)

قانون 21 : عقدِ مزارعت ضروری نہیں کہ دو افراد کے درمیان واقع ہو بلکہ دو سے زائد افراد کے

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج18، ص433، باب 20۔

درمیان بھی صحیح ہے۔ جیسے ایک شخص کی زمین ہو دوسرے شخص کے ذمہ بیج اور باقی ضروریات جبکہ تیسرے شخص کے ذمے کام کرنا ہو۔ [1]

مستندات (Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ سَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ جُعِلْتُ فِدَاكَ أَسْمَعُ قَوْماً يَقُولُونَ إِنَّ الزِّرَاعَةَ مَكْرُوهَةٌ فَقَالَ لَهُ ازْرَعُوا وَ اغْرِسُوا فَلَا وَ اللهِ مَا عَمِلَ النَّاسُ عَمَلًا أَحَلَّ وَ لَا أَطْيَبَ مِنْه۔ [2]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں زراعت کا پیشہ مکروہ ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا: زراعت کاری اور درخت کاری کا پیشہ اپناؤ کہ خدا کی قسم لوگوں کے تمام پیشوں کی نسبت اس پیشے جیسا حلال اور پاکیزہ پیشہ کوئی نہیں ہے۔''

وجہ استدلال
(Reasoning)

ہر عموم جو مقام تشریع میں وارد ہو اس کے ساتھ مطلّقا تمسک کیا جا سکتا ہے مگر جب کوئی مخصّص آکر اصل عموم کی نفی کرے اس مقام پر بھی یہ عموم اپنی عمومیت پر باقی ہے چونکہ کوئی مخصّص وارد نہیں ہوا ہے پس یہ روایت اصل جواز کے ساتھ ساتھ اپنے مدعیٰ پر بھی دلالت کرتی ہے۔

1۔ بحث حقوقی تحریر الوسیلہ سید محمد موسوی بجنوردی، ص ۱۴۷، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج ۱، ص ۵۸۷، مسئلہ ۹۔

2۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹، ص ۳۲، باب ۳، از ابواب المزارعت والمساقات، ح ۱، مسلسل نمبر ۲۴۰۸۴۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اہل سنت فقہاء کے نزدیک دو سے زائد افراد کے درمیان عقد مزارعت باطل ہے۔
صاحبِ فقہ علی المذاہب الاربعہ لکھتے ہیں: ''من اجل ذلك لا يصح ان يشترك فى المزارعة ثلاثة''۔ [1]
ترجمہ: تین افراد کے درمیان عقد مزارعت واقع ہونا صحیح نہیں ہے۔

قانون 22: عقد مزارعت کے بعد مزارع کسی دوسرے شخص کو اس معاملہ میں شریک کر سکتا ہے اور اس میں مالک کی اجازت ضروری نہیں ہے لیکن اگر مالک نے شرط لگائی ہو کہ فقط تم زراعت کاری کروگے تو پھر مزارع کے لیے کسی اور کو شریک کرنا جائز نہیں ہوگا۔ [2]

مستندات (Authenticity) :

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عَنْ سَمَاعَةَ فِی حَدِیثٍ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْمُزَارعةِ قُلْتُ الرَّجُلُ یَبْذُرُ فِی الْأَرْضِ مِائَةَ جَرِیبٍ أَوْ أَقَلَّ أَوْ أَكْثَرَ طَعَاماً أَوْ غَیْرَهُ فَیَأْتِیهِ رَجُلٌ فَیَقُولُ خُذْ مِنِّی نِصْفَ ثَمَنِ هَذَا الْبَذْرِ الَّذِی زَرَعْتَهُ فِی الْأَرْضِ وَ نِصْفُ نَفَقَتِكَ عَلَیَّ وَ أَشْرِكْنِی فِیهِ قَالَ لَا بَأْسَ قُلْتُ وَ إِنْ كَانَ الَّذِی یَبْذُرُ فِیهِ لَمْ یَشْتَرِهِ بِثَمَنٍ وَ إِنَّمَا هُوَ شَیْءٌ كَانَ عِنْدَهُ قَالَ فَلْیُقَوِّمْهُ قِیمَةً كَمَا یُبَاعُ یَوْمَئِذٍ ثُمَّ لْیَأْخُذْ نِصْفَ الثَّمَنِ وَ نِصْفَ النَّفَقَةِ وَ یُشَارِكُه۔ [3]

ترجمہ: ''راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے مزارعت کے بارے سوال کرتے

1۔ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ عبدالرحمٰن جزیری، ج۳، ص۹، المغنی ابن قدامہ، ج۵، ص۵۹۴۔
2۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۲۷، ص۴۱، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۱، ص۵۸۷، مسئلہ ۱۰۔
3۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۱۹، ص۴۸، باب ۱۳، از ابواب المزارعت، ح۱، مسلسل ۲۴۱۲۶۔

ہوئے کہا کہ ایک شخص زمین میں سو جریب یا کم و بیش بیج بوتا ہے اور وہ بیج خوراکی جنس میں سے ہے یا غیر خوراکی، اور اس کے پاس ایک شخص آتا ہے اور کہتا ہے جو بیج آپ نے بویا ہے اس کا نصف خرچہ مجھ سے لے لو اور بقیہ اخراجات کا نصف میرے ذمہ ہوگا، مجھے بھی اس زراعت میں شریک کر لو؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اس دن کی قیمت کی نسبت طے کرے گا اور پھر اس سے نصف بیج کی قیمت اور بقیہ نصف خرچہ اس سے وصول کرے گا اور اسے اس معاملہ میں شریک کرے گا۔"

دوسرا باب: قانون آبیاری
(پھلدار درختوں کی آبیاری کا قانون)

Second Chapter:
(Law of Cultivation)
(Fruit Tree Cultivation Act)

تعریفات (Definitions):

مساقات کی لغوی تعریف:
(Literal definition courses)

آبیاری کے لیے عربی لغت میں مساقات کا لفظ استعمال ہوتا ہے جو باب مفاعلہ کا مصدر ہے جس کا روٹ ورڈ سقی ہے جس کا معنی پانی دینا اور سیراب کرنا ہے۔[1] اور اس کتاب میں ہم آبیاری کے بجائے اسی لفظ کو استعمال کریں گے کیونکہ اس کا مفہوم وسیع ہے اور درختوں کی دیکھ بھال کے موارد کو بھی شامل ہوتا ہے۔

مساقات کی اصطلاحی تعریف:
(Terminological definition courses)

فقہی اعتبار سے مساقات ''صاحب درخت اور عامل کے درمیان طے پانے والا معاملہ کو کہتے ہیں جس میں عامل، درختوں کو سیراب یا ان کی دیکھ بھال کرنے کے عوض درخت کے پھل سے بطور معین اور مشاع اپنا حصہ حاصل کرتا ہے''۔[2]

قانون 1: عقد مساقات شرعی اور عقلی طور پر ثابت ہے۔[3]

---

[1] ۔ ایضاً۔

[2] ۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۷، ص ۵۰، طبع ہفتم 1981، دار احیاالتراث العربی بیروت۔

[3] ۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۷، ص ۵۰۔

مستندات: (Authenticity)

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عَنِ الْحَلَبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو عَبْدِ اللهِ ع أَنَّ أَبَاهُ (ع) حدثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ص أَعْطَى خَيْبَرَ بِالنِّصْفِ أَرْضَهَا وَنَخْلَهَا۔[1]

ترجمہ: "حلبی سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: میرے والد گرامی بیان فرماتے تھے: رسول خداﷺ نے فتح خیبر کے بعد خیبر کی زمین اور کھجور کے درخت وہیں کے لوگوں کو نصف درآمد پر دے دیے۔"

۲۔عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فِي حَدِيثٍ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ يُعْطِي الرَّجُلَ أَرْضَهُ وَ فِيهَا رُمّانٌ أَوْ نَخْلٌ أَوْ فَاكِهَةٌ وَ يَقُولُ اسْقِ هَذَا مِنَ الْمَاءِ وَ اعْمُرْهُ وَ لَكَ نِصْفُ مَا أُخْرِجَ قَالَ لَا بَأْسَ۔[2]

ترجمہ: "ایک حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس میں راوی کہتا ہے: میں نے امام علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جو اپنی زمین کو کسی شخص کے حوالے کرتا ہے اور اس زمین میں انار، کھجور اور پھلوں کے درخت ہیں اور کہتا ہے کہ اس زمین کو پانی سے سیراب کرو اور اس کی دیکھ بھال کرو، جو اس سے حاصل ہوگا اس کا نصف تمہارا ہوگا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔"

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۱۹، ص40، باب ۸، از ابواب المزارعہ والمساقات، حدیث ۲، مسلسل نمبر ۲۴۱۰۸، موسسہ آل البیت علیہم السلام قم۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۱۹، ص44، باب ۱۰، از ابواب بیع الثمار، حدیث ۴،

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

مذہب حنفیہؒ کے علاوہ باقی تمام مذاہب اس مسئلہ میں مذہب امامیہ کے موافق ہیں۔ ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں:

والاصل فی جواز ھا السنة والاجماع ۔۔۔ فلم ینکرہ منکر فکان اجماعا وقال ابو حنیفه و زفر لاتجوز بحال۔ [1]

ترجمہ: "یعنی عقد مساقات کے جواز پر سنت اور اجماع قائم ہے اور اسکا کوئی منکر نہیں لیکن ابو حنیفہ اور زفر کہتے ہیں کہ عقد مساقات کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔"

قانون 2: عقد مساقات میں ایجاب و قبول کے لیے ہر اس لفظ کا استعمال جو مساقات کے معنی اور مفہوم کو بیان کرے جائز اور صحیح ہے۔ [2]

مستندات (Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فِي حَدِيثٍ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ يُعْطِي الرَّجُلَ أَرْضَهُ وَ فِيهَا رُمَّانٌ أَوْ نَخْلٌ أَوْ فَاكِهَةٌ وَ يَقُولُ اسْقِ هَذَا مِنَ الْمَاءِ وَ اعْمُرْهُ وَ لَكَ نِصْفُ مَا أُخْرِجَ۔ [3]

ترجمہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ راوی نے امام علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے بارے سوال کیا جس نے اپنی زمین جس میں انار، کھجور اور پھلوں کے درخت تھے

---

[1]۔ المغنی ابن قدامہ، ج۵، ص554۔

[2]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۲۷، ص55، مفتاح الکرامہ محقق عاملی، ج۲۰، ص۱۶۹، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۱، ص۵۹۰۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۱۹، ص45، باب از ابواب المزارعہ والمساقات حدیث۱، مسلسل نمبر 24119۔

کسی دوسرے شخص کو دیے اور کہا کہ اس کو پانی سے سیراب کرو اور اس کی دیکھ بھال کرو، جو اس کی در آمد ہو گی اس کا نصف تمہارا ہو گا۔"

وجہ استدلال
(Reasoning)

اس روایت میں ایجاب و قبول کے لیے امر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی خاص صیغے کا استعمال ضروری نہیں بلکہ ہر وہ لفظ اور صیغہ جو مساقات کا معنی اور مفہوم دے صحیح ہو گا۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اہل سنت فقہاء اس مسئلہ میں امامیہ فقہاء کے موافق ہیں۔ المغنی میں بیان ہوا ہے:

وتصح المساقات بلفظ المساقات و مایؤدی معناھا۔ [1]

ترجمہ: "عقد مساقات میں لفظ مساقات اور جو اس معنی اور مفہوم کو بیان کرے ان الفاظ کے ساتھ صحیح اور جائز ہے۔"

قانون 3: عقد مساقات عقود لازمہ میں سے ہے، پس زمین کے مالک یا عامل کی موت سے عقد باطل اور فسخ نہیں ہو گا بلکہ ان کے وارث عقد کی بقاء یا فسخ کرنے میں ان کے قائم مقام ہوں گے۔ اور اگر مالک نے خود عامل کے کام کرنے کی شرط رکھی ہو تو عامل کی موت کے ساتھ عقد فسخ ہو جائے گا۔ [2]

---

[1] ۔ المغنی ابن قدامہ، ج۵، الفقہ علی المذاھب الاربعہ، عبد الرحمٰن جزیری، ج۳، ص۳۲۔

[2] ۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج27، ص60؛ مفتاح الکرامہ، محقق عاملی، ج20، ص176؛ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج1، ص592، مسئلہ نمبر 7

مستندات (Authenticity):

قرآن (Quran):

أَوْفُوا بِالْعُقُودِ۔ [1]

ترجمہ: ''عہد و پیمان کی کو پورا کرو۔''

یعنی جو عہد اور عقد اپنی تمام شرائط کے ساتھ انجام پا چکا ہو اسے توڑنا درست نہیں ہے۔

حدیث نبوی ﷺ (Hadith Nabvi (P.B.U.H):

قال رسول اللہ ﷺ: المومنون عند شروطھم۔ [2]

ترجمہ: ''مؤمنین کے لیے اپنی شروط (عقد و پیمان) کی وفا اور پاسداری لازمی ہے۔''

اس آیت مجیدہ اور حدیث مبارکہ میں بطور مطلق بیان ہوا ہے کہ جب تم کوئی عقد انجام دے دو تو پھر اس کی پاسداری کرنا تم پر لازم ہے، پس عقد مساقات کے انجام پا جانے کے بعد اس کو فسخ نہیں کیا جا سکتا۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اہل سنت فقہاء کے نزدیک بھی عقد مساقات عقود لازمہ میں سے ہے۔ صاحب کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ لکھتے ہیں:

إن عقد المساقاۃ لازم فلا یصح لاحدھما فسخہ بعد الایجاب والقبول۔ [3]

---

[1]۔ سورۃ مائدہ آیت ۱۔

[2]۔ تہذیب الاحکام شیخ طوسی، ج۷، ص۳۳۴، ح۶۶، مسلسل نمبر ۱۵۰۳، دارالاضواء بیروت، طبع دوم ۱۴۱۳ ھجری، الفقہ المذاھب الاربعہ، ج۳، ص۲۷۔

[3]۔ مفتاح الکرامہ، محقق عاملی، ج۲۰، ص۱۸۰، جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۲۷، ص۶۱، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۱، ص۵۹۱، مسئلہ نمبر ۲۔

ترجمہ: ''عقد مساقات عقد لازمہ ہے پس مالک اور عامل میں سے کوئی بھی ایجاب و قبول کے بعد اس کو فسخ نہیں کر سکتا۔''

عقد مساقات میں ذکر درختوں سے متعلق قوانین

(Laws regarding the tree which are Described in mentioned in courses)

قانون 4: عقد مساقات فقط ایسے پر صحیح اور جائز ہے جن کے پھل یا پتوں یا پھولوں سے استفادہ کیا جاتا ہو۔[1]

مستندات (Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

''عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فِي حَدِيثٍ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ يُعْطِي الرَّجُلَ أَرْضَهُ وَ فِيهَا رُمّانٌ أَوْ نَخْلٌ أَوْ فَاكِهَةٌ وَ يَقُولُ اسْقِ هَذَا مِنَ الْمَاءِ وَ اعْمُرْهُ وَ لَكَ نِصْفُ مَا أُخْرِجَ قَالَ لَا بَأْس''۔[2]

ترجمہ: ایک حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ راوی نے کہا میں نے ایک ایسے شخص کے بارے امام علیہ السلام سے سوال کیا کہ جس نے اپنی زمین کسی دوسرے شخص کے حوالے کی، جس میں انار، کھجور اور پھلوں کے درخت تھے اور اس نے کہا کہ اس کو سیراب کرو اور اس کی دیکھ بھال کرو، جو اس باغ سے حاصل ہو گا اس کا نصف تمہارا ہو گا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔

---

[1]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج۱۹، ص۴۴، باب ۹، از ابواب المساقات، ح۲، مسلسل نمبر ۲۴۱۱۹۔

[2]۔ المغنی ابن قدامہ، ج۵، ص۵۵۶، فقہ السنہ سید سابق، ج۳، ص۲۷۹، طبع ہشتم ۱۴۰۷ ھجری دار الکتاب العربی بیروت۔

وجہ استدلال:
(Reasoning)

اس روایت میں بیان ہوا ہے کہ "ما اخرج" یعنی جو اس باغ سے حاصل ہو گا اس کا نصف تمہارا ہو گا پس یہ پھل پتے اور پھول تمام کو شامل ہے چونکہ بعض پتوں مثلاً توت اور مہندی کے پتے اور پھول مثلاً گلاب وغیرہ سے لوگ استفادہ کرتے ہیں لہٰذا تمام موارد میں عقد مساقات جاری ہو گا۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں مذہب حنفیہؒ کے علاوہ تمام مذاہب اہل سنت، امامیہ کے موافق ہیں۔ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

فاما ما لا ثمر له فلا تجوز المساقات إلّا ان یکون مما یقصد ورقة او زهرة کالتوت والورد فالقیاس یقتضی جواز المساقات علیه۔ [1]

ترجمہ: "ایسا درخت جو پھلدار نہیں اس پر عقد مساقات کرنا جائز نہیں مگر جب اس درخت کے پتے یا پھول قابل استفادہ ہوں جیسے توت اور گلاب، تو قیاس اس صورت میں مساقات کے جواز کا تقاضا کرتی ہے۔"

قانون 5: وہ درخت جو مورد عقد مساقات واقع ہوں ان کا مالک اور عامل کے نزدیک معلوم اور معین ہونا ضروری ہے۔ [2]

---

[1] ۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۱، ص۵۹۰، مؤسسہ نشر اسلامی قم، مفتاح الکرامہ محقق عاملی، ج۲۰، ص۱۸۵۔

[2] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۱۹، ص۴۴، باب از ابواب المساقات، ح۲، مسلسل 24119۔

مستندات (Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عِ فِي حَدِيثٍ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ يُعْطِي الرَّجُلَ أَرْضَهُ وَ فِيهَا مَاءٌ أَوْ نَخْلٌ أَوْ فَاكِهَةٌ وَيَقُولُ اسْقِ هَذَا مِنَ الْمَاءِ وَ اعْمُرْهُ وَلَكَ نِصْفُ مَا أُخْرِجَ قَالَ لَا بَأْسَ۔ [1]

ترجمہ: ''راوی کہتا ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جو اپنی زمین کسی دوسرے شخص کے حوالے کرتا ہے جس میں انار، کھجور اور دیگر پھلوں کے درخت ہیں اور کہتا ہے کہ اس کو پانی سے سیراب اور آباد کرو اور جو درآمد ہو گی اس کا نصف تمہارا ہو گا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس معاملہ میں کوئی حرج نہیں۔''

وجہ استدلال:
(Reasoning)

اس روایت میں یہ جملہ (اسق هذا من الماء) اپنے مدعا پر دلالت کرتا ہے چونکہ هذا اسم اشارہ ہے جو کہ معین اور حاضر شئی کے لیے استعمال ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ وہ زمین یا درخت مالک اور عامل کے نزدیک معلوم اور مشخص تھے۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اہل سنت فقہاء اس مسئلہ میں امامیہ فقہاء کے موافق ہیں۔ الفقہ علی المذاھب الاربعہ میں بیان ہوا ہے:

أن يكون الشجر الذى يقع عليه العقد معلوما للمالك والعامل بالرؤية

---

[1] ۔ الفقہ علی المذاھب الاربعہ عبدالرحمٰن جزیری، ج۳، ص ۳۲۔

والصفة۔[1]

ترجمہ: "جس درخت کے لیے عقد مساقات انجام دیا جارہا ہے، مالک اور عامل کے نزدیک اس کا معلوم اور مشخص ہونا ضروری ہے چاہے دیکھنے کے ساتھ ہو یا اس کے اوصاف بیان کرنے کے ساتھ مشخص ہو۔"

قانون 6: عقد مساقات کی مدت اس طرح معین اور مشخص ہو کہ جس میں کمی بیشی کا احتمال نہ پایا جائے جیسے مہینوں اور سالوں میں، پس اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فلاں کام کے انجام دینے کی مدت تک عقد انجام دیتے ہیں تو اس صورت میں عقد باطل ہوگا۔[2]

مستندات (Authenticity):

صاحب جواہر فرماتے ہیں کہ اگر مدۃ معین نہ کی جائے تو غرر اور جہالت لازم آتی ہے جس سے منع کیا گیا ہے لہذا ضروری ہے کہ عقد میں مدۃ معین اور مشخص ہو۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء، فقہاء امامیہ کے موافق ہیں۔ صاحبِ کتاب، الفقہ علی المذاهب الاربعۃ لکھتے ہیں:

ان یکون مقدراً بمدۃ کسنۃ او اقل او اکثر فاذا اشترطا مدۃ غیر معینۃ فسد العقد۔[3]

ترجمہ: "عقد مساقات میں مدت کا معلوم ہونا ضروری ہے جیسے ایک سال یا کم و بیش کے

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۱، ص۵۹۰، جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۲۷، ص۶۴، مفتاح الکرامہ، محقق عاملی، ج۲۰، ص۲۰۱۔

[2]۔ الفقہ علی المذاهب الاربعہ عبدالرحمٰن جزیری، ج۳، ص۳۰۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۱، ص۵۹۱، مسئلہ نمبر ۳۔ مفتاح الکرامہ محقق عاملی، ج۲۰، ص۱۹۶۔

لیے پس اگر مالک اور عامل غیر معین مدت کی شرط کریں تو عقد باطل ہو گا۔"

قانون 7 : پھل دار درختوں کے چھوٹے پودوں پر عقد مساقات انجام دینا جائز ہے جب عقد کی مدت اتنی زیادہ ہو کہ جس میں وہ پودے پھلدار درخت بن جائیں۔ [1]

مستندات (Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ شُعَيْبٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنْ شِرَاءِ النَّخْلِ فَقَالَ كَانَ أَبِي يَكْرَهُ شِرَاءَ النَّخْلِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ ثَمَرَةُ السَّنَةِ وَ لَكِنَّ السَّنَتَيْنِ وَ الثَّلَاثَ كَانَ يَقُولُ إِنْ لَمْ يَحْمِلْ فِي هَذِهِ السَّنَةِ حَمَلَ فِي السَّنَةِ الْأُخْرَى قَالَ يَعْقُوبُ- وَ سَأَلْتُهُ عَنِ الرَّجُلِ يَبْتَاعُ النَّخْلَ وَ الْفَاكِهَةَ قَبْلَ أَنْ يَطْلُعَ سَنَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَ سِنِينَ أَوْ أَرْبَعاً قَالَ لَا بَأْسَ إِنَّمَا يُكْرَهُ شِرَاءُ سَنَةٍ وَاحِدَةٍ قَبْلَ أَنْ يَطْلُعَ مَخَافَةَ الْآفَةِ حَتَّى يَسْتَبِينَ۔ [2]

ترجمہ: "یعقوب بن شعیب روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کھجور کے درخت کی خرید وفروخت کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: کہ میرے والد گرامی ناپسند فرماتے تھے کہ جس سال عقد مساقات انجام دیا جا رہا ہو اسی سال کا پھل لگنے سے قبل معاملہ کرنے کو لیکن دو یا تین سال کی مدت والے معاملے میں اگر کہا جائے کہ اس سال پھل نہ لگے تو اگلے سال شامل ہو گا، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ راوی پھر کہتا کہ میں نے ایسے پھل دار درخت کی خرید و فروخت کے بارے میں سوال کیا کہ جس پر دو یا تین یا چار سال پھل لگنے سے قبل معاملہ کیا جائے۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں کیونکہ مکروہ ہونا فقط

---

[1] ۔ موسسہ احیاء اثار الامام الخوئی، قم۔

[2] ۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ج ۱۸، ص ۲۱۳، باب ۱، از ابواب بیع الثمار، ح ۸، مسلسل نمبر ۲۳۵۱۸،

ایک سال مدت والا معاملہ ہے چونکہ کسی آفت کا خوف ہوتا ہے مگر جب پھل لگ جائے تو پھر مکروہ بھی نہیں ہے۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء امامیہ کے موافق ہیں۔ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

واذا ساقاه علی وادی النخل او صغارالشجر الی مدة یحمل فیھا غالبا۔۔۔صح۔[1]

ترجمہ: "اگر کوئی شخص کھجور کے ان چھوٹے پودوں پر عقد مساقات کرے جو غالبا اس مدت میں پھلدار ہو جاتے ہوں تو عقد صحیح ہوگا۔"

عامل کے وظائف سے متعلق قوانین

(Rules relating to the emoluments of agents)

قانون 8: عامل کے لیے ہر اس شرط کی پاسداری کرنا ضروری ہے جو کام کے حوالے سے عقد کے دوران بیان ہوئی ہو لیکن اگر عقد بطور مطلق ہو تو ہر وہ کام جو درخت کی دیکھ بھال اور پھل میں اضافے کا باعث ہو عامل کے وظائف میں شمار ہوگا۔[2]

مستندات (Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

يَعْقُوبَ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الرَّجُلِ تَكُونُ لَهُ الْأَرْضُ مِنْ

---

[1]۔ المغنی ابن قدامہ جلد ۵ ص ۴۱۳ دار احیا التراث العربی بیروت۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج ۱، ص ۵۹۲، مسئلہ نمبر ۸۔

أَرْضِ الْخَرَاجِ فَيَدْفَعُهَا إِلَى الرَّجُلِ عَلَى أَنْ يَعْمُرَهَا وَ يُصْلِحَهَا وَ يُؤَدِّيَ خَرَاجَهَا وَ مَا كَانَ مِنْ فَضْلٍ فَهُوَ بَيْنَهُمَا قَالَ لَا بَأْسَ إِلَى أَنْ قَالَ وَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْمُزَارَعَةِ فَقَالَ النَّفَقَةُ مِنْكَ وَ الْأَرْضُ لِصَاحِبِهَا فَمَا أَخْرَجَ اللهُ مِنْ شَيْءٍ قُسِمَ عَلَى الشَّطْرِ وَ كَذَلِكَ أَعْطَى رَسُولُ اللهِ ص خَيْبَرَ حِينَ أَتَوْهُ فَأَعْطَاهُمْ إِيَّاهَا عَلَى أَنْ يَعْمُرُوهَا وَ لَهُمُ النِّصْفُ مِمَّا أَخْرَجَتْ۔[1]

ترجمہ: ”یعقوب بن شعیب نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے سوال کیا کہ جس کے پاس زمین خراجیہ تھی اور اس نے کسی دوسرے شخص کو کہا کہ اس زمین کو آباد کرو اور اس کی دیکھ بھال کرو۔ اس زمین کا ٹیکس ادا کرنے کے بعد جو درآمد بچے گی وہ ہم آپس میں برابر تقسیم کریں گے۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے مزارعہ کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خرچہ تمہارا اور زمین مالک کی، جو درآمد ہوگی وہ آپس میں طے شدہ مقدار پر تقسیم کی جائے گی۔“

وجہ استدلال:
(Reasoning)

اس روایت میں چونکہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خرچہ تمہارا اور زمین مالک کی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مساقات میں بھی درخت مالک کی طرف سے اور باقی تمام کام عامل کی طرف سے انجام دیے جائیں گے جیسا کہ صاحب جواہر نے بھی اسی طرح سے اس روایت سے استدلال کیا ہے۔

قانون 9: عقد مساقات میں عامل کے لیے خود کام کرنا لازمی نہیں بلکہ وہ کام کے لیے کسی دوسرے شخص کو اجیر بنا سکتا ہے۔[2]

[1] ۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی؛ جلد ص باب ۱۰ از ابواب المزارعہ والمساقات حدیث ۲ مسلسل نمبر ۲۴۱۲۱

[2] ۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۲۷، ص 58، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج ا، ص ۵۹۱، مسئلہ نمبر ا۔

قانون 10: عقد مساقات میں ضروری ہے کہ پھل کے خوشے نکلنے سے پہلے عقد انجام دیا جائے البتہ اگر عامل کے کسی کام کے ذریعے پھلوں میں اضافے کا امکان ہو تو پھلوں کے ظاہر ہونے کے بعد بھی عقد کا جاری کرنا جائز ہوگا۔[1]

مستندات (Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الرَّجُلِ تَكُونُ لَهُ الْأَرْضُ مِنْ أَرْضِ الْخَرَاجِ فَيَدْفَعُهَا إِلَى الرَّجُلِ عَلَى أَنْ يَعْمُرَهَا وَ يُصْلِحَهَا وَ يُؤَدِّيَ خَرَاجَهَا وَ مَا كَانَ مِنْ فَضْلٍ فَهُوَ بَيْنَهُمَا قَالَ لَا بَأْسَ إِلَى أَنْ قَالَ وَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْمُزَارَعَةِ فَقَالَ النَّفَقَةُ مِنْكَ وَ الْأَرْضُ لِصَاحِبِهَا فَمَا أَخْرَجَ اللهُ مِنْ شَيْءٍ قُسِمَ عَلَى الشَّطْرِ وَ كَذَلِكَ أَعْطَى رَسُولُ اللهِ ص خَيْبَرَ حِينَ أَتَوْهُ فَأَعْطَاهُمْ إِيَّاهَا عَلَى أَنْ يَعْمُرُوهَا وَ لَهُمُ النِّصْفُ مِمَّا أَخْرَجَتْ۔[2]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ راوی نے امام علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جس کے پاس خراج والی زمین تھی اور اس نے وہ زمین کسی اور شخص کے حوالے کی تا کہ اسے زراعت کے قابل بنائے اور اس کا خراج اس کی درآمد سے ادا کرے اور جو کچھ بچ جائے وہ آپس میں تقسیم کریں گے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح پیغمبر اکرم ﷺ نے فتح خیبر کے وقت وہاں کے لوگوں کو وہ زمین دی تا کہ اس زمین کو آباد کرکے زراعت کا کام کریں جو درآمد حاصل ہوگی وہ نصف نصف کریں گے۔''

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۱۹، ص۴۵، باب ۱۰، از ابواب احکام المزارعہ والمساقات، ح۲، مسلسل 24121۔

[2]۔ المغنی، ابن قدامہ، ج۵، ص۵۵۸۔

وجہ استدلال
(Reasoning)

اس روایت میں واضح طور پر بیان ہوا ہے کہ عقد، پھل کے ظاہر ہونے سے قبل انجام پایا ہے۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اہل سنت کے فقہاء اس مسئلہ میں فقہاء امامیہ کے موافق ہیں۔ ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں:

''انما تصح اذا بقی من العمل ما یستزاد به الثمرة کالتابیر فان بقی مالا تزید به الثمرة لم یجز بغیر خلاف''۔ [1]

ترجمہ: ''پھل کے ظاہر ہونے کے بعد اس وقت عقد مساقات جائز ہو گا جب عامل کے لیے کوئی ایسا کام باقی ہو جس کے انجام دینے سے پھل میں اضافہ ممکن ہو مثلاً کھجور کے درخت کی اصلاح کرنا لیکن اگر ایسا کام ہو جو پھل میں اضافہ کا باعث نہ ہو تو عقد مساقات جائز نہیں ہو گا اس میں تمام فقہاء کے نزدیک کوئی اختلاف نہیں ہے۔''

قانون 11: عقد مساقات میں عامل کے لیے درآمد کے ساتھ کسی نقدی اور غیر نقدی چیز کی شرط رکھنا جائز ہے مثلاً عامل یہ کہے کہ نصف درآمد کے ساتھ فلاں مقدار رقم یا سونا، چاندی لوں گا۔ [2]

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ، ج۱، ص۵۹۲، مسئلہ ۹۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، ج۱، ص۵۹۲، مسئلہ 10، جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۲۷، ص۷۶،۷۷۔

مستندات (Authenticity):

حدیث نبوی ﷺ
(Hadith Nabvi (P.B.U.H)

''المومنون عند شروطھم''۔ [1]

ترجمہ: ''مومنین کو اپنی شرائط کی پاسداری کرنی چاہیے۔''

قانون 12: عقد مساقات کے دوران کسی صورت میں بھی اگر عقد باطل اور فاسد ہو جائے تو تمام درآمد مالک کی ملکیت ہو گی جبکہ عامل اپنے کام کی اجرت مثل لے گا۔ [2]

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

صاحب کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعہ لکھتے ہیں:

''واما المساقات الفاسدۃ فحکمھا ان الخارج یکون کلہ للمالك وان للعامل اجرۃ المثل''[3]

ترجمہ: ''عقد باطل ہونے کی صورت میں درآمد مالک کو ملے گی اور وہ عامل کو زمین میں کام کرنے کی اجرت مثل دے گا۔''

قانون 13: پھلوں کے نکلنے سے ہی عامل اپنے حصے کا مالک بن جائے گا پس اگر پھل پکنے سے پہلے فوت ہو جائے تو اس کے وارث اس کے حصے کے مالک ہوں گے۔ [4]

---

[1]۔ تھذیب الاحکام، شیخ طوسی، جلد ۷، ص ۳۳۴ حدیث ۶۶ مسلسل نمبر ۱۵۰۳،

[2]۔ الفقہ علی المذاهب الاربعہ عبد الرحمٰن جزیری، ج ۳، ص ۲۷۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، ج ۱، ص 593، مسئلہ 11، مفتاح الکرامہ، محقق عاملی، ج ۲۰، ص ۲۶۲۔

[4]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۹، ص ۴۴، باب ۹، از ابواب المزارعہ والمساقات، ح ۲، مسلسل 24119۔

مستندات (Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فِي حَدِيثٍ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ يُعْطِي الرَّجُلَ أَرْضَهُ وَ فِيهَا مَاءٌ أَوْ نَخْلٌ أَوْ فَاكِهَةٌ وَ يَقُولُ اسْقِ هَذَا مِنَ الْمَاءِ وَ اعْمُرْهُ وَ لَكَ نِصْفُ مَا أُخْرِجَ قَالَ لَا بَأْسَ-[1]

ترجمہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ راوی نے امام علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جس نے اپنی زمین کسی دوسرے شخص کے حوالے کی اور اس زمین میں انار، کھجور اور پھلوں کے درخت تھے اور کہا کہ اس کو پانی سے سیراب کرو اور اس کی دیکھ بھال کرو، اس زمین سے حاصل ہونے والی درآمد نصف نصف تقسیم کریں گے؟ تو امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ اس معاملہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

وجہ استدلال:
(Reasoning)

اس حدیث میں "مااخرج" کا جملہ استعمال ہوا ہے جس سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ پھل کے پکنے سے پہلے عامل اور مالک اپنے اپنے حصے کے مالک ہوں گے جیسا کہ صاحب تفصیل الشریعہ نے بھی اسی جملے سے اسی مطلب کو استنباط کیا ہے۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

فقہاء اہل سنت بھی اس مسئلہ میں امامیہ فقہاء کے موافق ہیں۔ البتہ شافعی فقہاء کے نزدیک ایک قول کے مطابق عامل تقسیم کے بعد اپنے حصے کا مالک ہوگا۔ جبکہ دوسرے قول کے

---

[1]۔ تفصیل الشریعہ فی شرح تحریر الوسیلہ شیخ فاضل لنکرانی، کتاب المساقات، ص ۱۸۰، طبع اول ۱۴۲۵، ھجری، مرکز فقہ الآئمہ الاطہار علیہم السلام، قم۔

مطابق امامیہ فقہاء کے موافق ہیں۔ ابن قدامہ، المغنی میں لکھتے ہیں:

ویملك العامل حصته من الثمرة بظهورها ۔۔۔ هذا احدقولی الشافعی یملکه بالمقاسمة کالقراض.[1]

ترجمہ: "شافعی کے ایک قول کے مطابق پھل کے ظاہر ہونے کے ساتھ ہی عامل اپنے حصے کا مالک ہو گا جبکہ اس کے دوسرے قول کے مطابق عامل تقسیم کے بعد اپنے حصے کا مالک ہو گا جیسا کہ قرض میں بھی تقسیم کے بعد مالک ہوتا ہے۔"

قانون 14: اگر عامل کام سے فرار کر جاے تو عقد مساقات فسخ نہیں ہو گا بلکہ مالک حاکم کی طرف رجوع کرے گا اور حاکم اسے کام کرنے پر مجبور کرے گا اور اگر وہ معذور ہو تو حاکم عامل کے مال سے یا بیت المال سے مالک کو اس کام کی اجرت دے گا۔ اور اگر حاکم تک رسائی ممکن نہ ہو تو مالک عقد فسخ کر سکتا ہے۔[2]

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں:

ان هرب العامل فلرب المال الفسخ لانه عقد جائز۔[3]

یعنی اگر عامل کام کرنے سے فرار کر جائے تو مالک معاہدہ فسخ کر سکتا ہے چونکہ یہ عقد جائز ہے نہ لازم۔ لیکن اگر اس کو عقد لازم تسلیم کریں تو اگر حاکم سے قرض لینا ممکن ہو تو اس کی جگہ پر کسی دوسرے شخص کو اجیر کیا جائے گا لیکن اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو مالک معاملے کو فسخ کر سکتا ہے۔

---

[1]۔ المغنی ابن قدامہ، ج۵، ص۵۷۶۔

[2]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۲۷، ص۸۰: مفتاح الکرامہ، سید محقق عاملی، جلد ۲۰، ص۲۷۶۔

[3]۔ المغنی ابن قدامہ جلد 5 ص 409 دار احیاء التراث العربی بیروت.

آبیاری کے معاہدہ میں مالک اور عامل کے اختلاف کا قانون

(Law of Dispute between Owner and Agent in Contract of Irrigation)

قانون15: آبیاری کے معاہدہ میں اگر مالک اور عامل کے درمیان معاہدہ کے صحیح یا باطل ہونے میں اختلاف ہو جائے تو معاہدہ کے صحیح ہونے کے دعویدار کی بات کو مانا جائے گا۔

قانون16: اگر مالک اور عامل کے درمیان عامل کے حصہ کی مقدار کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو مالک کا قول تسلیم کیا جائے گا جو زیادہ دینے سے انکاری ہے، اور مدت کی مقدار میں اختلاف کی صورت میں بھی یہی قانون لاگو ہوگا۔

قانون17: اگر مالک اور عامل کے درمیان پیداوار کی مقدار میں اختلاف ہو جائے، جیسے مالک پیداوار کے زیادہ ہونے کا دعوی کرے لیکن عامل انکاری ہو تو عامل کی بات مانی جائے گی۔

قانون18: اگر مالک، عامل پر چوری، پھل کے تلف کرنے، خیانت کرنے یا کوتاہی برتنے کا الزام لگائے تو شرعی طور پر معتبر دلیل کے بغیر اس کا الزام نہیں سنا جائے گا۔

دلیل:

(Argument)

چونکہ معاہدہ میں عامل کو بطور امین تسلیم کیا گیا ہے لہٰذا اُس کی امانت داری کے خلاف جو دعوی بھی کیا جائے اُسے شرعاً ثابت کرنا ضروری ہوگا۔

تیسرا باب

قانونِ شفعہ

(Chapter Three)

(Law of Intercession)

تعریفات (Definitions)

شفعہ کی لغوی تعریف:
(Literal definition of intercession)

عربی لغت میں شفعہ، فعلہ کے وزن پر ہے جو جفت اور ملانے کے معنی میں ہے۔ یعنی ایک شریک دوسرے شریک کے حصے کو اپنے حصے کے ساتھ ملا کر جفت کرتا ہے۔ یہ کلمہ قوت بخشنے اور مدد دینے کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔[1]

شفعہ کی اصطلاحی تعریف:
(Terminological definition of Shafaa)

فقہی اصطلاح میں شفعہ کا معنی یہ ہے کہ اگر دو افراد غیر منقول مال (زمین، باغ) میں شریک ہوں اور ان میں سے ایک شریک اپنا حصہ کسی تیسرے شخص کو فروخت کرے تو دوسرا شریک، خریدار کو وہی قیمت ادا کرکے اس مال کو اپنی ملکیت میں لے سکتا ہے، اگرچہ خریدار راضی نہ ہو۔[2]

قانون ۱: غیر منقول مال میں سے ایک شریک اپنا حصہ کسی تیسرے شخص کو فروخت کرے تو دوسرا شریک وہی قیمت ادا کرکے اس چیز کو اپنی ملکیت میں لے سکتا ہے۔[3]

---

[1]۔ مفردات الفاظ القرآن، راغب اصفہانی، ص ۴۵۷، چاپ اول، دار العلم، بیروت، ۱۴۱۲ھ۔ المحیط فی اللغۃ، اسماعیل بن عباد، جلد ۱ ص ۲۹۲، چاپ اول، عالم الکتاب، بیروت، ۱۴۱۴ھ۔

[2]۔ تبصرۃ المتعلمین، علامہ حلی، ص ۱۰۳، چاپ اول، نشر وزارت فرہنگ اسلامی، تہران، ۱۴۱۱ھ۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، جلد ۱ ص ۵۱۰، مسئلہ نمبر ۱۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، جلد ۱ ص ۵۱۰، مسئلہ نمبر ۱، ۲ طبع چہارم، موسسہ نشر اسلامی (جامعہ مدرسین قم) ۱۴۱۵ھ۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۳۷ ص ۲۴۱، طبع دوم، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۶۲ش

مستندات(Authenticity):

حدیث نبوی ﷺ:
(Hadith Nabvi (P.B.U.H)

عَنِ النَّبِيِّ ص قَالَ: الشُّفْعَةُ فِي كُلِّ مُشْتَرَكٍ رَبْعٍ أَوْ حَائِطٍ فَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَبِيعَهُ حَتَّى يَعْرِضَهُ عَلَى شَرِيكِهِ فَإِنْ بَاعَهُ فَشَرِيكُهُ أَحَقُّ بِهِ۔ [1]

ترجمہ: ''نبی اکرم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: حق شفعہ ہر مشترک گھر یا چاردیواری پر ثابت ہے، پس شریک کے لیے صحیح نہیں کہ وہ اسے فروخت کرے مگر پہلے اپنے شریک کو خریدنے کا کہے گا، اور اگر وہ اس گھر کو فروخت کرے تو اس کا شریک اسے خریدنے میں زیادہ حقدار ہے۔''

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

ا۔ الْحَلَبِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع أَنَّهُ قَالَ فِي الْمَمْلُوكِ يَكُونُ بَيْنَ شُرَكَاءَ فَيَبِيعُ أَحَدُهُمْ نَصِيبَهُ فَيَقُولُ صَاحِبُهُ أَنَا أَحَقُّ بِهِ أَ لَهُ ذَلِكَ قَالَ نَعَمْ إِذَا كَانَ وَاحِداً فَقِيلَ فِي الْحَيَوَانِ شُفْعَةٌ فَقَالَ لَا۔[2]

ترجمہ: ''جناب حلبی، امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے ایسی چیز کے بارے فرمایا جو دو افراد کی مشترکہ ملکیت تھی، ان میں سے ایک شریک اپنا حصہ فروخت کرتا ہے تو دوسرا شریک کہتا ہے کہ اُسے خریدنے میں، میں زیادہ حقدار ہوں، کیا اسے یہ حق حاصل ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔ پھر امام سے کہا گیا کہ کیا حیوان میں حق شفعہ

---

[1]۔ مستدرک الوسائل، مرزا حسین نوری، جلد ۱۷، ص ۱۰۱، باب ۵، حدیث ۵ مسلسل نمبر ۲۰۸۶۴۔

[2]۔ اصول کافی، یعقوب کلینی، جلد ۵ ص ۲۱۰ حدیث ۵۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵ ص ۴۰۲، باب ۷، حدیث ۳، مسلسل نمبر ۳۲۲۲۴

ہے؟امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔"

۲ ۔ وَ رُوِيَ أَيْضاً أَنَّ الشُّفْعَةَ لَا تَكُونُ إِلَّا فِي الْأَرَضِينَ وَ الدُّورِ فَقَط۔ [1]

ترجمہ: "امام علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ حق شفعہ نہیں ہے مگر زمینوں اور گھروں میں۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں فقہاء اہل سنت امامیہ فقہاء کے موافق ہیں۔ جیسا کہ صاحب کتاب (فقہ السنہ) لکھتے ہیں:

تملك المشفوع فيه جبرا عن المشترى بما قام عليه من الثمن والنفقات۔[2]

ترجمہ: "یعنی جبری طور پر مشفوع فیہ (جس چیز میں شفع کیا گیا ہو) کا خریدار سے، اسے اس کی قیمت اور بقیہ اخراجات ادا کرکے اپنی ملکیت میں لینا صحیح ہے۔"

شفعہ کے موارد

(Cases of intercession)

قانون 2: حق شفعہ، قابل تقسیم مال اور دو افراد کے درمیان مشترک مال پر صحیح ہو گا، پس اگر مال قابل تقسیم نہ ہو یا دو سے زائد افراد کے درمیان مشترک ہو تو حق شفعہ ثابت نہ ہو گا۔[3]

---

[1]۔ اصول کافی، یعقوب کلینی، جلد ۵ ص ۲۸۱۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵ ص ۴۰۵، باب ۸، حدیث ۳، مسلسل نمبر ۳۲۲۳۰

[2]۔ فقہ السنہ، سید سابق، جلد ۳ ص ۲۰۵، طبع ہشتم، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ

[3]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، جلد ۱ ص ۵۱۰، ۵۱۱، مسئلہ نمبر ۲، ۶۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۷ ۳ ص ۲۵۱۔

مستندات(Authenticity):

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:
(Hadith Nabvi (P.B.U.H)

روی جابر أن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ قال: «الشفعة فیما لم یقسم فاذا وقعت الحدود فلا شفعة-[1]

ترجمہ: ''جناب جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ بتحقیق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حق شفعہ اس چیز میں ہے جو ابھی تقسیم نہ کی گئی ہو، اور جب ہر ایک شریک کی حدود مشخص ہو جائے تو پھر شفعہ نہیں ہو گا۔''

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

۱- عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ لَا تَكُونُ الشُّفْعَةُ إِلَّا لِشَرِيكَيْنِ مَا لَمْ يُقَاسِمَا فَإِذَا صَارُوا ثَلَاثَةً فَلَيْسَ لِوَاحِدٍ مِنْهُمْ شُفْعَةٌ-[2]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: حق شفعہ نہیں ہو گا مگر جب شریک دو ہوں اور مال تقسیم نہ ہوا ہو، پس اگر شریک تین ہوں گے تو شفعہ ان میں سے کسی کے لیے بھی ثابت نہیں ہو گا۔''

۲۔ ''عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ لَا تَكُونُ الشُّفْعَةُ إِلَّا لِشَرِيكَيْنِ مَا لَمْ يَتَقَاسَمَا''-[3]

---

[1]۔ سنن البیہقی، جلد ۶ ص ۱۰۲۔ مستدرک الوسائل، مرزا حسین نوری، جلد ۱۷ ص ۹۹، باب ۳، حدیث

[2]۔ اصول کافی، یعقوب کلینی، جلد ۵ ص ۲۸۱، حدیث ۷۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵ ص ۴۰۲، باب ۷، حدیث، مسلسل نمبر ۰

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵ ص، باب ۳، حدیث ۱، مسلسل نمبر ۰ الوافی، فیض کاشانی، جلد ۱۷، ص ۶۸۷، باب ۸، حدیث ۳۲۲۰۶۔

ترجمہ: ”امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: حق شفعہ نہیں ہے مگر دو شریک افراد کے لیے، جب تک مال تقسیم نہ کرلیں۔“

اہل سنت فقہاء کی رائے: (The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

قابل تقسیم مال کے حوالے سے، اہل سنت فقہاء، شیعہ فقہاء کے موافق ہیں جبکہ اہل سنت کے نزدیک دو سے زائد افراد کے درمیان مشترک مال پر بھی شفعہ ثابت ہے۔ جیسا کہ فقہ السنہ میں بیان ہوا ہے:

ان الشفعة ثابتة فی کل مشترکة مشاع قابل للقسمة، فاذا قسم وظهرت الحدود و رسمت الطرق بینهما فلا شفعة-[1]

ترجمہ: ”یعنی شفعہ ہر مشترک اور قابل تقسیم مال میں ثابت ہے، پس جب مال دونوں کے درمیان تقسیم ہو جائے اور حدود مشخص ہو جائیں اور راستے معین ہو جائیں تو پھر حق شفعہ نہیں ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ جب زمین میں پلاٹنگ ہو جائے تو پھر حق شفعہ نہیں رہے گا۔“

قانون 3: حق شفعہ اس صورت میں ہوگا جب کوئی شریک اپنا حصہ فروخت کرے، لیکن اگر وہ کسی کو ہبہ، فدیہ، خلع یا مصالحت کی صورت میں دیتا ہے تو اس وقت شریک کے لیے حق شفعہ نہ ہوگا۔[2]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

۱۔ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلَى بَيْتٍ فِي دَارٍ لَهُ وَ

[1]۔ فقہ السنہ، سید سابق، جلد ۳ ص ۲۰۷۔ بدایۃ المجتہد، ابن رشد قرطبی، جلد ۲ ص ۲۵۵، انتشارات شریف رضی، قم، ۱۳۸۶ھ۔ المغنی، ابن قدامہ، جلد ۵ ص ۳۰۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، جلد ۱، ص ۵۱۱، مسئلہ نمبر ۵۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۳۷ ص ۲۶۶۔

لَهُ فِي تِلْكَ الدَّارِ شُرَكَاءُ قَالَ جَائِزٌ لَهُ وَ لَهَا وَ لَا شُفْعَةَ لِأَحَدٍ مِنَ الشُّرَكَاءِ عَلَيْهَا-[1]

ترجمہ: "جناب ابو بصیرؒ نے، امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے امام علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے ایک عورت کے ساتھ گھر کے ایک کمرے کے عوض حق مہر پر شادی کی، اور اس گھر میں اس کے ساتھ کوئی اور بھی شریک ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اس مرد اور اس عورت کے لیے جائز ہے، اور شرکاء میں سے کسی کو اس مکان کے حوالے سے حق شفعہ نہیں ہے۔"

۲ - عَنْ هَارُونَ بْنِ حَمْزَةَ الْغَنَوِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الشُّفْعَةِ فِي الدُّورِ أَ شَيْءٌ وَاجِبٌ لِلشَّرِيكِ وَ يُعْرَضُ عَلَى الْجَارِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا مِنْ غَيْرِهِ فَقَالَ الشُّفْعَةُ فِي الْبُيُوعِ إِذَا كَانَ شَرِيكاً فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا بِالثَّمَنِ- [2]

ترجمہ: "ہارون بن حمزہ غنویؒ نے، امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہوئے کہا کہ میں نے امام علیہ السلام سے گھروں کے حوالے سے شفعہ کے بارے بھی سوال کیا، کہ کیا شریک پر کوئی شئی لازم ہے اور وہ ہمسائے کو کوئی شئی دے گا اور وہ دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: شفعہ اس صورت میں ہے جب وہ فروخت کرے اور وہ بھی جب وہ اس کے ساتھ شریک ہو، اس صورت میں اسی قیمت پر خریدنے کے حوالے سے وہ زیادہ حقدار ہے۔"

وجہ استدلال:
(Reasoning)

پہلی روایت میں شخص، گھر کو بطور حق مہر بیوی کو دے رہا ہے جبکہ شفعہ خرید وفروخت

1۔ من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، جلد ۳ ص ۸۳، حدیث ۳۳۸۰۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵، ص ۴۰۷، باب ۱۱ حدیث ۲، مسلسل نمبر ۳۲۲۳۴

2۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵، ص ۳۹۶، باب ۲ حدیث ۱، الکافی، یعقوب کلینی، جلد ۵، ص ۲۸۱، حدیث ۵

کی صورت میں صحیح ہے، اور دوسری روایت میں امام علیہ السلام نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ شفعہ، خرید و فروخت کی صورت میں ممکن ہے۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ صاحب کتاب بدایۃ المجتہد لکھتے ہیں:

فالمشهور عن مالك ان الشفعة إنما تجب إذا كان انتقل الملك بعوض المبيع، وعنه رواية ثانية ۔ [1]

مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ ملک کسی شئی کے عوض میں منتقل ہو، جیسے فروخت کرنے سے، تو حق شفعہ ثابت ہے۔ ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ چاہے عوض کے ساتھ منتقل ہو یا بغیر عوض جیسے ھبہ وغیرہ، شفعہ ثابت ہے۔ لیکن ابو حنیفہ اور شافعی کے نزدیک فقط خرید و فروخت پر حق شفعہ ہوگا۔

قانون 4: تقسیم شدہ زمین یا گھر میں شفعہ جاری نہیں ہوگا، لیکن اگر اس زمین یا گھر کی نہر یا راستہ، شریک کے ساتھ مشترک ہو تو پھر حق شفعہ ثابت ہوگا۔ [2]

---

[1]۔ فقہ السنہ، سید سابق، جلد ۳ ص ۲۰۸۔ بدایۃ المجتہد، ابن رشد قرطبیؒ، جلد ۲ ص ۲۵۷، ۲۵۸۔ المغنی، ابن قدامہ، جلد ۵ ص ۳۱۵

[2]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۳۷ ص ۲۷۱۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، جلد ۱ ص ۵۱۰، مسئلہ نمبر ۳۔

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

۱۔عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ إِذَا وَقَعَتِ السِّهَامُ ارْتَفَعَتِ الشُّفْعَةُ۔ [1]

ترجمہ: ''امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے، کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: جب مشترک مال کے حصے ہو جائیں تو حق شفعہ ختم ہو جاتا ہے۔''

۲۔عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ لَيْسَ لِلْيَهُودِيِّ وَ النَّصْرَانِيِّ شُفْعَةٌ وَ قَالَ لَا شُفْعَةَ إِلَّا لِشَرِيكٍ غَيْرِ مُقَاسِمٍ وَ قَالَ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع وَصِيُّ الْيَتِيمِ بِمَنْزِلَةِ أَبِيهِ يَأْخُذُ لَهُ الشُّفْعَةَ إِنْ كَانَ لَهُ رَغْبَةٌ فِيهِ وَ قَالَ لِلْغَائِبِ شُفْعَةٌ۔ [2]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: یہودی اور نصرانی کے لیے حق شفعہ نہیں ہے اور فرمایا: کہ شفعہ نہیں ہے مگر اس شریک کے لیے جس نے ابھی مال تقسیم نہ کیا ہو، اور فرمایا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: کہ یتیم کا وصی اس کے باپ کی جگہ پر ہے، اگر یتیم کے لیے شفعہ کرنا مفید ہو تو اس کی طرف سے شفعہ کر سکتا ہے، اور فرمایا: کہ غائب شخص کے لیے حق شفعہ ہے۔''

وجہ استدلال:
(Reasoning)

پہلی روایت میں امام علیہ السلام نے فرمایا: کہ جب حد بندی ہو جائے اور حصے مشخص ہو

[1]۔اصول کافی، یعقوب کلینی، جلد ۵ ص ۲۸۰، حدیث ۳۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵، ص ۳۹۷، باب ۳، حدیث ۴، مسلسل نمبر ۳۲۲۰۹

[2]۔اصول کافی، یعقوب کلینی، جلد ۵ ص ۲۸۱، حدیث ٦۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵، ص ۴۰۱، باب ۳، حدیث ۲، مسلسل نمبر ۳۲۲۲۱

جائیں تو پھر شفعہ کرنا صحیح نہیں ہے، اسی طرح دوسری روایت میں لفظ (غیر مقاسم) سے ثابت ہوا ہے کہ تقسیم سے پہلے شفعہ صحیح ہے جبکہ مال تقسیم ہونے کے بعد حق شفعہ ختم ہو جاتا ہے۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ ابن رشد نے اپنی کتاب "بدایۃ المجتہد" میں لکھا ہے:

لا شفعۃ عندہ فی الطریق ولا فی عرصۃ الدار و وافق الشافعی مالکا فی الطریق، و اجاز ابوحنیفۃ فی العرصۃ و الطریق۔[1]

ترجمہ: "جناب مالک کے نزدیک راستے اور گھر کے صحن میں شفعہ نہیں ہے اور جناب شافعی راستے کے حوالے سے مالک کے موافق ہیں جبکہ ابو حنیفہ نے راستے اور صحن کے حوالے سے شفعہ کو جائز قرار دیا ہے۔"

قانون 5: حق شفعہ فقط شریک کے لیے ثابت ہے، پس کسی پڑوسی اور ہمسایہ کو ہمسائیگی کی بنا پر شفعہ کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔[2]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

۱ - "عَنْ مَنْصُورِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ ع دَارٌ بَيْنَ قَوْمٍ اقْتَسَمُوهَا فَأَخَذَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ قِطْعَةً وَ بَنَاهَا وَ تَرَكُوا بَيْنَهُمْ سَاحَةً فِيهَا مَمَرُّهُمْ فَجَاءَ رَجُلٌ فَاشْتَرَى نَصِيبَ

[1]۔ بدایۃ المجتہد، ابن رشد قرطبی، جلد ۲ ص ۲۵۶، ۲۵۷۔ المغنی، ابن قدامہ، جلد ۵ ص ۳۰۸۔

[2]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۳۷ ص ۲۷۰۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، جلد ۱ ص ۵۱۰، مسئلہ نمبر ۳۔

بَعْضِهِمْ أَلَهُ ذَلِكَ قَالَ نَعَمْ وَ لَكِنْ يَسُدُّ بَابَهُ وَ يَفْتَحُ بَاباً إِلَى الطَّرِيقِ أَوْ يَنْزِلُ مِنْ فَوْقِ الْبَيْتِ وَ يَسُدُّ بَابَهُ فَإِنْ أَرَادَ صَاحِبُ الطَّرِيقِ بَيْعَهُ فَإِنَّهُمْ أَحَقُّ بِهِ وَ إِلَّا فَهُوَ طَرِيقُهُ يَجِيءُ حَتَّى يَجْلِسَ عَلَى ذَلِكَ الْبَابِ''۔[1]

ترجمہ: ''منصور بن حازم روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کی کہ ایک گھر چند افراد کے درمیان مشترک تھا، انہوں نے اسے تقسیم کیا، اور ہر ایک نے اپنا حصہ لے کر اسے تعمیر کیا اور انہوں نے درمیان میں گلی چھوڑی جس میں ان کی آمد و رفت تھی، ایک شخص نے آکر ان میں سے بعض شرکاء کا حصہ خریدا، کیا اس کا یہ خریدنا صحیح ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں۔ لیکن وہ اپنا دروازہ بند کرے گا اور کسی اور راستے کی طرف دروازہ کھولے گا یا گھر کی چھت سے اترے گا، اور اگر گلی کا مالک فروخت کرے تو وہ زیادہ حقدار ہیں، اور اگر وہ نہ بیچے تو وہ اسی راستے سے آئے گا جب تک اس دروازے پر بیٹھا ہے۔''

۲: ''عَنْ أَبِي عَبْدِاللهِ ع قَالَ لَيْسَ لِلْيَهُودِيِّ وَ النَّصْرَانِيِّ شُفْعَةٌ وَ قَالَ لَا شُفْعَةَ إِلَّا لِشَرِيكٍ غَيْرِ مُقَاسِمٍ وَ قَالَ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع وَصِيُّ الْيَتِيمِ بِمَنْزِلَةِ أَبِيهِ يَأْخُذُ لَهُ الشُّفْعَةَ إِنْ كَانَ لَهُ رَغْبَةٌ فِيهِ وَ قَالَ لِلْغَائِبِ شُفْعَة''۔[2]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: یہودی اور نصرانی کے لیے حق شفعہ نہیں ہے اور فرمایا: کہ شفعہ نہیں ہے مگر اس شریک کے لیے جس نے ابھی مال تقسیم نہ کیا ہو، اور فرمایا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: کہ یتیم کا وصی اس کے باپ کی جگہ پر ہے، اگر یتیم کے لیے شفعہ کرنا مفید ہو تو اس کی طرف سے شفعہ کر سکتا ہے،

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵ ص ۳۹۹، باب ۴، مسلسل نمبر ۳۲۲۱۵۔ اصول کافی، یعقوب کلینی، جلد ۵ ص ۲۸۱، حدیث ۹۔

[2]۔ اصول کافی، یعقوب کلینی، جلد ۵ ص ۲۸۱، حدیث ٦۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵، ص ۴۰۱، باب ۳، حدیث ۲، مسلسل نمبر ۳۲۲۲۱

اور فرمایا: کہ غائب شخص کے لیے حق شفعہ ہے۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء، امامیہ فقہاء کے موافق ہیں، جیسا کہ صاحب کتاب "فقہ السنہ" لکھتے ہیں:

''واما الجار فانه لا حق له فی الشفعة عندهم''۔[1]

ترجمہ: "یعنی فقہاء اہل سنت کے نزدیک، پڑوسی کو شفعہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے"۔

شفیع سے متعلق قوانین
(Laws relating to Shafi)

قانون 6: شفیع کے لیے حق شفعہ اس وقت ثابت ہوگا جب وہ مشتری کو قیمت ادا کرنے پر قادر ہو، پس اگر شفیع قیمت ادا نہ کر سکتا ہو اور مشتری بھی مہلت دینے پر راضی نہ ہو تو شفیع کے لیے حق شفعہ نہ ہوگا۔[2]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

۱۔ ''عَنْ عَلِيِّ بْنِ مَهْزِيَارَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ الثَّانِيَ ع عَنْ رَجُلٍ طَلَبَ شُفْعَةَ أَرْضٍ فَذَهَبَ عَلَى أَنْ يُحْضِرَ الْمَالَ فَلَمْ يَنِضَّ فَكَيْفَ يَصْنَعُ صَاحِبُ الْأَرْضِ إِنْ أَرَادَ بَيْعَهَا أَيَبِيعُهَا أَوْ يَنْتَظِرُ مَجِيءَ شَرِيكِهِ صَاحِبِ الشُّفْعَةِ قَالَ إِنْ كَانَ مَعَهُ بِالْمِصْرِ فَلْيَنْتَظِرْ بِهِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنْ أَتَاهُ

---

[1]۔ فقہ السنہ، سید سابق، جلد ۳ ص ۲۰۸۔ المغنی ابن قدامہ، جلد ۵ ص ۳۰۸۔

[2]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۳۷ ص ۲۷۹۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، جلد ۱ ص ۵۱۱، مسئلہ نمبر ۸۔

بِالْمَالِ وَإِلَّا فَلْيَبِعْ وَ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ فِي الْأَرْضِ وَإِنْ طَلَبَ الْأَجَلَ إِلَى أَنْ يَحْمِلَ الْمَالَ مِنْ بَلَدٍ إِلَى بَلَدٍ آخَرَ فَلْيَنْتَظِرْ بِهِ مِقْدَارَ مَا سَافَرَ الرَّجُلُ إِلَى تِلْكَ الْبَلْدَةِ وَيَنْصَرِفُ وَ زِيَادَةَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ إِذَا قَدِمَ فَإِنْ وَافَاهُ وَإِلَّا فَلَا شُفْعَةَ لَهُ''۔ [1]

ترجمہ: ''علی بن مھزیار نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے امام جواد علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جس نے ایک زمین پر شفعہ کیا اور مال لینے کے لیے گیا لیکن واپس نہ آیا، صاحب زمین کیا کرے، اگر زمین فروخت کرنا چاہے تو کیا فروخت کر سکتا ہے یا اس کے واپس آنے کا انتظار کرے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر اسی شہر میں ہے تو تین دن تک اس کا انتظار کرے، پس اگر مال لایا تو ٹھیک، ورنہ زمین فروخت کردے اور اس زمین پر حق شفعہ ختم ہو جائے گا، اور اگر شفیع اس شہر سے کسی دوسرے شہر سے مال لانے کی مہلت طلب کرے، تو صاحب زمین اسے اتنی مہلت دے گا جتنے وقت میں انسان اس شہر سے واپس آسکتا ہو اور اگر اقدام کرے تو تین دن کا اضافہ کرے گا، پس اگر وہ وعدہ وفا کرے تو ٹھیک، ورنہ اس کے لیے حق شفعہ نہیں ہوگا۔''

۲: ''عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ قَضَى رَسُولُ اللهِ ص بِالشُّفْعَةِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ فِي الْأَرَضِينَ وَالْمَسَاكِنِ وَقَالَ لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ وَقَالَ إِذَا أُرِّفَتِ الْأُرَفُ وَحُدَّتِ الْحُدُودُ فَلَا شُفْعَةَ''۔ [2]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کہ رسول خدا ﷺ نے زمین اور گھروں میں چند افراد کی شراکت کے حوالے سے فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: کہ نقصان اٹھانا اور کسی دوسرے کو نقصان پہنچانا جائز نہیں ہے، اور فرمایا: جب مال تقسیم ہو جائے اور حد بندی ہو جائے تو حق شفعہ ختم ہو جاتا ہے۔''

[1]۔ تہذیب الاحکام، شیخ طوسی، جلد ۷ ص ۱۶۷، باب ۱۴، حدیث ۱۶۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵ ص ۴۰۶، باب ۱۰، حدیث ۱، مسلسل نمبر ۳۲۲۳۲۔

[2]۔ اصول کافی، یعقوب کلینی، جلد ۵ ص ۲۸۰، حدیث ۴۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵، ص ۴۰۰، باب ۵، مسلسل نمبر ۳۲۲۱۷

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں فقہاء اہل سنت، امامیہ کے موافق ہیں، جیسا کہ "فقہ السنہ" میں بیان ہوا ہے:

ان یدفع الشفیع للمشتری قدر الثمن فان عجز عن دفع الثمن کلہ سقطت الشفعۃ۔[1]

ترجمہ: "شفیع کے لیے ضروری ہے کہ وہ خریدار کو اس مال کی قیمت ادا کرے، پس اگر وہ تمام قیمت ادا کرنے سے عاجز ہو تو حق شفعہ ساقط ہے"۔

قانون 7: شفیع (شفعہ کرنے والا) کا مسلمان ہونا ضروری ہے پس جب خریدار مسلمان ہو تو شفیع کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔[2]

مستندات(Authenticity):

قرآن: (Quran)

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا۔[3]

ترجمہ: "خداوند متعال نے کافروں کو مومنین پر ہرگز مسلط نہیں کیا۔"

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

۱۔ قَالَ وَقَالَ ع اَلْإِسْلَامُ يَعْلُو وَلَا يُعْلَى عَلَيْهِ وَالْكُفَّارُ بِمَنْزِلَةِ الْمَوْتَى لَا يَحْجُبُونَ وَلَا

1۔ فقہ السنہ، سید سابق، جلد ۳ ص ۲۰۹، ۲۱۰۔

2۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۳۷ ص ۲۷۰ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، جلد ا ص ۵۱۲ مسئلہ نمبر ۹۔

3۔ سورۃ النساء، آیہ ۱۴۱

يَرِثُون۔[1]

ترجمہ: ''امام علیہ السلام نے فرمایا: اسلام، ہر شئی پر غلبہ رکھتا ہے اور اس پر کسی شے کو غلبہ نہیں ہے۔ اور کفار، مردہ کے حکم میں ہیں، نہ وہ کسی کے لیے مانع واقع ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ارث لے سکتے ہیں۔''

۲: عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ لَيْسَ لِلْيَهُودِيِّ وَ النَّصْرَانِيِّ شُفْعَةٌ وَ قَالَ لَا شُفْعَةَ إِلَّا لِشَرِيكٍ غَيْرِ مُقَاسِمٍ وَ قَالَ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع وَصِيُّ الْيَتِيمِ بِمَنْزِلَةِ أَبِيهِ يَأْخُذُ لَهُ الشُّفْعَةَ إِنْ كَانَ لَهُ رَغْبَةٌ فِيهِ وَ قَالَ لِلْغَائِبِ شُفْعَةٌ۔[2]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: یہودی اور نصرانی کے لیے حق شفعہ نہیں ہے اور فرمایا: کہ شفعہ نہیں ہے مگر اس شریک کے لیے جس نے ابھی مال تقسیم نہ کیا ہو، اور فرمایا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: کہ یتیم کا وصی اس کے باپ کی جگہ پر ہے، اگر یتیم کے لیے شفعہ کرنا مفید ہو تو اس کی طرف سے شفعہ کر سکتا ہے، اور فرمایا: کہ غائب شخص کے لیے حق شفعہ ہے۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ جناب احمد بن حنبل اور شعبی، امامیہ کے موافق ہیں، جیسا کہ ''المغنی'' میں بیان ہوا ہے '' ولا شفعة لکافر علی مسلم '' یعنی کافر کو مسلمان پر حق شفعہ نہیں ہے، جبکہ جناب ابو حنیفہ، شافعی، اور مالک کے نزدیک کفار کو

[1] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۶ ص ۱۲۵، باب ۱۵، مسلسل نمبر ۳۲۶۴۰ ۔ من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، جلد ۴ ص ۳۳۴، حدیث ۵۷۱۹

[2] ۔ اصول کافی، یعقوب کلینی، جلد ۵ ص ۲۸۱، حدیث ۶۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵، ص ۴۰۱، باب ۳، حدیث ۲، مسلسل نمبر ۳۲۲۲۱

مسلمانوں پر حق شفعہ حاصل ہے۔[1]

قانون8: غائب شخص کے لیے حق شفعہ ہے، اگرچہ اسے کافی عرصے بعد مال کے فروخت ہونے کا علم ہو، اسی طرح مجنون، اور صغیر کا ولی حق شفعہ رکھتا ہے، البتہ جب مجنون اور صغیر کے لیے شفعہ کرنے میں فائدہ ہو۔[2]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

۲: عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ لَيْسَ لِلْيَهُودِيِّ وَ النَّصْرَانِيِّ شُفْعَةٌ وَ قَالَ لَا شُفْعَةَ إِلَّا لِشَرِيكٍ غَيْرِ مُقَاسِمٍ وَ قَالَ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع وَصِيُّ الْيَتِيمِ بِمَنْزِلَةِ أَبِيهِ يَأْخُذُ لَهُ الشُّفْعَةَ إِنْ كَانَ لَهُ رَغْبَةٌ فِيهِ وَ قَالَ لِلْغَائِبِ شُفْعَةٌ۔[3]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: یہودی اور نصرانی کے لیے حق شفعہ نہیں ہے اور فرمایا: کہ شفعہ نہیں ہے مگر اس شریک کے لیے جس نے ابھی مال تقسیم نہ کیا ہو، اور فرمایا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: کہ یتیم کا وصی اس کے باپ کی جگہ پر ہے، اگر یتیم کے لیے شفعہ کرنا مفید ہو تو اس کی طرف سے شفعہ کر سکتا ہے، اور فرمایا: کہ غائب شخص کے لیے حق شفعہ ہے۔''

---

[1]۔ المغنی، ابن قدامہ، جلد ۵ ص ۳۸۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔۔ بدایع الصنایع، جلد ۵ ص ۱۶۔

[2]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۳۷ ص ۲۸۶ تا ۲۹۰۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، جلد ۱ ص ۵۱۲، مسئلہ نمبر ۱۰۔

[3]۔ اصول کافی، یعقوب کلینی، جلد ۵ ص ۲۸۱، حدیث ۶۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵، ص ۴۰۱، باب ۳، حدیث ۲، مسلسل نمبر ۳۲۲۲۱

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں فقہاء اہل سنت شیعہ فقہاء کے موافق ہیں۔ جیسا کہ فقہ السنہ میں بیان ہوا:

فإنه يجب عليه أن يطلب الشفعة حين يعلم متى كان ذلك ممكنا، فإن علم ثم أخر الطلب من غير عذر سقط حقه فيها والسبب في ذلك أنه لو لم يطلبها الشفيع على الفور ---
بشرط ألا يكون الشفيع غائبا، أو غير عالم بالبيع، أو جاهل بسقوط الشفعة بتأخير المطالبة-[1]

ترجمہ: ''یعنی شفیع کے لیے ضروری ہے کہ جب اسے مال فروخت ہونے کا علم ہو جائے تو شفعہ کرے البتہ جب اس کے لیے ممکن ہو، اگر اسے علم ہونے کے باوجود شفعہ کرنے میں دیر کرے تو حق شفعہ ختم ہو جائے گا، اور اگر شفیع غائب ہو یا اسے ملک کے فروخت ہونے کا علم نہ ہو تو اس صورت میں حق شفعہ ساقط نہیں ہو گا۔''

قانون9: حق شفعہ فوری ہے پس اگر شریک فروخت کا علم ہونے کے باوجود شفعہ کرنے میں دیر کرے تو حق شفعہ ساقط ہو جائے گا، البتہ اگر کسی شرعی یا عقلی عذر کی وجہ سے تاخیر کرے تو حقِ شفعہ ساقط نہ ہو گا۔[2]

---

[1]۔ فقہ السنہ، سید سابق، جلد ۳ ص ۲۰۹۔ المغنی، ابن قدامہ، جلد ۵ ص ۴۹۵، ۴۹۶

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، جلد ا ص ۵۱۳، مسئلہ نمبر ۱۷۔

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

۱۔ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مَهْزِيَارَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ الثَّانِيَ ع عَنْ رَجُلٍ طَلَبَ شُفْعَةَ أَرْضٍ فَذَهَبَ عَلَى أَنْ يُحْضِرَ الْمَالَ فَلَمْ يَنِضَّ فَكَيْفَ يَصْنَعُ صَاحِبُ الْأَرْضِ إِنْ أَرَادَ بَيْعَهَا أَ يَبِيعُهَا أَوْ يَنْتَظِرُ مَجِيءَ شَرِيكِهِ صَاحِبِ الشُّفْعَةِ قَالَ إِنْ كَانَ مَعَهُ بِالْمِصْرِ فَلْيَنْتَظِرْ بِهِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنْ أَتَاهُ بِالْمَالِ وَ إِلَّا فَلْيَبِعْ وَ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ فِي الْأَرْضِ وَ إِنْ طَلَبَ الْأَجَلَ إِلَى أَنْ يَحْمِلَ الْمَالَ مِنْ بَلَدٍ إِلَى بَلَدٍ آخَرَ فَلْيَنْتَظِرْ بِهِ مِقْدَارَ مَا سَافَرَ الرَّجُلُ إِلَى تِلْكَ الْبَلْدَةِ وَ يَنْصَرِفُ وَ زِيَادَةَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ إِذَا قَدِمَ فَإِنْ وَافَاهُ وَ إِلَّا فَلَا شُفْعَةَ لَه۔[1]

ترجمہ: ''علی بن مھزیار، نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے امام جواد علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جس نے ایک زمین پر شفعہ کیا اور مال لینے کے لیے گیا لیکن واپس نہ آیا، صاحب زمین کیا کرے، اگر زمین فروخت کرنا چاہے تو کیا فروخت کرسکتا ہے یا اس کے واپس آنے کا انتظار کرے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر اسی شہر میں ہے تو تین دن تک اس کا انتظار کرے، پس اگر مال لایا تو ٹھیک، ورنہ زمین فروخت کردے اور اس زمین پر حق شفعہ ختم ہو جائے گا، اور اگر شفیع اس شہر سے کسی دوسرے شہر سے مال لانے کی مہلت طلب کرے، تو صاحب زمین اسے اتنی مہلت دے گا جتنے وقت میں انسان اس شہر سے واپس آسکتا ہو اور اگر اقدام کرے تو تین دن کا اضافہ کرے گا، پس اگر وہ وعدہ وفا کرے تو ٹھیک، ورنہ اس کے لیے حق شفعہ نہیں ہوگا۔''

۲: ''عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ قَضَى رَسُولُ اللهِ ص بِالشُّفْعَةِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ فِي

---

[1]۔ تہذیب الاحکام، شیخ طوسی، جلد ۷ ص ۱۶۷، باب ۱۴، حدیث ۱۶۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵ ص ۴۰۶، باب ۱۰، حدیث ۱، مسلسل نمبر ۳۲۲۳۲۔

الْأَرَضِينَ وَ الْمَسَاكِنِ وَ قَالَ لَا ضَرَرَ وَ لَا ضِرَارَ وَ قَالَ إِذَا أُرِّفَتِ الْأُرَفُ وَ حُدَّتِ الْحُدُودُ فَلَا شُفْعَةَ''۔[1]

ترجمہ :''امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا : کہ رسول خدا ﷺ نے زمین اور گھروں میں چند افراد کی شراکت کے حوالے سے فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا: نقصان اٹھانا اور کسی دوسرے کو نقصان پہنچانا جائز نہیں ہے، اور فرمایا: جب مال تقسیم ہو جائے اور حد بندی ہو جائے تو حق شفعہ ختم ہو جاتا ہے۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے جیسا کہ فقہ السنہ میں بیان ہوا ہے:

رابعا، ان يطلب الشفيع على الفور ، اى ان الشفيع ا ذا علم بالبيع... ۔[2]

چوتھی شرط یہ ہے کہ شفیع فورا شفعہ کا اقدام کرے، یعنی جب شفیع کو ملک کے فروخت ہونے کا علم ہو جائے تو اس پر ضروری ہے کہ شفعہ کا اقدام کرے، البتہ جب اس کے لیے ایسا کرنا ممکن ہو، پس اگر علم ہونے کے باوجود اور بغیر کسی عذر کے اقدام نہ کرے تو حق شفعہ ساقط ہو جائے گا، اس قول کے قائلین میں جناب ابو حنیفہ اور شافعی شامل ہیں، جبکہ جناب مالک نے کہا کہ فوری اقدام کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ اس کے وجوب کا وقت وسیع ہے۔

---

[1]۔ اصول کافی، یعقوب کلینی، جلد ۵ ص ۲۸۰، حدیث ۴۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵، ص ۴۰۰، باب ۵، مسلسل نمبر ۳۲۲۱۷

[2]۔ فقہ السنہ، سید سابق، جلد ۳ ص ۲۰۹۔ بدایۃ المجتہد، ابن رشد قرطبی، جلد ۲ ص ۲۶۱۔

قانون 10: شفیع کے لیے ملک کے کچھ حصے پر شفعہ کرنا صحیح نہیں ہے، پس یا سارا حصہ مشتری سے خریدے گا یا مکمل طور پر شفعہ کرنے سے دستبردار ہوگا۔ [1]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان: (The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

۱۔عَنْ یُونُسَ عَنْ بَعْضِ رِجَالِهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الشُّفْعَةِ لِمَنْ هِيَ وَفِي أَيِّ شَيْءٍ هِيَ وَ لِمَنْ تَصْلُحُ وَ هَلْ تَكُونُ فِي الْحَيَوَانِ شُفْعَةٌ وَ كَيْفَ هِيَ فَقَالَ الشُّفْعَةُ جَائِزَةٌ فِي كُلِّ شَيْءٍ مِنْ حَيَوَانٍ أَوْ أَرْضٍ أَوْ مَتَاعٍ إِذَا كَانَ الشَّيْءُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ لَا غَيْرِهِمَا فَبَاعَ أَحَدُهُمَا نَصِيبَهُ فَشَرِيكُهُ أَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ وَإِنْ زَادَ عَلَى الِاثْنَيْنِ فَلَا شُفْعَةَ لِأَحَدٍ مِنْهُم۔[2]

ترجمہ: ”جناب یونس، امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے سوال کیا کہ شفعہ کس کے لیے اور کس چیز پر ہے اور کون اس کی صلاحیت رکھتا ہے، کیا حیوان پر شفعہ ہے،اور کیسے ؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: شفعہ ہر شے پر جائز ہے چاہے حیوان ہو یا زمین یا کوئی اور چیز ہو، البتہ جب وہ شے فقط دو افراد کے درمیان مشترک ہو، اور ان میں سے ایک شریک اپنا حصہ فروخت کرے، تو دوسرا شریک باقی افراد کی نسبت اس شے پر زیادہ حقدار ہے اور اگر وہ شئے دو سے زائد افراد کے درمیان مشترک ہو تو ان میں سے کسی کے لیے بھی شفعہ ثابت نہیں ہے۔“

۲۔ ”عَنْ هَارُونَ بْنِ حَمْزَةَ الْغَنَوِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الشُّفْعَةِ فِي الدُّورِ أَشَيْءٌ وَاجِبٌ لِلشَّرِيكِ وَ يُعْرَضُ عَلَى الْجَارِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا مِنْ غَيْرِهِ فَقَالَ: الشُّفْعَةُ فِي

---

[1]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۳۷ص ۳۲۵۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، جلد ۱، ص ۵۱۳، مسئلہ نمبر ۱۴۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵ص ۴۰۲، باب ۷، مسلسل نمبر ۳۲۲۲۳۔اصول کافی، یعقوب کلینی، جلد ۵ ص ۲۸۱، حدیث ۸۔

الْبُيُوعِ إِذَا كَانَ شَرِيكاً فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا بِالثَّمَنِ''۔[1]

ترجمہ: ''ہارون بن حمزہ غنوی نے، امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہوئے کہا کہ میں نے امام علیہ السلام سے گھروں کے حوالے سے شفعہ کے بارے میں سوال کیا کہ کیا شریک پر کوئی شیء لازم ہے اور وہ ہمسائے کو کوئی شئی دے گا، اور وہ دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: شفعہ ،فروخت کی صورت میں اور وہ بھی جب وہ اس کے ساتھ شریک ہو تو ہوگا،اس صورت میں اسی قیمت پر خریدنے کے حوالے سے وہ زیادہ حقدار ہے۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء، امامیہ کے موافق ہیں۔ جیسا کہ سید سابق نے اپنی کتاب ''فقہ السنہ'' میں لکھا:

سادسا، ان ياخذ الشفيع جميع الصفقة، فان طلب الشفيع اخذ البعض سقط حقه في الكل۔[2]

ترجمہ: ''یعنی چھٹی شرط یہ ہے کہ شفیع تمام ملک میں شفعہ کرے، پس اگر وہ بعض میں شفعہ کرے گا تو پوری ملک کے حوالے سے حق شفعہ ساقط ہو جائے گا۔''

قانون 11: اگر شفیع ثمن کے شفعہ کے وقت غیر موجود ہونے کا دعوی کرے اور کہے کہ (ثمن) رقم دوسرے شہر میں ہے تو اسے تین دن کی مہلت دی جائے گی اگر (ثمن) رقم لایا تو ٹھیک ورنہ شفعہ کا حق نہ ہوگا۔[3]

---

[1] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵، ص ۳۹۶، باب ۲ حدیث ا، مسلسل نمبر ۔ الکافی، یعقوب کلینی، جلد ۵، ص ۲۸۱، حدیث ۵

[2] ۔ فقہ السنہ، سید سابق، جلد ۳ ص ۲۱۰۔ بدایۃ المجتھد، ابن رشد قرطبیؒ، جلد ۲ ص ۲۶۰۔

[3] ۔ فقہ الصادق۔ محمد صادق روحانی۔ جلد ۱۸ ص ۳۵۵

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عَنْ عَلِيِّ بْنِ مَهْزِيَارَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ الثَّانِيَ ع عَنْ رَجُلٍ طَلَبَ شُفْعَةَ أَرْضٍ فَذَهَبَ عَلَى أَنْ يُحْضِرَ الْمَالَ فَلَمْ يَنِضَّ فَكَيْفَ يَصْنَعُ صَاحِبُ الْأَرْضِ إِنْ أَرَادَ بَيْعَهَا أَيَبِيعُهَا أَوْ يَنْتَظِرُ مَجِيءَ شَرِيكِهِ صَاحِبِ الشُّفْعَةِ قَالَ إِنْ كَانَ مَعَهُ بِالْمِصْرِ فَلْيَنْتَظِرْ بِهِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنْ أَتَاهُ بِالْمَالِ وَإِلَّا فَلْيَبِعْ وَ بَطَلَتْ شُفْعَتُهُ فِي الْأَرْضِ وَإِنْ طَلَبَ الْأَجَلَ إِلَى أَنْ يَحْمِلَ الْمَالَ مِنْ بَلَدٍ إِلَى بَلَدٍ آخَرَ فَلْيَنْتَظِرْ بِهِ مِقْدَارَ مَا سَافَرَ الرَّجُلُ إِلَى تِلْكَ الْبَلْدَةِ وَيَنْصَرِفُ وَ زِيَادَةَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ إِذَا قَدِمَ فَإِنْ وَافَاهُ وَإِلَّا فَلَا شُفْعَةَ لَه - [1]

ترجمہ :"علی بن مھزیار نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے امام جواد علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے سوال کیا کہ جس نے ایک زمین پر شفعہ کیا اور مال لینے کے لیے گیا لیکن واپس نہ آیا، صاحب زمین کیا کرے، اگر زمین فروخت کرنا چاہے تو کیا فروخت کرسکتا ہے یا اس کے واپس آنے کا انتظار کرے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر اسی شہر میں ہے تو تین دن تک اس کا انتظار کرے، پس اگر مال لایا تو ٹھیک، ورنہ زمین فروخت کردے اور اس زمین پر حق شفعہ ختم ہو جائے گا، اور اگر شفیع اس شہر سے کسی دوسرے شہر سے مال لانے کی مہلت طلب کرے، تو صاحب زمین اسے اتنی مہلت دے گا جتنے وقت میں انسان اس شہر سے واپس آسکتا ہو اور اگر اقدام کرے تو تین دن کا اضافہ کرے گا، پس اگر وہ وعدہ وفا کرے تو ٹھیک، ورنہ اس کے لیے حق شفعہ نہیں ہوگا۔"

[1]۔ تہذیب الاحکام، شیخ طوسی، جلد ۷ ص ۱۶۷، باب ۱۴، حدیث ۱۶۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵ ص ۴۰۶، باب ۱۰، حدیث ۱، مسلسل نمبر ۳۲۲۳۲۔

قانون 12 : شفیع، خریدار کو فقط وہی قیمت ادا کرے گا جو اس نے ملک خریدتے وقت فروخت کرنے والے شریک کو ادا کی تھی، اگرچہ اس ملک کی اصلی قیمت اس سے زائد یا کم ہی کیوں نہ ہو۔ [1]

ضمن (12-1) : اگر مشتری نے اس ملک پر مزید اخراجات جیسے وکالت، دلالی یا فروخت کرنے والے کو عقد بیع کے بعد کوئی اضافی رقم دی ہو تو شفیع پر ان کی ادائیگی ضروری نہیں ہے۔ [2]

ضمن (12-2) : اگر خریدار نے ملک خریدتے وقت فروخت کرنے والے کو ملک کے عوض میں ثمن مثلی (سونا، چاندی) دی ہو تو شفیع بھی وہی ادا کرے گا لیکن اگر عوض میں ثمن قیمی (حیوان یا لباس) دیا ہو تو حق شفعہ ساقط ہوگا۔ [3]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

١ - مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيّ بْنِ مَحْبُوبٍ عَنْ رَجُلٍ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى الْفَقِيهِ ع فِي رَجُلٍ اشْتَرَى مِنْ رَجُلٍ نِصْفَ دَارٍ مُشَاعاً غَيْرَ مَقْسُومٍ وَ كَانَ شَرِيكُهُ الَّذِي لَهُ النِّصْفُ الْآخَرُ غَائِباً فَلَمَّا قَبَضَهَا وَ تَحَوَّلَ عَنْهَا تَهَدَّمَتِ الدَّارُ وَ جَاءَ سَيْلٌ خَارِقٌ فَهَدَمَهَا وَ ذَهَبَ بِهَا فَجَاءَ شَرِيكُهُ الْغَائِبُ فَطَلَبَ الشُّفْعَةَ مِنْ هَذَا فَأَعْطَاهُ الشُّفْعَةَ عَلَى أَنْ يُعْطِيَهُ مَالَهُ كَمَلًا لِلَّذِي نَقَدَ فِي ثَمَنِهَا فَقَالَ لَهُ ضَعْ عَنِّي قِيمَةَ الْبِنَاءِ فَإِنَّ الْبِنَاءَ قَدْ تَهَدَّمَ وَ ذَهَبَ بِهِ السَّيْلُ مَا الَّذِي يَجِبُ فِي ذَلِكَ فَوَقَّعَ ع لَيْسَ لَهُ إِلَّا الشِّرَاءُ وَ الْبَيْعُ الْأَوَّلُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ- [4]

---

[1] ۔۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۳۷ص ۳۲۶۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، جلد ۱، ص ۵۱۳، مسئلہ نمبر ۱۵۔

[2] ۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۳۷ص ۳۲۶۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، جلد ۱، ص ۵۱۳، مسئلہ نمبر ۱۵۔

[3] ۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۳۷ص ۳۳۳۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، جلد ۱، ص ۵۱۳، مسئلہ نمبر ۱۶۔

[4] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵، ص ۴۰۵ باب ۹ حدیث ۱، مسلسل نمبر ۳۲۲۳۱۔ تحذیب الاحکام، شیخ طوسی، جلد ۷، ص ۱۹۲، باب ۱۸، حدیث ۳۶۔

ترجمہ: ''محمد بن علی بن محبوب نے ایک شخص سے نقل کیا کہ اس نے کہا کہ میں نے فقیہ (امام موسی کاظم علیہ السلام) کی طرف ایسے شخص کے بارے میں لکھا، جس نے ایک شخص سے نصف مشترک اور غیر تقسیم شدہ گھر خریدا اور اس کا دوسرا شریک اس وقت غائب تھا، جب اس نصف گھر کو قبضے میں لیا اور اس سے اپنی تحویل میں لیا تو گھر خراب ہو گیا اور سیلاب آیا جس نے اسے منہدم کر دیا۔ جب وہ غائب شریک آیا تو اس نے خریدار پر شفعہ کیا، جس پر خریدار نے اسے کہا کہ مجھے پوری قیمت ادا کر دو تو میں نصف گھر تیرے حوالے کرتا ہوں، اس نے کہا کہ عمارت کی قیمت اس سے کم کرو چونکہ وہ سیلاب کی وجہ سے خراب ہو چکی ہے تو اس مسئلہ میں کیا کیا جائے گا؟ امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا کہ اس کے لیے وہی پہلے والی قیمت جس پر خرید و فروخت ہوئی تھی ادا کرنا ہو گی۔''

۲-عَنْ هَارُونَ بْنِ حَمْزَةَ الْغَنَوِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِاللهِ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الشُّفْعَةِ فِي الدُّورِ أَ شَيْءٌ وَاجِبٌ لِلشَّرِيكِ وَيُعْرَضُ عَلَى الْجَارِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا مِنْ غَيْرِهِ فَقَالَ الشُّفْعَةُ فِي الْبُيُوعِ إِذَا كَانَ شَرِيكاً فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا بِالثَّمَنِ۔[1]

ترجمہ: ''ہارون بن حمزہ غنوی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہوئے کہا کہ میں نے امام علیہ السلام سے گھروں کے حوالے سے شفعہ کے بارے سوال کیا کہ کیا شریک پر کوئی شئی لازم ہے اور وہ ہمسائے کو کوئی شئے دے گا، اور وہ دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: شفعہ، فروخت کی صورت میں اور وہ بھی جب وہ اس کے ساتھ شریک ہو، تو اس صورت میں اسی قیمت پر خریدنے کے حوالے سے وہ زیادہ حقدار ہے۔''

۳-عَنْ عَلِيِّ بْنِ رِئَابٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فِي رَجُلٍ اشْتَرَى دَاراً بِرَقِيقٍ وَ مَتَاعٍ وَ بَزٍّ

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵، ص ۳۹۶، باب ۲ حدیث ۱، الکافی، یعقوب کلینی، جلد ۵، ص ۲۸۱، حدیث ۵۔ سنن البیہقی، جلد ۶، ص ۱۰۴۔

وَجَوْهَرٍ قَالَ: لَيْسَ لِأَحَدٍ فِيهَا شُفْعَة-[1]

ترجمہ: ''جناب علی بن رئاب، امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے سوال کرتے ہیں جس نے ایک گھر، زرخیز زمین، مال، لباس اور جوہر کے عوض میں خریدا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: کسی کے لیے بھی حق شفعہ نہیں ہے۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء، امامیہ کے موافق ہیں، جیسا کہ فقہ السنہ میں بیان ہوا ہے:

خامسا: ''ان يدفع الشفيع للمشتری قدر الثمن ان كان مثليا او بقيمته ان كان متقوما''۔[2]

ترجمہ: ''پانچویں شرط یہ ہے کہ شفیع، خریدار کو عوض کی مقدار ادا کرے اگر وہ شئے مثلی ہو، لیکن اگر وہ قیمی ہو تو اس کی قیمت کے برابر ادا کرے۔'' البتہ عوض کے حوالے سے خود اہل سنت کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے جیسا کہ کتاب مذکور میں بیان ہوا ہے:

و عليه رد ما اخذه عوضا عنه من المشتری، وهذا عند الشافعی، وعن الائمة الثلاثة يجوز له ذلك.. -[3]

یعنی شفیع کو وہی قیمت ادا کرنا ہوگی جو فروخت کرنے والے نے خریدار سے وصول کی تھی، یہ شافعی کا قول ہے، جبکہ باقی تین آئمہ اہل سنت (جناب ابو حنیفہ، مالک، احمد) کے نزدیک جائز ہے کہ جو بھی خریدار نے اخراجات کیے ہوں وہ شفیع سے وصول کرے۔

---

[1]۔ تہذیب الاحکام، شیخ طوسی، جلد ۷ ص ۱۶۷ باب ۱۴، حدیث ۱۷۔ من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، جلد ۳ ص ۸۰، حدیث ۳۳۷۹۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵، ص ۴۰۶، باب ۱۱، مسلسل نمبر ۳۲۲۳۳۔

[2]۔ فقہ السنہ، سید سابق، جلد ۳ ص ۲۰۹۔

[3]۔ فقہ السنہ، سید سابق، جلد ۳ ص ۲۱۱۔

قانون13 : شفعہ حقوق میں سے ہے لہٰذا طرفین کے اقالہ کرنے سے ساقط نہیں ہوگا، البتہ اگر خود شفیع ساقط کرے یا ملک کی خرید و فروخت پر ابتدا سے شفیع راضی ہو یا اگر شریک سب سے پہلے خود شفیع کو ملک خریدنے کا کہے اور وہ انکار کرے تو اس صورت میں حق شفعہ ساقط ہوگا۔[1]

تعریفات(Definitions)

اقالہ کی لغوی تعریف:

(Literal definition of Aqala)

عربی لغت میں اس کا اصل (ق ی ل) ہے جس کا معنی، فسخ کیا، یعنی اپنے ساتھی کو عقد بیع کے فسخ کرنے پر قائل کرنا ہے۔[2]

اقالہ کی اصطلاحی تعریف:

(Terminological definition of Aqala)

فقہی اصطلاح میں اس سے مراد: ''طرفین میں سے کسی ایک کی طرف سے عقد بیع کو فسخ کرنا، دوسرے سے طلب کرنے کے بعد''۔[3]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

۱- ''عَنْ هَارُونَ بْنِ حَمْزَةَ الْغَنَوِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الشُّفْعَةِ فِي الدُّورِ أَشَيْءٌ وَاجِبٌ لِلشَّرِيكِ وَيُعْرَضُ عَلَى الْجَارِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا مِنْ غَيْرِهِ فَقَالَ الشُّفْعَةُ فِي الْبُيُوعِ

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، جلد ا ص ۵۱۴، مسئلہ نمبر ۲۰۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۳۷ ص ۳۵۷۔

[2]۔ فرہنگ بزرگ جامع نوین (ترجمہ المنجد)، احمد سیاح، جلد ۲ ص ۱۶۷۹، ذیل مادہ قیل، انتشارات اسلام تہران۔

[3]۔ مبانی منہاج الصالحین، سید تقی طباطبائی قمی، جلد ۸، ص ۲۶۴۔

إِذَا كَانَ شَرِيكاً فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا بِالثَّمَنِ"۔ [1]

ترجمہ: "ہارون بن حمزہ غنوی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہوئے کہا کہ میں نے امام علیہ السلام سے گھروں کے حوالے سے شفعہ کے بارے میں سوال کیا کہ کیا شریک پر کوئی شئے لازم ہے اور وہ ہمسائے کو کوئی شے دے گا، اور وہ دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: شفعہ، فروخت کی صورت میں اور وہ بھی جب وہ اس کے ساتھ شریک ہو تو اس صورت میں اسی قیمت پر خریدنے کے حوالے سے وہ زیادہ حقدار ہے۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء، امامیہ فقہاء کے موافق ہیں۔ جیسا کہ قرطبیؒ نے اپنی کتاب "بدایۃ المجتہد" میں لکھا ہے:

"واجمعوا علی ان الاقالۃ لا تبطل الشفعۃ"۔ [2]

یعنی تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اقالہ کرنے سے حق شفعہ باطل نہیں ہوتا۔

قانون 14: شفیع اور خریدار کا آپس میں، شفعہ کے حوالے سے، عوض یا بغیر عوض کے مصالحت کرنا صحیح ہے۔ [3]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵، ص ۳۹۶، باب ۲ حدیث ۱، الکافی، یعقوب کلینی، جلد ۵، ص ۲۸۱، حدیث ۵۔ سنن البیہقی، جلد ۶، ص ۱۰۴۔

[2]۔ بدایۃ المجتہد، ابن رشد قرطبیؒ، جلد ۲ ص ۲۶۲۔

[3]۔ مہذب الاحکام، سید عبد الاعلی سبزواری، جلد ۱۸ ص ۲۰۲، مسئلہ نمبر ۳۶۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، جلد ۱ ص ۵۱۵، مسئلہ نمبر ۲۴۔

مستندات(Authenticity):

حدیث نبوی ﷺ
(Hadith Nabvi (P.B.U.H)

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ و آلہ الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَ الْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ وَ الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا صُلْحاً أَحَلَّ حَرَاماً أَوْ حَرَّمَ حَلَالاً - [1]

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بینہ (گواہ لانا) مدعی پر ہے اور قسم مدعی علیہ پر ہے، مسلمانوں کے درمیان صلح کرنا جائز ہے، مگر وہ صلح جو حرام کو حلال، اور حلال کو حرام کرے وہ جائز نہیں ہے۔''

قانون 15: حق شفعہ، خریدار کو ملک میں تصرف سے نہیں روک سکتا، پس اگر اس نے ملک کسی اور کو فروخت کر دی ہو تو پھر بھی شفیع کے لیے حق شفعہ ثابت ہے اور شفیع پر پہلی خرید و فروخت والی قیمت ادا کرنا ہو گی۔ [2]

ضمن (الف): اگر خریدار، خریدی گئی ملک کو کسی شخص کو ہبہ یا وقف کر دے تو شفیع کے شفعہ کرنے پر ہبہ اور وقف باطل ہو جائے گا۔ اور شفیع اسے اپنی ملکیت میں لے سکتا ہے۔ [3]

---

[1]۔ من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، جلد ۳ ص ۲۳، حدیث ۳۲۶۷ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، سجلد ۱۸ ص ۴۴۳، باب ۳، مسلسل نمبر ۲۴۰۱۱۔

[2]۔ مہذب الاحکام، سید عبد الاعلی سبزواری، جلد ۱۸ ص ۱۹۱، مسئلہ نمبر ۲۷، ۲۸۔ مبانی منہاج الصالحین، سید محمد تقی طباطبائی قمی، جلد ۸ ص ۲۹۰، مسئلہ نمبر ۸۔

[3]۔ مہذب الاحکام، سید عبد الاعلی سبزواری، جلد ۱۸ ص ۱۹۳، مسئلہ نمبر ۲۹۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، جلد ۱ ص ۵۱۳، ۵۱۴، مسئلہ نمبر ۱۹

مستندات(Authenticity):

۱: حدیث نبوی ﷺ:
(Hadith Nabvi (P.B.U.H)

روی عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ انہ قال: الناس مسلّطون علی اموالھم-[1]

ترجمہ: "رسول اکرم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: لوگ اپنے اموال میں حق تصرف رکھتے ہیں۔"

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

۱ ''عَنْ هَارُونَ بْنِ حَمْزَةَ الْغَنَوِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الشُّفْعَةِ فِي الدُّورِ أَ شَيْءٌ وَاجِبٌ لِلشَّرِيكِ وَ يُعْرَضُ عَلَى الْجَارِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا مِنْ غَيْرِهِ فَقَالَ الشُّفْعَةُ فِي الْبُيُوعِ إِذَا كَانَ شَرِيكاً فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا بِالثَّمَنِ''۔[2]

ترجمہ: "ہارون بن حمزہ غنوی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہوئے کہا کہ میں نے امام علیہ السلام سے گھروں کے حوالے سے شفعہ کے بارے میں سوال کیا کہ کیا شریک پر کوئی شئے لازم ہے اور وہ ہمسائے کو کوئی شے دے گا، اور وہ دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: شفعہ، فروخت کی صورت میں اور وہ بھی جب وہ اس کے ساتھ شریک ہو، تو اس صورت میں اسی قیمت پر خریدنے کے حوالے سے وہ زیادہ حقدار ہے۔"

---

[1]۔ الخلاف، شیخ طوسی، جلد ۳ ص ۱۷۶۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵، ص ۳۹۶، باب ۲ حدیث ۱، ر۔ الکافی، یعقوب کلینی، جلد ۵، ص ۲۸۱، حدیث ۵۔ سنن البیہقی، جلد ۶، ص ۱۰۴۔

۳: اہل سنت فقہاء کی رائے: (The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء، امامیہ فقہاء کے مخالف ہیں۔ جیسا کہ فقہ السنہ میں بیان ہوا ہے:

تصرف المشتری فی المبیع قبل اخذ الشفیع بالشفعة صحیح، لانه تصرف فی ملکه و اما تصرف المشتری بعد اخذ الشفیع بالشفعة فهو باطل، لانتقال الملك للشفیع بالطلب-[1]

اگر خریدار نے ملک میں، شفعہ کرنے سے پہلے تصرف کیا ہو تو صحیح ہے کیونکہ اس نے اپنی ملکیت میں تصرف کیا ہے، لیکن اگر اس نے شفیع کے شفعہ کرنے کے بعد تصرف کیا ہے تو صحیح نہیں ہے، چونکہ شفیع کے شفعہ کرنے سے ملک منتقل ہو جاتی ہے۔

مشفوع کے احکام

(Orders of Mashfu)

قانون 16: اگر فروخت شدہ ملک شفعہ کرنے سے پہلے، خریدار کے ہاتھوں عیب دار یا منہدم ہو جائے تو شفیع کو حق حاصل ہے کہ یا پوری قیمت دے کر ملک اپنے قبضے میں لے یا اسے چھوڑ دے، اور خریدار کسی چیز کا ضامن نہیں ہوگا۔[2]

ضمن (الف): اگر فروخت شدہ ملک اس طرح تلف ہو جائے کہ اس کے آثار بھی نہ رہیں تو حق شفعہ ختم ہو جائے گا۔[3]

---

[1]۔ فقہ السنہ، سید سابق، جلد ۳ ص ۲۱۰، ۲۱۱۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، جلد ۱ ص ۵۱۳، مسئلہ نمبر ۱۸۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۳۷ ص ۳۴۷ تا ۳۵۰۔

[3]۔ مہذب الاحکام، سید عبدالاعلی سبزواری، جلد ۱۸ ص ۱۹۴، مسئلہ نمبر ۳۰۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، جلد ۱ ص ۵۱۴، مسئلہ نمبر ۲۰

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

۱: ”مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ مَحْبُوبٍ عَنْ رَجُلٍ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى الْفَقِيهِ ع فِي رَجُلٍ اشْتَرَى مِنْ رَجُلٍ نِصْفَ دَارٍ مُشَاعاً غَيْرَ مَقْسُومٍ وَ كَانَ شَرِيكُهُ الَّذِي لَهُ النِّصْفُ الْآخَرُ غَائِباً فَلَمَّا قَبَضَهَا وَ تَحَوَّلَ عَنْهَا تَهَدَّمَتِ الدَّارُ وَ جَاءَ سَيْلٌ خَارِقٌ فَهَدَمَهَا وَ ذَهَبَ بِهَا فَجَاءَ شَرِيكُهُ الْغَائِبُ فَطَلَبَ الشُّفْعَةَ مِنْ هَذَا فَأَعْطَاهُ الشُّفْعَةَ عَلَى أَنْ يُعْطِيَهُ مَالَهُ كَمَلًا لِلَّذِي نَقَدَ فِي ثَمَنِهَا فَقَالَ لَهُ ضَعْ عَنِّي قِيمَةَ الْبِنَاءِ فَإِنَّ الْبِنَاءَ قَدْ تَهَدَّمَ وَ ذَهَبَ بِهِ السَّيْلُ مَا الَّذِي يَجِبُ فِي ذَلِكَ فَوَقَّعَ ع لَيْسَ لَهُ إِلَّا الشِّرَاءُ وَ الْبَيْعُ الْأَوَّلُ إِنْ شَاءَ اللهُ“۔[1]

ترجمہ: ”محمد بن علی بن محبوب نے ایک شخص سے نقل کیا کہ اس نے کہا کہ میں نے فقیہ (امام موسی کاظم علیہ السلام) کی طرف ایسے شخص کے بارے میں لکھا جس نے ایک شخص سے نصف مشترک اور غیر تقسیم شدہ گھر خریدا اور اس کا دوسرا شریک اس وقت غائب تھا، جب اس نصف گھر کو قبضے میں لیا اور اس سے اپنی تحویل میں لیا تو گھر خراب ہو گیا اور سیلاب آیا جس نے اسے منہدم کر دیا۔ جب وہ غائب شریک آیا تو اس نے خریدار پر شفعہ کیا، جس پر خریدار نے اسے کہا کہ مجھے پوری قیمت ادا کر دو تو میں نصف گھر تیرے حوالے کرتا ہوں، اس نے کہا کہ عمارت کی قیمت اس سے کم کرو چونکہ وہ سیلاب کی وجہ سے خراب ہو چکی ہے تو اس مسئلہ میں کیا کیا جائے گا؟ امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا کہ اس کے لیے وہی پہلے والی قیمت جس پر خرید و فروخت ہوئی تھی ادا کرنا ہو گی۔“

---

[1] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵، ص ۴۰۵ باب ۹ حدیث ۱، مسلسل نمبر ۳۲۲۳۱۔ تحذیب الاحکام، شیخ طوسی، جلد ۷، ص ۱۹۲، باب ۱۸، حدیث ۳۶۔

٢- عَنْ هَارُونَ بْنِ حَمْزَةَ الْغَنَوِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الشُّفْعَةِ فِي الدُّورِ أَ شَيْءٌ وَاجِبٌ لِلشَّرِيكِ وَيُعْرَضُ عَلَى الْجَارِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا مِنْ غَيْرِهِ فَقَالَ الشُّفْعَةُ فِي الْبُيُوعِ إِذَا كَانَ شَرِيكاً فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا بِالثَّمَنِ-[1]

ترجمہ: ''ہارون بن حمزہ غنوی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہوئے کہا کہ میں نے امام علیہ السلام سے گھروں کے حوالے سے شفعہ کے بارے سوال کیا کہ کیا شریک پر کوئی شئے لازم ہے اور وہ ہمسائے کو کوئی شئے دے گا، اور وہ دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: شفعہ، فروخت کی صورت میں اور وہ بھی جب وہ اس کے ساتھ شریک ہو، تو اس صورت میں اسی قیمت پر خریدنے کے حوالے سے وہ زیادہ حق دار ہے۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، جیسا کہ ''المغنی'' میں بیان ہوا ہے:

ان تلف الشقص او بعضه فی ید المشتری فهو من ضمانه سواء كان تلف بفعل الله تعالى او بفعل آدمی هذا قول احمد، و ان كان بفعل الله تعالى كانهدام البناء بنفسه او حريق او غرق فليس للشفيع اخذ الباقی الا بكل الثمن او يترك هذا قول ابی حنيفة و قول الشافعی-[2]

ترجمہ: ''یعنی اگر مکمل چیز یا اُس کا کچھ حصہ خریدار کے ہاتھوں ضائع ہو جائے تو خریدار اس کا ضامن ہے چاہے وہ چیز قدرتی آفت سے ضائع ہو یا خریدار کی اپنی کوتاہی سے، یہ احمد بن حنبل کا

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۵، ص ۳۹۶، باب ۲ حدیث ۱، مسلسل نمبر۔ الکافی، یعقوب کلینی، جلد ۵، ص ۲۸۱، حدیث ۵۔ سنن البیہقی، جلد ۶، ص ۱۰۴۔

[2]۔ المغنی، ابن قدامہ، جلد ۵ ص ۳۴۶، ۳۴۷۔

قول ہے؛ اور اگر وہ چیز قدرتی آفت سے ضائع ہو جیسے عمارت کا خود بخود منہدم ہو جانا، یا آگ لگ جانا، یا غرق ہو جانا، تو ایسی صورت میں شفیع پوری قیمت ادا کرکے باقی چیز اپنی ملکیت میں لے گا یا اُس چیز کو چھوڑ دے گا (شفعہ نہیں کرے گا)؛ یہ جناب ابو حنیفہ اور شافعی کا قول ہے۔"

قانون 17: شفیع کی موت پر حق شفعہ، بقیہ ترکہ کی طرح، ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گا اور حق شفعہ کی تقسیم باقی ارث کی مانند ہو گی، اور کسی ایک وارث کے ساقط کرنے سے دوسرے ورثاء کے حصے کا شفعہ ساقط نہیں ہوگا۔[1]

مستندات(Authenticity):

ا: قرآن:(Quran)

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا۔[2]

ترجمہ: "مردوں کے لیے ان کے والدین اور اقرباکے ترکہ میں ایک حصہ ہے اور عورتوں کے لیے بھی ان کے والدین اور اقرباکے ترکہ میں سے ایک حصہ ہے۔"

۲: حدیث نبوی ﷺ:
(Hadith Nabvi (P.B.U.H)

قال رسول اللہ ﷺ: ما ترکہ المیت من حق فھو لوارثہ -

ترجمہ: "رسول خدا ﷺ نے فرمایا: میت حقوق میں سے جو کچھ چھوڑ جائے وہ اس کے وارث کا ہے۔

[1]۔ مہذب الاحکام، سید عبد الاعلی سبزواری، جلد ۱۸، ص ۱۹۸، مسئلہ نمبر ۳۳۔

[2]۔ سورہ نساء، آیہ ۷۔

۳: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

۱- عَنْ زُرَارَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع يَقُولُ وَ لِكُلٍّ جَعَلْنا مَوالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوالِدانِ وَ الْأَقْرَبُونَ، قَالَ إِنَّمَا عَنَى بِذَلِكَ أُولِي الْأَرْحَامِ فِي الْمَوَارِيثِ وَ لَمْ يَعْنِ أَوْلِيَاءَ النِّعْمَةِ فَأَوْلَاهُمْ بِالْمَيِّتِ أَقْرَبُهُمْ إِلَيْهِ مِنَ الرَّحِمِ الَّتِي تَجُرُّهُ إِلَيْهَا-[1]

ترجمہ: ''جناب زرارہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا ہے کہ: وَلِكُلٍّ جَعَلْنا مَوالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوالِدانِ وَ الْأَقْرَبُونَ۔ لفظ موالی سے مراد وہ ذوی الارحام ہیں جو ارث کے باب میں ذکر ہوئے ہیں اور ہماری مراد غیر نسبی اولیاء نہیں ہیں، پس میت کی نسبت سب سے زیادہ قریبی وہی ہے جو اس کے ارحام میں سے ہے جس پر اس کی نسل جاری ہے۔''

۲ : عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ قَالَ إِذَا الْتَفَّتِ الْقَرَابَاتُ فَالسَّابِقُ أَحَقُّ بِمِيرَاثِ قَرِيبِهِ فَإِنِ اسْتَوَتْ قَامَ كُلٌّ مِنْهُمْ مَقَامَ قَرِيبِهِ-[2]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: جب رشتے اکھٹے ہو جائیں تو سب سے زیادہ وہی قریبی ہو گا جو ارث لینے میں زیادہ قریبی ہے اور اگر قربت میں برابر ہوں تو ہر ایک اپنے قریبی کی جگہ پر ہو گا۔''

---

[1]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، جلد ۲۶ ص ۶۳، باب ۱، حدیث ۱، مسلسل نمبر ۳۲۴۹۴۔ اصول کافی، یعقوب کلینی، جلد ۷ ص ۷۶، حدیث ۲

[2]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، جلد ۲۶ ص ۶۹، باب ۲، حدیث ۲، مسلسل نمبر ۳۲۵۰۱۔ اصول کافی، یعقوب کلینی، جلد ۷ ص ۷۷، حدیث ۳۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، جیسا کہ المغنی میں بیان ہوا ہے:

ان یموت قبل الطلب بھا فتسقط ولا تنتقل الی الورثۃ و بہ قال احمد واصحاب الرای و قال مالك و الشافعی یورثہ۔[1]

ترجمہ: "اگر شفیع، شفعہ کرنے سے پہلے فوت ہو جائے تو شفعہ ساقط ہو جائے گا اور ورثاء کی طرف منتقل نہیں ہوگا، جناب احمد بن حنبل اور احناف اس قول کے قائل ہیں، جبکہ جناب مالک اور شافعی نے کہا کہ ورثاء ارث لیں گے۔"

قانون 18: اگر شفیع اور خریدار، خریدی گئی چیز کی قیمت میں اختلاف کریں اور کسی کے پاس بھی گواہ موجود نہ ہوں تو خریدار کے قسم کھانے پر اس کے قول کو قبول کیا جائے گا۔[2]

وضاحت: یعنی اگر خریدار کہے کہ میں نے اس شئے کو ۱۰۰۰ روپے میں خریدا ہے جبکہ شفیع کہے کہ آپ نے ۵۰۰ روپے میں خریدی ہے، یہاں پر جس کے پاس بینہ (گواہ) ہوں، اس کی بات قبول ہو گی لیکن اگر دونوں میں سے کسی کے پاس بھی گواہ نہ ہوں تو خریدار قسم کھائے گا، اور اس کے قسم کھانے پر اس کی بات قبول کی جائے گی۔

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ علیه السلام قَالَ إِنَّ اللهَ حَكَمَ فِي دِمَائِكُمْ بِغَيْرِ مَا حَكَمَ بِهِ فِي أَمْوَالِكُمْ

---

[1]۔ المغنی، ابن قدامہ، جلد ۵ ص ۳۷۵۔

[2]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، جلد ۳۷ ص ۴۴۴۔

حَكَمَ فِي أَمْوَالِكُمْ أَنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِي وَ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ وَحَكَمَ فِي دِمَائِكُمْ أَنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى مَنِ ادُّعِيَ عَلَيْهِ وَ الْيَمِينَ عَلَى مَنِ ادَّعَى لِكَيْلَا يَبْطُلَ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ۔[1]

ترجمہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: خداوند متعال نے، انسان کی جان (خون) کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے وہ انسان کے مال کے بارے میں کیے گئے فیصلے کے برعکس ہے، یعنی مال کے حوالے سے بینہ (گواہی) پیش کرنا مدعی کا کام ہے جبکہ قسم کھانا، مدعی علیہ کی ذمہ داری ہے، لیکن خون (جان) کے حوالے سے بینہ، مدعی علیہ کی جبکہ قسم کھانا، مدعی کی ذمہ داری ہے تاکہ کسی مسلمان کا خون ضائع نہ جائے۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء، امامیہ فقہاء کے موافق ہیں جیسا کہ المغنی میں بیان ہوا ہے:

و ان اختلفا فی الثمن فالقول قول المشتری الا ان یکون للشفیع بیّنۃ۔[2]

ترجمہ: "اگر شفیع اور خریدار شئے کی قیمت میں اختلاف کریں تو خریدار کا قول قبول کیا جائے گا مگر جب شفیع کے پاس بیّنہ (گواہ) ہوں تو پھر شفیع کی بات قبول ہو گی۔"

[1] اصول کافی، یعقوب کلینی، جلد ۷ ص ۴۱۵، حدیث ۲

[2] المغنی، ابن قدامہ، جلد ۵ ص ۳۵۵، ۳۵۶۔

چوتھا باب: قانونِ احیاء موات

(زمین کی آبادکاری کا قانون)

Fourth Chapter: (Revivel Law)

(Land Settlement Act)

تعریفات(Definitions):

احیاء کا معنی و مفہوم:
(The meaning of revival)

عربی لغت میں الاحیاء، افعال کے وزن پر الحیاۃ سے لیا گیا ہے جو زندگی کے معنی میں ہے اور الموت کا متضاد ہے۔[1] قرآن کریم میں بھی کلمہ احیاء لغوی معنی یعنی زندگی میں استعمال ہوا ہے۔ جیساکہ ارشاد رب العزت ہے:

قُلۡ يُحۡيِيهَا الَّذِىٓ أَنشَأَهَآ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلۡقٍ عَلِيمٌ۔[2]

ترجمہ: "آپ کہہ دیجئے کہ جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے وہی زندہ بھی کرے گا اور وہ ہر مخلوق کا بہتر جاننے والا ہے۔"

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا ہے:

فَأَحۡيَيۡنَا بِهِ الۡأَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا۔[3]

ترجمہ: "ہم نے زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا ہے۔"

فقہی اصطلاح میں احیاء، بنجر زمین کو زراعت، درخت کاری اور سکونت کے قابل بنانے کو کہتے ہیں۔[4]

---

[1]۔ موسوعۃ الفقہ الاسلامی، موسسہ دائرۃ معارف الفقہ الاسلامی، ج ۷، ص ۱۵۰، ۱۴۲۸؛ المنجد، مترجم مصطفیٰ رحیمی، ج ۱، ص ۲۱۹، طبع اول انتشارات صبا تہران۔

[2]۔ سورہ یس آیہ ۷۹۔

[3]۔ سورہ فاطر، آیہ ۹۔

[4]۔ جواھر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۳۸، ص ۹؛ النھایۃ فی غریب الحدیث، ابن اثیر، ج ۴، ص ۳۷۰، دار الفکر، بیروت۔

الموات کا معنی و مفہوم:
(The meaning of Al-Mowat)

میم پر فتح (یعنی زبر) کے ساتھ کلمہ موات مصدر ہے جس کا معنی ایسی شیء جس میں روح نہ ہو اور اسی سے کلمہ الموتان لیا گیا ہے جو کہ الحَیَوان (دونوں فتح کے ساتھ جس کا معنی جاندار ہے) کا متضاد ہے۔ اور عموماً یہ کلمہ زمین کے لیے استعمال ہوتا ہے۔[1]

جیسا کہ فیومی نے لکھا ہے:

ماتت الارض مَوَتاناً و مواتاً [2]

ترجمہ: ''ایسی زمین جو عمارت اور ساکنین سے خالی ہو۔''

لیکن ایک قول کے مطابق کلمہ الموات یعنی زمین جس کا کوئی مالک نہ ہو یا جس سے کسی نے نفع نہ پایا ہو۔ لیکن لفظ المیت (بغیر تشدید کے ساتھ) یا المیّت (تشدید کے ساتھ) دونوں ہر مردہ چیز کو کہا جاتا ہے چاہے وہ زمین ہو یا غیر زمین ہو۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے:

وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا [3]

ترجمہ: ''اِس (پانی) سے ہم ایک مُردہ زمین کو زندگی بخش دیتے ہیں۔''

اور غیر زمین کے متعلق ارشاد ہے:

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ [4]

ترجمہ: '' (اے نبیؐ) آپ کو بھی مرنا ہے اور اِن لوگوں کو بھی مرنا ہے۔''

ایسی زمین جو پانی نہ ہونے یا ہمیشہ پانی کھڑا رہنے یا جھاڑیوں کی وجہ سے بنجر اور غیر آباد ہو اور

---

[1]۔ موسوعۃ الفقہ الاسلامی، ج ۲، ص ۱۶۶۔

[2]۔ المصباح المنیر، فیومی، ص ۵۸۴۔

[3]۔ سورہ ق، آیہ ۱۱۔

[4]۔ سورہ الزمر، آیہ ۳۰۔

اس سے استفادہ ممکن نہ ہو اور کسی کی ملکیت بھی نہ ہو۔[1]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

۱۔ ''عن ابی جعفر علیہ السلام قال: قال رسول اللہ مَنْ أَحْيَا مَوَاتاً فَهُوَلَه-[2]

ترجمہ: ''امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بھی غیر آباد زمین کو آباد کرے گا وہ اس کا مالک ہوگا۔''

۲۔عن ابی جعفر و ابی عبد اللہ، قال رسول اللہ: مَنْ أَحْيَا أَرْضاً مَوَاتاً فَهِيَ لَه-[3]

ترجمہ: ''امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص غیر آباد زمین کو آباد کرے گا وہ زمین اس کی ملکیت ہو گی۔''

آباد اور غیر آباد زمین کی مالکیت
(The Ownership of cultivated and uncultivated land)

قانون 1: ہر شخص، سرکار اور حاکم کی اجازت سے غیر آباد زمین کو آباد کرنے سے اس کا مالک بن سکتا ہے۔[4]

---

[1]۔ مفتاح الکرامہ، محقق عاملی، ج۱۹، ص ۱۲؛ جواھر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۸، ص۹، دار الکتب الاسلامیہ تہران۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۵، ص ۴۱۲، باب از ابواب احیاء الموات، ح۶، طبع اول ۱۴۱۲ھ موسسہ آل البیت لاحیاء التراث قم۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۵، ص ۴۱۲، باب از ابواب احیاء الموات، ح۵، طبع اول ۱۴۱۲ھ موسسہ آل البیت لاحیاء التراث قم۔

[4]۔ مبانی منہاج الصالحین سید محمد تقی طباطبائی، ج۹، ص۱۲۷، ۱۴۱۸، ھجری دار الرور بیروت، منہاج الصالحین سید ابول القاسم

قانون: آباد زمین مالک کی ملکیت ہوتی ہے چاہے مالک مسلمان ہو یا کافر اور مالک کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔[1]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عن السکونی عن ابی عبد اللہ قال: مَنْ غَرَسَ شَجَراً أَوْحَفَرَ وَادِياً بَدِيّاً لَمْ يَسْبِقْهُ إِلَيْهِ أَحَدٌ وَ أَحْيَا أَرْضاً مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ قَضَاءً مِنَ اللهِ وَ رَسُولِهِ-[2]

ترجمہ: ''سکونی امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام نے فرمایا: رسول خداﷺ نے فرمایا: جو بھی درخت لگائے گا یا کوئی ایسی وادی یا نہر کھودے گا جس کی طرف پہلے کسی نے سبقت نہ کی ہو یا کوئی مردہ زمین آباد کرے گا، خدا اور رسول کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ اس آباد کرنے والے کی ملکیت ہو گی۔''

قانون2: غیر آباد زمین سرکار اور حاکم شرع کی ملکیت ہوتی ہے اور وہ جس کو چاہیں اس کا مالک بنا سکتے ہیں۔[3]

الخوئی، ج ۲، ص ۱۵۵، طبع ۲۸، ۱۴۱۰ ہجری، مدینۃ العلم، قم۔

[1]۔ جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج ۳۸، ص ۸۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۵، ص 413، باب 2 از ابواب احیاء الموات، ح 1، طبع اول ۱۴۱۲ھ موسسہ آل البیت لاحیاء التراث قم۔

[3]۔ شرائع الاسلام، محقق حلی، ج ۳، ص ۲۷۱، طبع دوم، ۱۴۰۳ ح دار الاضواء بیروت؛ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۳۸، ص ۹ دار لاحیاء التراث العربی بیروت ۱۹۸۱م؛ جامع المقاصد محقق ثانی، ج ۷، ص ۹ طبع اول، ۱۴۱۰ ح موسسہ آل البیت لاحیاء التراث قم۔

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ وَجَدْنَا فِي كِتَابِ عَلِيٍّ ع إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ- أَنَا وَ أَهْلُ بَيْتِيَ الَّذِينَ أَوْرَثَنَا الْأَرْضَ وَ نَحْنُ الْمُتَّقُونَ وَ الْأَرْضُ كُلُّهَا لَنَا- فَمَنْ أَحْيَا أَرْضاً مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَلْيَعْمُرْهَا وَ لْيُؤَدِّ خَرَاجَهَا إِلَى الْإِمَامِ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي وَ لَهُ مَا أَكَلَ مِنْهَا فَإِنْ تَرَكَهَا وَ أَخْرَبَهَا- فَأَخَذَهَا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِنْ بَعْدِهِ فَعَمَرَهَا وَ أَحْيَاهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا مِنَ الَّذِي تَرَكَهَا فَلْيُؤَدِّ خَرَاجَهَا إِلَى الْإِمَامِ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي وَ لَهُ مَا أَكَلَ مِنْهَا حَتَّى يَظْهَرَ الْقَائِمُ ع مِنْ أَهْلِ بَيْتِي بِالسَّيْفِ فَيَحْوِيَهَا وَ يَمْنَعَهَا وَ يُخْرِجَهُمْ مِنْهَا كَمَا حَوَاهَا رَسُولُ اللَّهِ ص وَ مَنَعَهَا إِلَّا مَا كَانَ فِي أَيْدِي شِيعَتِنَا فَإِنَّهُ يُقَاطِعُهُمْ عَلَى مَا فِي أَيْدِيهِمْ وَ يَتْرُكُ الْأَرْضَ فِي أَيْدِيهِم[1]

ترجمہ: ''امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: ہم نے علی علیہ السلام کے صحیفہ میں پایا کہ امام علی علیہ السلام نے فرمایا: میں اور میری اہل بیت علیہم السلام وہ ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ہم نے ان کو زمین کا وارث بنایا ہے اور ہم ہی متقین ہیں اور تمام زمین ہمارے لیے ہے۔ پس مسلمانوں میں سے جو بھی اس کو آباد کرے گا اسے چاہیے کہ وہ اس کا خراج میری اہل بیت میں سے جو امام ہو اس کو ادا کرے اور پھر اس کے لیے اس زمین سے کھانا جائز ہے۔ اگر کوئی اس زمین کو ترک کرے اور اسے خراب کر دے تو مسلمین میں سے جو شخص بھی اس کو آباد کرے گا وہ ترک کرنے والے سے زیادہ حقدار ہو گا۔ پس اسے امام کو خراج ادا کرنا ہو گا اور پھر اس کے لیے اس زمین سے کھانا پینا جائز ہے۔ اس طرح نظام چلتا رہے گا حتیٰ کہ میری اہل بیت میں سے قائم علیہ السلام

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۵، ص ۴۱۴-۴۱۵، باب ۳، ح ۲۔

تلوار کے ساتھ قیام کرے گا۔ پس وہ زمین کو قبضے میں لے گا اور لوگوں کو اس زمین سے منع کر کے خارج کرے گا جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبضے میں لیا اور لوگوں کو منع کیا تھا ۔ مگر وہ زمین جو ہمارے شیعوں کے ہاتھ ہو گی۔ پس امام قائم علیہ السلام ہبہ کریں گے اس زمین کو جو ان کے ہاتھوں میں ہو گی اور جو ان کے پاس ہو گی انہیں کے حوالے کر دیں گے۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

شافعیہ کے نزدیک مردہ زمین، آباد کرنے والے کی ملکیت ہو گی، چاہے حاکم اجازت دے یا نہ دے۔ لیکن حنفی فقہاء اور مالکیہ کے نزدیک حاکم کی اجازت کے بغیر وہ مالک نہیں بن سکتا۔[1]

غنیمت میں حاصل شدہ زمین کا قانون

(Laws regarding the Land which received in booty)

قانون3: لشکر اسلام نے کفار پر چڑھائی کر کے انہیں شکست دینے کے بعد جن آباد زمینوں کو حاصل کیا ہے وہ غنائم میں شمار ہوں گی اور وہ موجودہ اور قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کی ملکیت ہوں گی۔[2]

تعریفات:(Definitions)

عنوۃ کا معنی و مفہوم:

(Meaning and Explanation of Anawat)

عنوۃ (عین پر زبر اور نون ساکن) اسم مصدر ہے جس کا معنی غلبہ اور قدرت ہے۔[3]

فقہی اصطلاح میں اس سے مراد وہ زمین ہے جو لشکر اسلام کے غلبہ پانے سے حاصل ہو اور ایسا

1۔ اللباب فی شرح الکتاب، شیخ عبد الغنی حنفی، ،جزء ۲، ص۲۱۹، دار لکتاب العربی بیروت۔

2۔ جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی ج۳۸، ص۱۷۔

3۔ فرھنگ بزرگ جامع نوین، ج۲، ص۱۳۶۱، مادہ عَنوََ۔

غلبہ جو کفار کی ذلت اور رسوائی کا باعث بنا ہو۔[1] قرآن کریم میں ارشاد رب العزت ہے :
''وعنت الوجوہ للحی القیوم''[2] یعنی چہرے خاضع ہیں حی اور قیوم پروردگار کے سامنے۔

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

۱-قَالَ سُئِلَ أَبُوعَبْدِ اللهِ ع عَنِ السَّوَادِ مَا مَنْزِلَتُهُ فَقَالَ هُوَلِجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ لِمَنْ هُوَ الْيَوْمَ وَ لِمَنْ يَدْخُلُ فِي الْإِسْلَامِ بَعْدَ الْيَوْمِ وَ لِمَنْ لَمْ يُخْلَقْ بَعْدُ فَقُلْتُ الشِّرَاءُ مِنَ الدَّهَاقِينِ قَالَ لَا يَصْلُحُ إِلَّا أَنْ تُشْتَرَى مِنْهُمْ عَلَى أَنْ يُصَيِّرَهَا لِلْمُسْلِمِينَ فَإِذَا شَاءَ وَلِيُّ الْأَمْرِ أَنْ يَأْخُذَهَا أَخَذَهَا قُلْتُ فَإِنْ أَخَذَهَا مِنْهُ قَالَ يَرُدُّ عَلَيْهِ رَأْسَ مَالِهِ وَلَهُ مَا أَكَلَ مِنْ غَلَّتِهَا بِمَا عَمِلَ -[3]

ترجمہ: ''محمد حلبی نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے سواد (عراق کی زمین) کے بارے میں سوال کیا گیا تو حضرت نے فرمایا: وہ ان تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے جو اس دن موجود تھے اور جو اس دن کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوں گے اور جو اس دن کے بعد پیدا ہوں گے۔ پس میں نے کسانوں سے وہ زمین خریدنے کے حوالے سے کہا تو حضرت نے فرمایا: درست نہیں مگر وہ جو مسلمانوں کے لیے قرار دی جائے۔ پس ولی امر جب چاہے اس کو لے سکتا ہے۔ میں نے کہا کہ اگر اس میں سے کچھ لے چکا ہو تو حضرت نے فرمایا: کہ اصل مال کو واپس لوٹایا جائے گا اور جتنا اس پر کام کیا ہو گا اتنی مقدار اس کے غلہ سے استفادہ کر سکتا ہے۔''

---

[1]۔ بلغۃ الفقہ، سید بحر العلوم، ج۱، ص۲۱۱، ریاض المسائل، سید علی طباطبائی، ج۷، ص۵۴۵۔
[2]۔ سورہ طہ، آیہ ۱۱۱۔
[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۱۲، ص ۲۷۴، باب۲۱ از ابواب عقد بیع و شروطہ، ح ۴۔

۲- عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ لَا تَشْتَرِ مِنْ أَرْضِ السَّوَادِ شَيْئاً إِلَّا مَنْ كَانَتْ لَهُ ذِمَّةٌ فَإِنَّمَا هُوَ فَيْءٌ لِلْمُسْلِمِينَ -[1]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ سواد (عراق کی زمین) سے کوئی چیز نہیں خریدی جا سکتی، مگر جس کے ذمہ ہو بتحقیق یہ زمین فئی ہے اور تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اگر زمین فتح کے وقت آباد ہو تو یہ فقط غانمین یعنی جنگ لڑنے والوں کے لیے خاص ہے۔

قانون 4: لشکر اسلام نے کفار پر چڑھائی کرکے انہیں شکست دینے کے بعد جن غیر آباد زمینوں کو حاصل کیا ہے وہ انفال میں شمار ہوگی اور سرکار یا حاکم شرع کی ملکیت ہوگی اور سرکار یا حاکم شرع اس میں ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے۔[2]

مستندات (Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

۱- ''عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ الْأَنْفَالُ مَا لَمْ يُوجَفْ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَ لَا رِكَابٍ أَوْ قَوْمٌ صَالَحُوا أَوْ قَوْمٌ أَعْطَوْا بِأَيْدِيهِمْ وَ كُلُّ أَرْضٍ خَرِبَةٍ وَ بُطُونُ الْأَوْدِيَةِ فَهُوَ لِرَسُولِ اللهِ ص- وَ هُوَ لِلْإِمَامِ مِنْ بَعْدِهِ يَضَعُهُ حَيْثُ يَشَاءُ''-[3]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۱۲، ص ۲۷۴، باب ۲۱ از ابواب عقد بیع و شروطہ، ح 5۔

[2]۔ ریاض المسائل سید علی طباطبائی، ج ۷، ص ۵۴۹، جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج ۳۸، ص ۱۸۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ج ۶، ص ۳۶۵، باب ۱، از ابواب انفال وما یختص بالامام، ح ۱۔

ترجمہ: ''امام جعفر صاق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ درج ذیل زمین انفال میں شمار ہوتی ہے:

ا۔ جس پر لشکر کشی نہ کی گئی ہو۔

۲۔ وہ زمین جس پر کوئی قوم مصالحت کرے۔

۳۔ وہ زمین جس کو کوئی قوم اپنے ہاتھوں سے دے۔اور ہر غیر آباد زمین اور وادیوں کے درمیان والے حصے یہ سب موارد انفال میں شمار ہوں گے جو کہ رسول اور اس کے بعد آنے والے امام کی ملکیت ہیں وہ جس طرح چاہیں اس زمین کو استعمال کر سکتے ہیں۔''

قانون 5: غیر آباد زمین جو کسی مسلمان کے قبضے میں ہو اس میں تصرف کرنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ قبضے میں ہونا ملکیت پر دلالت کرتا ہے۔[1]

قانون 6: کسی چیز کا مالک اس کی حریم کا بھی مالک ہوتا ہے اور کسی دوسرے کے لیے اس شئ کی حریم میں تصرف کرنا صحیح نہیں ہے۔[2]

تعریفات (Definitions)

حریم کا معنی و مفہوم

(The meaning of Harim)

حریم عربی کا لفظ ہے جس کا معنی اطراف اور ارد گرد ہے جیسے حریم الدار گھر کے اطراف جو اس کے متعلق ہے۔[3]

کسی بھی مِلک، کنواں یا نہر کے ارد گرد کی محدود مقدار میں زمین جو اس چیز سے کامل

---

[1]۔ شرائع الاسلام محقق حلی، جزء ۳ ص ۲۱۶ طبع دوم، ۱۴۰۸ ح موسسہ مطبوعاتی اسماعلیان قم، جامع المقاصد محقق ثانی، ج ۷، ص ۱۹۔

[2]۔ جواهر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۳۸، ص ۳۴؛ شرائع الاسلام محقق حلی، جزء ۳ ص ۲۱۶۔

[3]۔ فرهنگ بذرگ جامع نوین حمد سیاح، ج ا، ص ۳۴۸، طبع دوم، انتشارات اسلام، تهران۔

طور پر استفادہ کرنے کے لیے لازمی ہوتی ہے اس چیز کی حریم کہلاتی ہے۔[1]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَأَلْتُ الرِّضَا ع عَنِ الرَّجُلِ تَكُونُ لَهُ الضَّيْعَةُ وَ تَكُونُ لَهَا حُدُودٌ تَبْلُغُ حُدُودُهَا عِشْرِينَ مِيلًا (أَوْ أَقَلَّ أَوْ أَكْثَرَ)- يَأْتِيهِ الرَّجُلُ فَيَقُولُ أَعْطِنِي مِنْ مَرَاعِي ضَيْعَتِكَ وَ أُعْطِيكَ كَذَا وَ كَذَا دِرْهَماً فَقَالَ إِذَا كَانَتِ الضَّيْعَةُ لَهُ فَلَا بَأْسَ۔ [2]

ترجمہ: ''محمد بن عبد اللہ نے کہا کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جس کے پاس زمین تھی اور اس کی حدود تقریباً بیس میل تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ اپنی زمین میں سے کچھ مقدار چراگاہ کے طور پر مجھے دے دو اور اس کے عوض میں، میں آپ کو اتنے درھم دوں گا تو امام نے فرمایا: اگر وہ زمین اسی کی تھی تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں: آباد زمین کی حریم کا احیاء یعنی (آباد کرنا) صحیح نہیں ہے، جب آباد چیز سے منفعت اس پر موقوف ہو۔ اور آباد کرنے والا مالک نہیں بن سکتا لیکن شافعیہ کے نزدیک آباد کرنے سے مالک بن سکتا ہے۔ لیکن اگر منفعت اس پر موقوف نہ ہو تو دو قول ہیں۔ حنابلہ کے نزدیک حریم کا آباد کرنا صحیح نہیں۔[3]

---

[1]۔ حقوق مدنی، سید حسن امامی، ج۱، ص۱۲۱، طبع پنجم ۱۳۶۴، انتشارات اسلامیہ تہران۔
[2]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ج۶، ص۴۲۲، باب۹، از ابواب احیاء الموات، ح۱۔
[3]۔ للباب فی شرح الکتاب، شیخ عبد الغنی حنفی، ج۱، جزء ۲، ص۲۲۰۔

قانون7: ہر شی کی حریم اس کی مناسبت سے مختلف ہوتی ہے۔ لہٰذا راستے کی حریم پانچ یا سات ذراع (ہاتھ کی انگلی سے لے کر کہنی تک ذراع کہا جاتا ہے) ہوتی ہے۔ اور نہر کی حریم کی مقدار جہاں تک اس کی مٹی پھیلی ہوئی ہو، ایسا کنواں جو پانی پینے کے لیے استعمال ہوتا ہو اس کی حریم چالیس ذراع ہے اور جو کنواں زراعت کی آبیاری کے لیے استعمال ہو اس کی حریم ساٹھ ذراع ہے، وہ چشمہ جو نرم زمین میں موجود ہو اس کی حریم ہزار ذراع، جبکہ سخت زمین میں موجود چشمہ کی حریم پانچ سو ذراع ہے اسی طرح ایک دیوار کی حریم جہاں تک اس دیوار کے گرنے سے اس کی مٹی پھیل سکتی ہے اس کی حریم شمار ہوتی ہے۔[1]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1۔عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع أَنَّ رَسُولَ اللهِ ص قَالَ مَا بَيْنَ بِئْرِ الْمَعْطِنِ إِلَى بِئْرِ الْمَعْطِنِ أَرْبَعُونَ ذِرَاعاً وَ مَا بَيْنَ بِئْرِ النَّاضِحِ إِلَى بِئْرِ النَّاضِحِ سِتُّونَ ذِرَاعاً وَ مَا بَيْنَ الْعَيْنِ إِلَى الْعَيْنِ يَعْنِي الْقَنَاةَ خَمْسُمِائَةِ ذِرَاعٍ وَ الطَّرِيقُ يَتَشَاحُّ عَلَيْهِ أَهْلُهُ فَحَدُّهُ سَبْعَةُ أَذْرُعٍ''۔[2]

ترجمہ: ''سکونی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا کہ بتحقیق پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بئر معطن (یعنی وہ کنواں جس سے اونٹ پانی پیتے ہوں) سے دوسرے بئر معطن تک کا فاصلہ چالیس ذراع ہونا چاہیے اور ایک بئر ناضح (یعنی وہ کنواں جس سے زراعت اور انسان کے پینے کا پانی لیا جاتا ہو) سے دوسرے بئر ناضح تک کا فاصلہ ساٹھ ذراع ہونا چاہیے

---

[3]۔ المغنی، ابن قدامہ، ج۵، ص۵۶۶۔۵۶۷۔

[1]۔ جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۸، ص۳۶ تا۴۶۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ج۲۵، ص426، باب۱۱، ح1۔

اور ایک چشمے سے دوسرے چشمے تک کا فاسلہ پانچ سو ذراع ہے اور اس راستہ جس پر اس کے اہل نزاع کریں اس کی حد اور مقدار سات ذراع ہے۔"

2۔ عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع يَقُولُ حَرِيمُ الْبِئْرِ الْعَادِيَةِ أَرْبَعُونَ ذِرَاعاً حَوْلَهَا ۔[1]

ترجمہ: "حماد بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ بئر عادیہ (کنویں کی ایک قسم) کی حریم اس کے چاروں طرف چالیس ذراع ہے۔"

3- عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع أَنَّ رَسُولَ اللهِ ص قَالَ مَا بَيْنَ بِئْرِ الْمَعْطِنِ إِلَى بِئْرِ الْمَعْطِنِ أَرْبَعُونَ ذِرَاعاً وَ مَا بَيْنَ بِئْرِ النَّاضِحِ إِلَى بِئْرِ النَّاضِحِ سِتُّونَ ذِرَاعاً وَ مَا بَيْنَ الْعَيْنِ إِلَى الْعَيْنِ يَعْنِي الْقَنَاةَ خَمْسُمِائَةِ ذِرَاعٍ وَ الطَّرِيقُ يَتَشَاحُّ عَلَيْهِ أَهْلُهُ فَحَدُّهُ سَبْعَةُ أَذْرُعٍ ۔[2]

ترجمہ: "سکونی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ بتحقیق پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بئر معطن (یعنی وہ کنواں جس سے اونٹ پانی پیتے ہوں) سے دوسرے بئر معطن تک کا فاصلہ چالیس ذراع ہونا چاہیے اور ایک بئر ناضح (یعنی وہ کنوا جس سے زراعت اور انسان کے پینے کا پانی پیتے لیا جاتا ہو) سے دوسرے بئر ناضح تک کا فاصلہ ساٹھ ذراع ہونا چاہیے اور ایک چشمے سے دوسرے چشمے تک کا فاصلہ پانچ سو ذراع ہے اور اس راستہ جس پر اس کے اہل نزاع کریں اس کی حد اور مقدار سات ذراع ہے۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں بیان کرتے ہیں کہ بئر بدی (کنویں کی ایک قسم ہے) کے

[1]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ج ۲۵، ص ۴۲۵، باب ۱۱، ح ۱ از ابواب الحریم البئر۔
[2]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ج ۲۵، ص ۴۲۶ باب ۱۱، ح ۵ از ابواب الحریم البئر۔

لیے پچیس ذراع جب کہ بئر عادی (یہ بھی کنویں کی ایک قسم ہے) کے لیے پچاس ذراع حریم ہے۔[1]
اسی طرح شیخ عبد الغنی حنفی اپنی کتاب اللباب میں لکھتے ہیں کہ اگر بئر عطن (کنویں کی ایک قسم ہے) ہو تو اس کے لیے چالیس ذراع جب کہ بئر ناضح (یہ بھی کنویں کی ایک قسم ہے) کے لیے ساٹھ ذراع تک کا فاصلہ اس کی حریم شمار ہوتی ہے۔[2] اور ابن قدامہ کے نزدیک چشمے کی حریم پانچ سو ذراع ہے۔[3]

قانون8: کسی چیز کی حریم اس وقت شمار کی جائے گی جب کوئی شخص غیر آباد زمین میں آبادی کے اقدامات کرے، کیونکہ آباد زمین یا شہروں میں حریم متصور نہیں ہوگی چونکہ اگر آبادی میں حریم کا حکم لاگو کریں تو ہمسایوں کے درمیان ٹکراؤ اور جھگڑے کا باعث بنے گا۔[4]

قانون9: اگر کوئی شخص مردہ زمین کو آباد کرے اور اس کے ایک کنارے پر درخت لگائے جس کی شاخیں یا جڑیں ساتھ والی مردہ زمین تک پھیل جائیں تو جہاں تک اس کی شاخیں یا جڑیں پھیلی ہوں وہاں تک کسی اور کو حق حاصل نہیں کہ وہ اس مردہ زمین کو آباد کرے کیونکہ وہاں تک اس درخت کی حریم شمار ہوتی ہے اور اگر کوئی آباد کرنا چاہے تو درخت لگانے والا اس کو منع کر سکتا ہے۔[5]

---

[1]۔ المغنی، ابن قدامہ، ج۵، ص۵۹۴۔

[2]۔ اللباب فی شرح الکتاب، شیخ عبد الغنی حنفی، جزء ۲، ص۲۲۱۔

[3]۔ المغنی ابن قدامہ، ج۶، ص181، تا183۔

[4]۔ شرائع الاسلام محقق حلی، جزء ۳ ص ۲۱۶۔ ۲۱۷؛ جامع المقاصد، محقق ثانی، ج۷، ص۲۵؛ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، ص۱۷۷، مسئلہ نمبر ۸۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۸، ص۳۶ تا ۴۶۔

[5]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۸، ص۵۲؛ مسالک الافہام، شہید ثانی، ج۱۲، ص۴۱۶؛ شرائع الاسلام، محقق حلی، جزء ۳۔ ص۲۱۸۔

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عَنْ عُقْبَةَ بن خَالِدٍ قال:أَنَّ النَّبِيَّ ص قَضَى فِي هَوَائِرِ النَّخْلِ أَنْ تَكُونَ النَّخْلَةُ وَ النَّخْلَتَانِ لِلرَّجُلِ فِي حَائِطِ الْآخَرِ فَيَخْتَلِفُونَ فِي حُقُوقِ ذَلِكَ فَقَضَى فِيهَا أَنَّ لِكُلِّ نَخْلَةٍ مِنْ أُولَئِكَ مِنَ الْأَرْضِ مَبْلَغَ جَرِيدَةٍ مِنْ جَرَائِدِهَا (حِينَ يُعَدُّهَا) -[1]

ترجمہ :"عقبہ بن خالد سے منقول ہے کہ رسول خداﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ اگر کسی شخص کا کسی دوسرے باغ میں کھجور کا ایک درخت یا دو درخت ہوں اور وہ ایک دوسرے سے ان درختوں کی حدود اور حقوق میں اختلاف کرتے ہوں تو آنحضرتؐ نے اس بارے میں حکم سنایا کہ ہر درخت کی جگہ سے لیکر جہاں تک اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہوں اس درخت کی حریم اور حد ہو گی۔"

مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ص حَرِيمُ النَّخْلَةِ طَوْلُ سَعَفِهَا -[2]

ترجمہ :"محمد بن علی بن حسین نے کہا کہ رسول خداﷺ نے فرمایا کہ کھجور کے درخت کی حریم کی مقدار وہاں تک ہے جہاں تک اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مردہ زمین میں درخت لگائے تو اس درخت کی حریم کی مقدار وہاں تک ہو گی جہاں تک اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہوں گی۔[3] صاحب

---

[1]: وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۲۵، ص ۴۲۴، باب ۱۰ از کتاب احیاء الموات، ح ۱ موسسہ آل البیت علیہم السلام قم۔

[2] وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۲۵، ص ۴۲۴، حدیث، ۲، باب ۱۰ از کتاب احیاء الموات، ح ۱ موسسہ آل البیت علیہم السلام قم۔

[3]: المغنی، ابن قدامہ، ج۵، ص ۵۹۵۔

اعلاء السنن کا کہنا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ درخت کی حریم پانچ ذراع ہے لیکن میرے نزدیک درخت کے چھوٹے اور بڑے ہونے کا لحاظ کیا جائے گا۔[1]

قانون10: ہر شخص اپنی ملکیت میں ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے بشر طیکہ ہمسایہ اس کے تصرف سے کوئی نقصان نہ ہو لیکن اگر تصرف نہ کرنے میں خود اسے نقصان ہو تو پھر اس کا تصرف کرنا صحیح ہے اگرچہ ہمسایہ کو نقصان ہی کیوں نہ ہو۔[2]

مستندات(Authenticity):

ا: حدیث نبوی ﷺ
(Hadith Nabvi (P.B.U.H)

قال رسول الله صلی اللی علیه و آله وسلم من اذی جاره حرم الله علیه ریح الجنة و ماواه جهنم و بئس المصیر و من ضیع جاره فلیس منّی -[3]

ترجمہ: "رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جس نے بھی اپنے ہمسایہ کو تکلیف دی خدا نے اس پر جنت کی خوشبو حرام قرار دی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور کتنا برا ٹھکانہ ہے اور جس نے ہمسایہ کا نقصان کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔"

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ إِنَّ الْجَارَ كَالنَّفْسِ غَيْرُ مُضَارٍّ وَ لَا آثِمٍ -[4]

---

[1]: اعلاء السنن، ظفر احمد تھانوی، ج۱۸، ص۱۵، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] : قواعد الاحکام، علامہ حلی، ج۲، ص۲۶۸؛ مفتاح الکرامہ، محقق عاملی، ج۱۹، ص۶۸؛ مسالک الافہام، شہید ثانی، ض۱۲، ص۴۱۵۔

[3]۔ نقل از مہذب الاحکام، سید عبد الاعلی موسوی۔ ج۲۳، ص۲۳۹؛ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، ص۔

[4]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۲۵، ص۴۲۸، باب ۱۲، از کتاب احیاء الموات، ح۲۔

ترجمہ: ''طلحہ بن زید، امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: بتحقیق ہمسایہ اپنی ذات کی طرح ہے نقصان دینے والا نہیں ہوتا مگر گناہ گار کہ جو اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔''

اسی طرح بہت سی دیگر روایات کتب میں موجود ہیں جو ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتی ہیں۔

۳: اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں کہ اپنی ملکیت میں ایسا تصرف کرنا جس سے ہمسایہ کو ضرر اور نقصان پہنچے مثلاً اس کے کنواں کھودنے سے دوسرے کے کنویں کا پانی کم یا ختم ہو جائے صحیح نہیں، چونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''لا ضرر ولا ضرار''۔

البتہ شافعیہ کے نزدیک اگر کوئی شخص مردہ زمین میں کنواں کھودے جس سے پڑوسی کو نقصان پہنچے یہ درست نہیں لیکن اگر ملکیت یا گھر میں کنواں کھودے تو اگرچہ ہمسایہ کو ضرر اور نقصان ہی کیوں نہ ہو صحیح ہے۔[1]

قانون 11: ایسی غیر آباد زمین جس کو حاکم شرع نے عبادت کے لیے مخصوص کیا ہو اس کو آباد کرکے اپنی ملکیت میں لینا صحیح نہیں ہے چاہے عبادت گذاروں کے لیے ضرر یا تنگی کا باعث ہو یا نہ ہو۔[2]

قانون 12: ایسی غیر آباد زمین جس کو سرکار یا حاکم شرع نے کسی کو اقطاع (ھبہ) کیا ہو اگرچہ اس پر علامت گذاری نہ کی گئی ہو اس کا کسی دوسرے شخص کے لیے آباد کرنا صحیح نہیں ہے۔[3]

---

[1]۔ المغنی، ابن قدامہ، ج۶، ص ۲۰۳۔

[2]۔ شرائع الاسلام محقق حلی، جزء ۳ ص ۲۱۸۔

[3]۔ شرائع الاسلام محقق حلی، جزء ۳ ص ۲۱۸؛ جواھر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۳۸، ص ۵۴-۵۵۔

تعریفات:(Definitions)

اقطاع کا معنی و مفہوم
(The meaning of Iqta)

کلمہ اقطاع اِفعال کے وزن پر ہے اور کلمہ القطع سے مشتق ہے اور کسی کو زمین کا ٹکڑا بخش دینے کے معنی میں ہے۔[1]

فقہی اصطلاح میں نبیؐ یا امامؑ یا حاکم کا کسی شخص کو زمین کا ایک ٹکڑا دینا چاہے بطور ملکیت کے یا فقط انتفاع یعنی فائدہ حاصل کرنے کے لیے (جیسے لیز پر زمین دینا) اقطاع کہلاتا ہے۔[2]

مستندات(Authenticity):

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
(Hadith Nabvi (P.B.U.H)

عَنِ النَّبِيِّ ص: أَنَّهُ أَقْطَعَ الزُّبَيْرَ حُضْرَ فَرَسِهِ فَأَجْرَى فَرَسَهُ حَتَّى قَامَ ثُمَّ رَمَى بِسَوْطِهِ فَقَالَ ص أَعْطُوهُ مِنْ حَيْثُ بَلَغَ السَّوْطُ۔ [3]

ترجمہ: "پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے زبیر کے لیے اقطاع کیا یعنی زبیر کے گھوڑے کو دوڑایا گیا یہاں تک کہ وہ رُک گیا پھر اس نے اپنا تازیانہ پھینکا۔ پس پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو عطا کرو جہاں تک اس کا تازیانہ پہنچا۔"

اس کے علاوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبد اللہ بن مسعودؓ کے لیے دور نامی مقام کو جو کہ مدینہ میں ہے اور حضر موت کے مقام پر کچھ زمین وائل بن حجرؓ کے لیے اور مقام عقیق کو بلال بن

---

[1]۔ فرھنگ بزرگ نوین احمد سیاح، ج ۲، ص ۱۶۱۷۔

[2]۔ موسوعۃ الفقہ الاسلامی، موسسہ دائرۃ الفقہ الاسلامی، ج ۷، ص ۱۶۷ و ۱۶۸۔

[3]۔ مستدرک الوسایل مرزا نوری، ج ۱۷، ص ۱۲۲، باب ۱۲، از کتاب احیاء الموات، ح ۴، مسلسل نمبر ۲۰۹۳۹

حارثؓ کے لیے خاص فرمایا اور یہ اختصاص کسی غیر کے آباد کرنے سے ختم نہیں ہوتا۔[1]

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں کہ امام غیر آباد زمین ایسے شخص کو جو آباد کرنا چاہتا ہو اقطاع یعنی ہبہ کر سکتا ہے۔ جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وائل بن حجر کے لیے حضر موت کے مقام پر زمین ھبہ کی تھی۔[2]

قانون13: ایسی غیر آباد زمین جس پر کسی مسلمان نے تحجیر کر رکھی ہو کسی دوسرے شخص کے لیے اس زمین کا آباد کرنا صحیح نہیں ہے۔[3]

---

[1] ۔ جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۸، ص۵۵۔

[2] ۔ المغنی، ابن قدامہ، ج۶، ص۱۷۲، دار الفکر بیروت۔

[3] ۔ شرائع الاسلام محقق حلی، جزء ۳ ص ۲۱۸۔۲۱۹؛ جواھر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۸، ص۵۶ تا ۶۵؛ جامع المقاصد، محقق ثانی، ج۷، ص۲۹،۲۸۔

قانون تحجیر (The Law of Tahjir)

تعریفات: (Definitions)

تحجیر کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم:
(The Literal and Terminological meaning of Tahjir)

کلمہ تحجیر تفعیل کے وزن پر مصدر ہے اور کلمہ الحجر سے لیا گیا ہے جو منع یا حرام کرنے کے معنی میں ہے۔[1]

فقہی اصطلاح میں اس سے مراد ہر وہ فعل اور کام ہے جو احیاء کے ارادہ پر دلالت کرے مثلاً زمین کے ارد گرد پتھروں سے علامت لگانا/چار دیواری کرنا یا زمین کے ارد گرد مٹی کا جمع کرنا۔[2]

مستندات (Authenticity):

حدیث نبوی ﷺ
(Hadith Nabvi (P.B.U.H)

۱۔ رَوَی سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ أَنَّ النَّبِیَّ ص قَالَ: مَنْ أَحَاطَ حَائِطاً عَلَی أَرْضٍ فَهِیَ لَه۔[3]

ترجمہ: "سمرہ بن جندب روایت کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص کسی زمین پر دیوار کھینچے تو وہ زمین اس کے لیے ہے۔"

۲۔ رُوِیَ عَنْهُ ص قَالَ: مَنْ سَبَقَ إِلَی مَا لَا یَسْبِقْهُ إِلَیْهِ الْمُسْلِمُ فَهُوَ أَحَقُّ بِه۔[4]

1۔ المنجد، (عربی اردو) ص ۱۷۳ (مادة حجر)۔

2۔ موسوعة الفقہ الاسلامی، موسسہ دائرة الفقہ الاسلامی، ج ۷، ص ۱۶۶ھ۔

3۔ مستدرک الوسائل، مرزا حسین نوری طبرسی، ج ۱۷، ص ۱۱۱، باب از ابواب کتاب احیاء الموات، حدیث ۳ طبع اول ۱۴۰۷ موسسہ آل البیت قم۔

4۔ مستدرک الوسائل، مرزا حسین نوری طبرسی، ج ۱۷، ص ۱۱۱، باب از ابواب کتاب احیاء الموات، حدیث 4 طبع اول ۱۴۰۷ موسسہ آل البیت قم۔

ترجمہ: ”رسول اکرم ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا: جس شخص نے ایسی چیز کی طرف سبقت کی جس کی طرف کسی اور مسلمان نے سبقت نہ کی ہو تو سبقت کرنے والا اس چیز کی نسبت زیادہ حقدار ہے۔“

قانون14: اگر زمین آباد ہونے سے پہلے تحجیر کے آثار زائل ہو جائیں تو یہ زمین اپنی پہلی حالت پر پلٹ جائے گی اور کوئی بھی شخص اس کو آباد کر سکتا ہے۔[1]

ضمن 1-14: تحجیر فقط حق اولویت کو ثابت کرتی ہے لہٰذا محجر اس زمین کا مالک نہیں ہو گا اور اس کو فروخت نہیں کر سکتا البتہ مصالحت صحیح ہے۔

ضمن 2-14: اگر کوئی شخص کسی زمین میں تحجیر کرتا ہے لیکن اس کو آباد کرنے پر قادر نہیں تو ایسی تحجیر معتبر نہیں ہے اور اس زمین کو کوئی دوسرا شخص آباد کر سکتا ہے۔[2]

قانون15: جس شخص کو سرکاری زمین آباد کرنے کے لیے دی گئی ہو اور تین سال تک اسے آباد نہ کرے تو حکومت اس سے وہ زمین واپس لے سکتی ہے، یعنی وہ زمین بحق سرکار ضبط ہو جائے گی۔[3]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1۔ ''عَنْ يُونُسَ عَنِ الْعَبْدِ الصَّالِحِ ع قَالَ قَالَ إِنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ تَعَالَى جَعَلَهَا وَقْفاً عَلَى عِبَادِهِ فَمَنْ عَطَّلَ أَرْضاً ثَلَاثَ سِنِينَ مُتَوَالِيَةً لِغَيْرِ مَا عِلَّةٍ أُخِذَتْ مِنْ يَدِهِ وَ دُفِعَتْ إِلَى غَيْرِهِ وَ مَنْ تَرَكَ مُطَالَبَةَ حَقٍّ لَهُ عَشْرَ سِنِينَ فَلَا حَقَّ لَه''۔[4]

---

[1]۔ الاراض محمد اسحاق فیاض، ص۱۹۸۱، ۱۶۴ام، بغداد

[2]۔ منہاج الصالحین سید ابو القاسم خوئی، ج۲، ص۱۵۸۔

[3]۔ منھاج الصالحین سید ابولا قاسم خوئی، ج۲، ص۱۵۹۔

[4]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ج۲۵، ص ۴۳۴۔ ۴۳۳، باب ۱۷ از ابواب احیاء الموات، ح۱۔

ترجمہ: ''یونس امام موسی کاظم علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: زمین کو خدا نے اپنے بندوں کے لیے وقف کیا ہے۔ پس جو شخص مسلسل تین سال کسی زمین کو معطل رکھے یعنی اس سے فائدہ نہ اٹھائے بغیر کسی وجہ کے تو وہ زمین اس سے لے کر کسی دوسرے شخص کو دے دی جائے گی اور جو شخص دس سال تک حق مطالبہ کو ترک کرے تو اس کے لیے کوئی حق باقی نہیں ہے۔''

2۔ ''عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ مَنْ أُخِذَتْ مِنْهُ أَرْضٌ ثُمَّ مَكَثَ ثَلَاثَ سِنِينَ لَا يَطْلُبُهَا لَمْ تَحِلَّ لَهُ بَعْدَ ثَلَاثِ سِنِينَ أَنْ يَطْلُبَهَا''۔ [1]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امامؑ نے فرمایا کہ جس شخص نے بھی غیر آباد زمین کو آباد کرنے کے لیے اپنے قبضے میں لیا پھر تین سال تک آباد نہ کیا تو تین سال کے بعد یہ زمین اس کے لیے حلال نہیں ہے اور وہ شخص اس زمین کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

فقہاء اہل سنت کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ احیاء یعنی آباد کرنے سے ملکیت حاصل ہوتی ہے لیکن اذن حاکم کی شرط میں اختلاف ہے، اکثر کے نزدیک اذن حاکم شرط نہیں ہے لیکن حنفیہّ کے نزدیک ملکیت کے لیے اذن امام شرط ہے۔

مالکیہ کے نزدیک اگر آبادی کے نزدیک ہو تو اذن حاکم ضروری ہے لیکن اگر آبادی سے دور ہو تو اذن حاکم شرط نہیں ہے۔ اسی طرح تمام مذاہب کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص ایک زمین پر کام کرے یا اس پر دیوار کھینچے لیکن اس کو تعمیر نہ کرے تو تین سال کے بعد حاکم اس سے زمین لیکر کسی دوسرے کو دے سکتا ہے۔ اور خود نبیؐ کا اپنے قبضے میں لینے پر بھی تمام مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے۔[2]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج۲۵، ص ۴۳۴، باب ۱۷، از ابواب احیاء الموات، ح ۲، مسلسل نمبر ۳۲۲۹۱۔

[2]۔ فقہ السنۃ، سید سابق، ج ۳، ص ۱۷۸۔۱۷۹، طبع ہشتم، ۱۴۰۷ھ، دار الکتب العربی بیروت۔

قانون حِمیٰ

(Law relating to Pasture and Grazing Land)

قانون16: سرکار یا حاکم شرع نے جس مصلحت اور مقصد کے لیے زمین کو قبضے میں لیا تھا اگر وہ مقصد اور غرض زائل اور ختم ہو جائے تو وہ قبضہ بھی ختم ہو جائے گا اور کوئی دوسرا شخص اس کو آباد کرکے اپنی ملکیت میں لے سکتا ہے۔

قانون17: مباح زمین میں سے کسی جگہ کو بھی سرکار یا حاکم شرع بطور چراگاہ اپنے لیے یا مسلمانوں کی مصلحت کے لیے حمیٰ (مخصوص) کر سکتا ہے اور دوسروں کے لیے اس میں تصرف کرنا صحیح نہیں ہے۔[1]

تعریفات:(Definitions)

حمیٰ کا معنی و مفہوم:
(Meaning of Pasture)

الحمی لغت میں منع کرنے کے معنی میں ہے۔ صاحب العین لکھتے ہیں کہ ایسی جگہ جہاں گھاس ہو اور لوگوں کو وہاں مویشی چرانے سے منع کیا جائے۔[2]

فقہی اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ نبیؐ یا امامؑ غیر آباد زمین میں سے ایک ٹکڑے کو اپنے لیے یا کسی خاص غرض یا مصلحت کے لیے خاص کریں اور دوسروں کو اس میں تصر کرنے سے منع

---

[1]۔ جامع المقاصد، محقق ثانی، ج۷، ص۳۱ تا ۳۳؛ شرائع الاسلام محقق حلی، جزء ۳ ص ۲۷۵؛ جواھر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۸، ص۶۱ تا ۶۴۔

[2]۔ موسوعۃ الفقہ الاسلامی، ج۷، ص۱۶۷ طبع اول ۱۴۲۸ حدیث، موسسہ دائرۃ المعارف الفقہ الاسلامی؛ مصباح المنیر، ص ۱۵۳؛ العین خلیل احمد فراھیدی، ج۱، ص ۴۳۲ مادہ حمی۔

کریں۔[1]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

۱- عَنْ أَبِي الْحَسَنِ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ بَيْعِ الْكَلَإِ وَ الْمَرْعَى فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ قَدْ حَمَى رَسُولُ اللَّهِ ص النَّقِيعَ لِخَيْلِ الْمُسْلِمِينَ -[2]

ترجمہ: "موسی بن ابراہیم، امام موسی کاظم علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے گھاس اور چراگاہ کے بارے میں سوال کیا تو حضرت نے فرمایا کہ کوئی اشکال نہیں، بتحقیق رسول خدا نے نقیع (مدینہ کے نزدیک ایک مقام ہے) کو مسلمانوں کے گھوڑوں کے لیے مختص کرکے دوسروں کو اس میں تصرف کرنے سے منع کیا تھا۔"

۲- قد روی ان النبی ص قال: لاحمی الا اللہ و لرسولہ و الائمۃ المسلمین-[3]

ترجمہ: "پیغمبر اکرم ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ حِمی (یعنی کسی کو چراگاہ سے منع کرنا) صحیح نہیں ہے مگر خدا، اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کے آئمہ کے لیے۔"

البتہ اس حدیث میں کلمہ (آئمہ مسلمین) فقط شیخ طوسی کی کتاب الخلاف میں موجود ہے جب کہ حدیث کے بقیہ الفاظ اہل سنت کی کتب میں بھی موجود ہیں۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

نبی کے حِمی کرنے پر تمام مذاہب کا اتفاق ہے چاہے وہ اپنے لیے کرے یا مسلمانوں کی

[1]۔ مفتاح الکرامہ، سید محمد جواد عاملی، ج۱۹، ص۹۵، ۹۴۔
[2]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ج۲۵، ص ۴۲۳، باب ۹، از ابواب احیاء الموات، ح ۳۔
[3]۔ نقل از خلاف شیخ طوسی، ج۳، ص۵۲۸، موسسہ نشر اسلامی قم۔

مصالحت کے لیے، لیکن مذہب حنفیہ، شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک امام کسی چراگاہ کو اپنے لیے مختص نہیں کر سکتا جب کہ مصالح مسلمین کے لیے کر سکتا ہے اور اسی طرح نبی اور امام کے علاوہ کسی اور کے لیے مطلقاً صحیح نہیں جب کہ حنابلہ کے نزدیک صحیح ہے چونکہ خلیفہ دوم اور سوم نے مختص کیا تھا۔[1]

قانون18: غیر آباد زمین کو جس غرض کے تحت آباد کرنا مقصود ہو اس کی ملکیت اس صورت میں حاصل ہوگی جب وہ شخص اسی غرض کے لیے ضروری اقدامات کرے جیسے سکونت کی غرض سے دیوار اور چھت کا موجود ہونا، زراعت کے لیے زمین کا ہموار کرنا اور اس پر پانی پہنچانا اور باغ کی غرض ہو تو اس زمین میں درخت لگا کر اس تک پانی پہنچانے سے اس زمین کا احیاء ثابت ہوگا۔[2]

مستندات(Authenticity):

حدیث نبوی ﷺ
(Hadith Nabvi (P.B.U.H)

۱- عن سمرة عن النبی ص قال: من احاط حائطاً علی ارض فھی لہ -[3]

ترجمہ: ''سمرة سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے زمین پر دیوار بنائی وہ زمین اسی کے لیے ہے۔''

---

[1]۔ المغنی، ابن قدامہ، ج۵، ص۵۸۱، ۵۸۲؛ الانصاف، علاء الدین حنبلی، ج٦، اصولیوں ۳۸۷، طبع اول ۱۳۷٦ حدیث، داراحیاء التراث العربی بیروت۔

[2]۔ شرائع الاسلام محقق حلی، جزء ۳ ص ۲۷۵؛ ۲۷٦، ۲ طبع دوم ۱۴۰۳ حدیث، دار الاضواء بیروت۔

[3]۔ مسالک الافہام، ج۱۲، ص۳۸۹؛ مسند احمد، ج۵، ص۱۲، دارالفکر بیروت؛ سنن ابی داود، ج۳، ص۱۷۹، حدیث۳۰۷۷، داراحیاء السنة النبویہ بیروت۔

٢- عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص مَنْ غَرَسَ شَجَراً أَوْ حَفَرَ وَادِياً بَدِيّاً لَمْ يَسْبِقْهُ إِلَيْهِ أَحَدٌ وَ أَحْيَا أَرْضاً مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ قَضَاءً مِنَ اللهِ وَ رَسُولِهِ ص- [1]

ترجمہ: "سکونی امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا جو شخص کوئی درخت لگائے یا ایسی نہر کھودے جس کی طرف پہلے کسی نے سبقت نہ کی ہو اور کسی مردہ زمین کو آباد کرے تو خدا اور اس کے رسول کا فیصلہ اور حکم یہ ہے کہ وہ چیز اسی کی ملکیت ہو گی۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

حنابلہ اس مسئلہ میں مذہب امامیہ کے موافق ہیں۔ [2]

مفاد عامہ سے متعلقہ اُمور کے قوانین

(Laws relating to matters of public interest)

قانون 19: مساجد، مدارس، عمومی راستے، معادن اور پانی، مشترک منافع میں شمار ہوتے ہیں اور ان امور کو مفاد عامہ کا عنوان بھی دیا جاتا ہے۔ مفاد عامہ میں حق تقدم یا حق سبقت پایا جاتا ہے مثلاً جو شخص مفاد عامہ سے استفادہ کرنے میں سبقت رکھتا ہے دوسرے کے لیے صحیح نہیں کہ اس کے لیے مانع بنے۔ [3]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، حر عاملی، ج ۲۵، ص ۴۱۳، باب ۲، از ابواب احیاء الموات، ح ۱۔

[2]۔ المغنی، ابن قدامہ، ج ۵، ص ۵۹۱، ۵۹۰۔

[3]۔ شرائع الاسلام محقق حلی، جزء ۳ ص ۲۷۵؛ ۲۷۶ جامع المقاصد، محقق ثانی، ج ۷، ص ۳۳، ۳۴؛ مسالک الافہام، زین الدین عاملی، ج ۱۲، ص ۴۲۸۔

ضمن 19-1: مشترکہ گلی کا حق ان مالکان کے لیے ہے جن کے گھروں کے سامنے سے یہ گلی گذرتی ہے اور یہ لوگ دوسروں کو اس گلی سے استفادہ کرنے سے منع کر سکتے ہیں۔[1]

ضمن 19-2: شاہراہ عام کسی کی ملکیت نہیں ہوتی اور کوئی راستہ تین طریقوں سے عمومی راستے میں تبدیل ہوتا ہے:

19-2-1: زیادہ رفت وآمد سے اور قافلوں کے گذرنے سے۔

19-2-2: کوئی شخص اپنی ملکیت میں عمومی راستہ قرار دے۔

19-2-3: سرکار کسی آبادی میں عمومی راستہ قرار دے۔[2]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

ا۔''قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع سُوقُ الْمُسْلِمِينَ كَمَسْجِدِهِمْ فَمَنْ سَبَقَ إِلَى مَكَانٍ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ إِلَى اللَّيْلِ''۔[3]

ترجمہ: ''امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: مسلمانوں کے بازار کا حکم ان کی مسجد والا ہے پس جس نے بازار میں سے کسی مکان اور جگہ کی طرف سبقت کر لی وہ شخص رات تک اس جگہ پر حق اولویت رکھتا ہے۔''

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲،

[2]۔ تحریر الوسیلہ ج2ص186 مھذب الاحکام، عبد الاعلی موسوی سبزواری، ج۲۳، ص۲۶۶، طبع طھارم، ۱۴۱۶ھ موسسہ المنار قم۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۱۲، ص۳۰۰، باب ۱۷ از کتاب آداب التجارۃ، ح۱، دار احیاء التراث العربی بیروت۔

۲۔ ''عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ سُوقُ الْمُسْلِمِينَ كَمَسْجِدِهِمْ يَعْنِي إِذَا سَبَقَ إِلَى السُّوقِ كَانَ لَهُ مِثْلَ الْمَسْجِدِ''۔[1]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: مسلمانوں کے بازار کا حکم ان کی مساجد والے حکم کی طرح ہے یعنی جس نے بازار میں کسی مقام پر بیٹھنے کے حوالے سے سبقت کی وہ مقام اسی کا ہوگا، جیساکہ مسجد کا یہی حکم ہے۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں کہ شوارع (سڑکیں) اور طرق (راستے) تمام لوگوں کے درمیان مشترک ہوتے ہیں۔ اور کسی کو حق نہیں کہ ان کو آباد کرکے اپنی ملکیت میں لے تاہم اگر سڑک وسیع ہو اور گزرنے والوں کے لیے مزاحمت کا باعث نہ بنے تو وہاں خرید وفروخت کے لیے بیٹھنا صحیح ہے۔ اس مسئلہ پر ہر دور میں تمام مذاہب کا اتفاق رہا ہے۔[2]

زمین کی ظاہری اور باطنی معدنیات سے متعلقہ قوانین
(Laws relating to external and internal minerals of the earth)

قانون20: کسی زمین کا مالک اس زمین کی فضاء اور اس کی تہہ کا بھی مالک ہوتا ہے اور معدن زمین کا حصہ شمار ہوتا ہے۔[3]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ حر عاملی، ج۱۷، ص۴۰۶، باب ۱۷ از ابواب آداب تجارت، ح۲، موسسہ آل البیت قم۔

[2]۔ المغنی، ابن قدامہ حنبلی، ج۵، ص۵۷۶۔س

[3]۔ حقوق مدنی، سید حسن امامی، ج۱، ص۱۴۰۔

تعریفات(Definitions):

معادن کی دو قسمیں ہیں:[1]

ا۔ظاہری معادن

ظاہری معادن سے وہ معادن مراد ہیں جو ظاہر ہوتے ہیں اور جس تک پہنچنے کے لیے اخراجات کی ضرورت نہیں جیسے نمک تیل۔

۲۔ باطنی معادن

وہ معادن ہیں جو ظاہر نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان تک پہنچنے کے لیے محنت اور کام کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے سونا، چاندی۔

قانون21: ظاہری معادن کسی کی ملکیت نہیں ہوتے بلکہ ہر شخص اپنی ضرورت کے مطابق ان سے استفادہ کر سکتا ہے تاہم اس میں حق تقدم (سبقت) پایا جاتا ہے۔[2]

مستندات(Authenticity):

ا۔قرآن:
(Quran)

هُوَالَّذِی خَلَقَ لَکُمْ مَافِی الأَرْضِ جَمِیعًا -[3]

ترجمہ: ”وہ وہی اللہ ہے جس نے زمین میں موجود ہر چیز کو تمہارے لیے پیدا کیا۔“

---

[1]۔ جامع المقاصد، محقق ثانی، ج۷، ص۴۱؛ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، ص۱۹۵؛ شرائع الاسلام، محقق حلی، جزء ۳ اصولیوں ۲۲۲جواھر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۸، ص۱۰۱۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، ص۱۹۵۔

[3]۔ سورہ بقرہ، آیہ ۲۹۔

۲۔ حدیث نبوی ﷺ:
(Hadith Nabvi (P.B.U.H)

ا۔ رُوِیَ عَنْهُ ص قَالَ: مَنْ سَبَقَ إِلَی مَا لَا يَسْبِقْهُ إِلَيْهِ الْمُسْلِمُ فَهُوَ أَحَقُّ بِه۔ [1]

ترجمہ: ''رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے بھی ایسی چیز کی طرف سبقت کی کہ جس کی طرف پہلے کسی نے نہ کی ہو وہ اسی کے لیے ہو گی۔''

۲۔ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ ع أَنَّهُ قَالَ لَا يَحِلُّ مَنْعُ الْمِلْحِ وَ النَّارِ۔ [2]

ترجمہ: ''امام علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا: نمک اور آگ سے منع کرنا صحیح نہیں ہے۔ (البتہ آگ کنایہ ہے اس لکڑی سے جسے جلایا جاتا ہے)۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں کہ معدن ظاہری کو احیاء کے ذریعے ملکیت میں نہیں لیا جاسکتا ہے اور لوگوں میں سے کسی کو اقطاع یعنی ہبہ کرنے کا حق نہیں اور مسلمانوں کے علاوہ کوئی اور اس کو حاصل نہیں کرسکتا کیونکہ اس میں مسلمانوں کے لیے نقصان ہے۔ [3]

قانون22: معدن باطنی، نکالنے والے کی ملکیت ہوتا ہے اور سرکار یا حاکم شرع تحجیر اور احیاء سے پہلے کسی کو ھبہ کرسکتے ہیں۔ پس اگر کوئی شخص کھدائی شروع کرے لیکن معدن تک نہ پہنچے تو فقط اس کے لیے حق تحجیر ثابت ہے اور وہ اس کا مالک شمار نہیں کیا جائے گا۔ [4]

---

[1]۔ مستدرک الوسائل، میرزا نوری، ج۱۷، ص۱۱۱، حدیث ۴

[2]۔ وسائل الشیعہ حر عاملی، ج۲۵، ص۴۱۷، باب ۵

[3]۔ المغنی، ابن قدامہ، ج۵، ص۵۷۱۔

[4]۔ شرائع الاسلام، محقق حلی، جزء ۱۳ص ۲۲۲؛ جامع المقاصد، محقق ثانی، ج۷، ص۴۶ تا ۴۸؛ جواھر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۸، ص۱۱۰، تا۱۱۲، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص۳۶۰، مسلہ نمبر ۳۲۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص زمین کھود کر معدن نکالے تو مذہب حنبلی اور مذہب شافعی میں وہ مالک نہیں ہو گا اگرچہ شافعی کے ایک قول کے مطابق اس کے مالک ہونے کا احتمال دیا گیا ہے۔[1] جبکہ احناف امامیہ کے موافق ہیں۔[2]

قانون23: جو شخص کسی غیر آباد زمین کو آباد کرتا ہے اور اس زمین سے باطنی معدن دریافت ہوتا ہے تو وہ شخص اس زمین کے ساتھ اس باطنی معدن کا بھی مالک ہو گا۔[3]

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

جب معدن جامد ہو تو احیاء کرنے والا مالک ہو گا چاہے معدن ظاہری ہو یا باطنی کیونکہ یہ اس زمین کا حصہ ہے لیکن خزانہ نکلے تو اس کا مالک نہیں ہو گا۔ معادن مائع ہو جیسے تارکول، تیل، پانی ہو تو مالک نہیں ہو گا چونکہ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ الناس شرکاء فی الماء والکلا والنار، کہ لوگ پانی، آگ اور چراگاہ میں شریک ہیں۔[4]

قانون24: کوئی بھی شخص کسی باطنی معدن کو اپنی ملک میں لے کر کسی دوسرے شخص کو فروخت کر سکتا ہے۔

1۔ المغنی، ابن قدامہ، ج۵، ص ۵۷۲۔

2۔ المحلی باآثار، ابن جزم، ج۷، ص۸۰، مسئلہ ۱۳۴۹، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

3۔ شرائع الاسلام، محقق حلی، جزء ۳ص ۲۲۲؛ جامع المقاصد، محقق ثانی، ج۷، ص۴۹؛ جواھر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۸، ص ۱۱۳؛ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، ص۱۹۶، مسئلہ نمبر ۳۴۔

4۔ المغنی، ابن قدامہ، ج۵، ص ۵۷۳۔

قانون25: پانی تمام انسانوں کے لیے ہے اور کسی بھی شخص کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی دوسرے شخص کو پانی سے منع کرے چاہے دوسرا شخص کسی بھی مسلک یا دین کا پیروکار ہو۔[1]

مستندات(Authenticity):

حدیث نبوی ﷺ:
(Hadith Nabvi (P.B.U.H)

۱-عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ص قَالَ: النَّاسُ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ النَّارِ وَ الْمَاءِ وَ الْكَلَإِ-[2]

ترجمہ: ''ابن عباس سے منقول ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لوگ تین چیزوں میں ایک دوسرے کے شریک ہیں۔ا۔آگ ۲۔پانی۔۳۔گھاس۔''

۲- عَنْ أَبِي الْحَسَنِ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ مَاءِ الْوَادِي فَقَالَ إِنَّ الْمُسْلِمِينَ شُرَكَاءُ فِي الْمَاءِ وَ النَّارِ وَ الْكَلَإِ- [3]

ترجمہ: ''امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ امامؑ نے پانی کے حوالے سے فرمایا کہ تمام مسلمان پانی، آگ اور قدرتی گھاس سے استفادہ کرنے میں برابر کے شریک ہیں۔''

قانون26: جس شخص نے مباح پانی سے اپنے لیے کسی ظرف یا حوض یا نہر میں پانی جمع کر لیا ہو تو وہ شخص اس پانی کا مالک ہوگا۔[4]

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲، ص ۱۹۲، مسئلہ نمبر ۲۴، مھذب الاحکام، سید عبد الاعلی موسوی سبزواری، ج ۲۳، ص ۲۸۲۔

[2]۔ مستدرک الوسائل، میرزا نوری، ج ۱۷، ص ۱۱۴، باب ۴ از کتاب احیاء الموات، ح ۲۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۹، ص ۲۱۷، باب ۵ از کتاب احیاء الموات، ح ۱، طبع اول ۱۳۸۷ش ذوی القربی قم۔

[4]۔ جامع المقاصد محقق ثانی، ج ۷، ص ۵۲۔ مفتاح الکرامہ، محقق عاملی، ج ۱۹، ص ۱۵۸، ۱۵۷۔

مستندات(Authenticity):

حدیث نبوی ﷺ:
(Hadith Nabvi (P.B.U.H)

رُوِیَ عَنْہُ ص قَالَ: مَنْ سَبَقَ إِلَی مَا لَا یَسْبِقْہُ إِلَیْہِ الْمُسْلِمُ فَھُوَ أَحَقُّ بِہ -[1]

ترجمہ: ”جو شخص کسی ایسی چیز کی طرف سبقت کرے جس کی طرف پہلے کسی مسلمان نے نہ کی ہو تو وہ اس چیز کا زیادہ حقدار ہے۔“

قانون 27: جس شخص نے اپنی زمین یا مباح زمین میں پانی کے لیے کنواں ملکیت کی نیت سے کھودا ہو تو وہ شخص اس کے پانی کا مالک ہوگا لیکن اگر فقط استفادہ کی نیت سے کھودا ہو تو فقط حق اولویت رکھتا ہے۔[2]

مستندات(Authenticity):

حدیث نبوی ﷺ
(Hadith Nabvi (P.B.U.H)

وَقَالَ ص إِنَّ النَّاسَ مُسَلَّطُونَ عَلَی أَمْوَالِھِمْ -[3]

ترجمہ: ”پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لوگ اپنے اموال پر مسلط ہوتے ہیں۔ یعنی جس طرح چاہیں ان میں تصرف کر سکتے ہیں۔“

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

ابن قدامہ کا بیان ہے کہ کنواں اور اس کا پانی کھودنے والے کی ملکیت ہے اگر مردہ اور

---

[1] ۔ مستدرک الوسائل، میرزا نوری، ج ۱۷، ص ۱۱۴، باب ۴ از کتاب احیاء الموات، ح ۴۔

[2] ۔ جامع المقاصد، محقق ثانی، ج ۷، ص ۵۲، شرائع الاسلام محقق حلی، ج ۳، ص ۲۲۲۔

[3] ۔ بحار الانوار، ج ۲، ص ۲۷۲۔ طبع سوم ۱۴۰۳ھ، دار لاحیای الترث العربی بیروت

مباح زمین میں کھودا جائے بلکہ کنویں کی حریم کا بھی مالک ہوگا۔[1]

قانون28: قدرتی چشمہ کے پانی کے استعمال میں تمام انسان برابر کے حق دار ہیں چاہے وہ چشمہ کسی کی ملکیت میں نکلا ہو یا کسی غیر آباد زمین میں۔[2]

مستندات(Authenticity):

حدیث نبوی ﷺ:
(Hadith Nabvi (P.B.U.H)

۱-وَ قَالَ ص إِنَّ النَّاسَ مُسَلَّطُونَ عَلَى أَمْوَالِهِمْ-[3]

ترجمہ: ”پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا کہ لوگ اپنے اموال پر مسلط ہوتے ہیں۔“

۲- روی عنه: مَنْ سَبَقَ إِلَى مَا لَا يَسْبِقُهُ إِلَيْهِ الْمُسْلِمُ فَهُوَ أَحَقُّ بِه-[4]

ترجمہ: ”پیغمبر اکرم ﷺ سے روایت ہے کہ جس نے بھی ایسی چیز کی طرف سبقت کی کہ جس کی طرف پہلے کسی مسلمان نے سبقت نہ کی ہو تو وہ چیز اسی کی ہوگی۔“

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

چشمے کے پانی کا کوئی بھی مالک نہیں ہوتا پس ہر حال میں ہر ایک کے لیے صحیح ہے کہ وہ پینے کے لیے یا وضو کرنے یا غسل یا کپڑے دھونے کے لیے پانی حاصل کر سکتا ہے۔[5]

---

[1]۔ المغنی، ابن قدامہ، ج۶، ص ۵۹۳، دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2]۔ شرائع الاسلام، محقق حلی، جزء ۳، ص ۲۲۳؛ جواھر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۸، ص ۱۲۴؛ جامع المقاصد، محقق ثانی، ج۷، ص ۵۸؛ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، ص ۱۹۲۔

[3]۔ بحار الانوار، علامہ مجلسی، ج۲، ص ۲۷۲، طبع سوم ۱۴۰۳ھ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[4]۔ المستدرک الوسائل، میرزا نوری، ج۱۷، ص۱۱۱، باب ۱، از کتاب احیاء الموات، ح ۴۔

[5]۔ المغنی، ابن قدامہ، ج۶، ص ۵۸۹؛ اعلاء السنن، ظفر احمد تھانوی، ج ۱۳، ص ۲۴ طبع اول ۱۴۱۸ھ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

قانون29: دریا اور قدرتی نہروں کے پانی کا کوئی مالک نہیں ہوتا اور اگر کوئی شخص نہر کھود کر ان سے پانی حاصل کرے گا تو وہ اس پانی کا مالک ہوگا۔[1]

مستندات(Authenticity):

حدیث نبوی ﷺ:
(Hadith Nabvi (P.B.U.H)

رُوِیَ عَنْہُ ص قَالَ: مَنْ سَبَقَ إِلَی مَا لَا یَسْبِقُہُ إِلَیْہِ الْمُسْلِمُ فَھُوَ أَحَقُّ بِہِ -[2]

ترجمہ: ''جو شخص کسی ایسی چیز کی طرف سبقت کرے جس کی طرف پہلے کسی مسلمان نے نہ کی ہو تو وہ اس چیز کا زیادہ حقدار ہے۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اہل سنت کے نزدیک دریا یا بڑی نہریں جس سے ہر کوئی پانی استعمال کر سکے اور سب کے لیے کافی ہو تو ہر شخص جب چاہے جتنی مقدار میں چاہے اور جس طرح چاہے پانی حاصل کر سکتا ہے۔[3]

قانون30: ایسی سرکاری نہر جو ایک ہی وقت میں تمام لوگوں کی زمینوں کو سیراب نہیں کر سکتی جس شخص کی زمین نہر کے دھانے سے زیادہ قریب ہے پہلے وہ اپنی زمین کو سیراب کرے گا پھر اس کے بعد والے کی باری ہوگی یہاں تک کہ تمام لوگوں کی زمینیں سیراب ہو جائیں۔[4]

---

[1]۔ جواھر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۸، ص۱۲۶؛ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، ص۱۹۳۔

[2]۔ مستدرک الوسائل، میرزا نوری، ج۱۷، ص۱۱۴، باب۴ از کتاب احیاء الموات، ح۴۔

[3]۔ المغنی، ابن قدامہ، ج۶، ص۱۸۸؛ اعلاء السنن، ظفر احمد تھانوی، ج۱۳، ص۲۲۔

[4]۔ جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۸، ص۱۳۱، جامع المقاصد، محقق ثانی، ج۷، ص۵۹۔

مستندات(Authenticity):

حدیث نبوی ﷺ
(Hadith Nabvi (P.B.U.H)

1- ان النبی ﷺ قضی فی شرب نھر فی سیل ان لاعلی ان یسقی قبل الاسفل ثم یرسلہ الی الاسفل - [1]

ترجمہ: ”رسول اکرم ﷺ نے نہر سے سیراب کرنے کے حوالے سے فرمایا کہ پہلے وہ سیراب کرے گا جس کی زمین نہر کے قریب ہو گی پھر بعد والے کی باری آئے گی۔“

2- انہ ﷺ قضی فی سیل ان یمسك حتی یبلغ الی الکعبین ثم یرسل الاعلی الی الاسفل - [2]

ترجمہ: ”رسول اکرم ﷺ نے نہر سے آبیاری کے حوالے سے فرمایا کہ نہر سے نزدیک زمین والا کعبین (پاؤں کے ابھرے ہوئے حصے) کی مقدار تک پانی زمین میں روکے گا پھر اس کے بعد والے کے لیے پانی چھوڑ دے گا۔“

قانون31: اگر دو افراد کی زمین کا فاصلہ نہر کے دھانے سے برابر ہو اور ایک ہی وقت میں دونوں کی زمین کے سیراب کرنے کے لیے پانی کافی نہ ہو تو ان کے درمیان قرعہ ڈالا جائے گا جس کے نام قرعہ نکلے گا وہ پہلے اپنی زمین سیراب کرے گا۔[3]

---

[1]۔ سنن بیھقی، ج۶، ص ۱۵۴

[2]۔ سنن بیھقی، ج۶، ص ۱۵۴

[3]۔ جامع المقاصد، محقق ثانی، ج۷، ص۶۱۔

ضمنی قانون: سرکاری نہر کے اطراف میں جس شخص نے پہلے زمین آباد کی ہو گی، پانی کے استعمال میں وہ حق تقدم رکھتا ہے اگرچہ اس کی زمین دوسروں کی نسبت نہر کے دھانے سے دور ہی کیوں نہ ہو۔[1]

مستندات(Authenticity):

حدیث نبوی ﷺ:
(Hadith Nabvi (P.B.U.H)

رُوِیَ عَنْہُ ص قَالَ: مَنْ سَبَقَ إِلَی مَا لَا یَسْبِقُہُ إِلَیْہِ الْمُسْلِمُ فَھُوَ أَحَقُّ بِہ-[2]

ترجمہ: ”جو شخص کسی ایسی چیز کی طرف سبقت کرے جس کی طرف پہلے کسی مسلمان نے نہ کی ہو تو وہ اس چیز کا زیادہ حقدار ہے۔“

قانون32: اگر کسی شخص نے زراعت کی آبیاری کرنا ہو تو شراک (یعنی جوتے کے تسمے کی مقدار تک) درختوں کی آبیاری کے لیے کعب (یعنی پاؤں کے ابھرے ہوئے حصے تک) اور اگر کھجور کے درختوں کی آبیاری کے لیے پنڈلی کی مقدار تک پانی زمین میں جمع کرنے کے بعد دوسروں کے لیے چھوڑ دے گا۔[3]

1۔ مفتاح الکرامہ، سید محمد جواد عاملی، ج۱۹، ص ۱۹۲۔

2۔ مستدرک الوسائل، میرزا نوری، ج۱۷، ص ۱۱۴، باب ۴ از کتاب احیاء الموات، ح ۴۔

3۔ شرائع الاسلام، محقق حلی، جزء ۳، ص ۲۲۳؛ جواھر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۸، ص۱۳۱؛ جامع المقاصد، محقق ثانی، ج۷، ص۵۹؛ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، ص ۱۹۴، مسئلہ نمبر ۲۹، مسالک الافھام، شھید ثانی، ج ۱۲، ص ۴۵۰، طبع اول ھ موسسہ المعارف الاسلامیہ۔

مستندات(Authenticity):

حدیث نبوی ﷺ:
(Hadith Nabvi (P.B.U.H)

1-عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ (ع) قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ قَضَى رَسُولُ اللهِ (ص) فِي سَيْلِ وَادِي مَهْزُورٍ-لِلزَّرْعِ إِلَى الشِّرَاكِ وَ النَّخْلِ إِلَى الْكَعْبِ ثُمَّ يُرْسَلُ الْمَاءُ إِلَى أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ-[1]

ترجمہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہروز نامی نہر سے سیراب کرنے کے حوالے سے فیصلہ سنایا کہ اگر زراعت کو سیراب کرنا ہو تو شراک (جوتے کے تسمے) کی مقدار تک پانی روکے گا، اگر کھجور کے درخت کو سیراب کرنا ہو تو کعب (پاؤں کے ابھرے ہوئے حصے) کی مقدار، پھر یہ شخص اپنے سے نیچے کی زمین والے کے لیے پانی چھوڑ دے گا۔"

۲-عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ قَضَى رَسُولُ اللهِ ص فِي شُرْبِ النَّخْلِ بِالسَّيْلِ أَنَّ الْأَعْلَى يَشْرَبُ قَبْلَ الْأَسْفَلِ يُتْرَكُ مِنَ الْمَاءِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ يُسَرَّحُ الْمَاءُ إِلَى الْأَسْفَلِ الَّذِي يَلِيهِ كَذَلِكَ حَتَّى (يَنْقَضِيَ الْحَوَائِطُ) وَيَفْنَى الْمَاءُ-[2]

ترجمہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول خدا ﷺ نے کھجور کے درخت کو سیراب کرنے کے حوالے سے فیصلہ سنایا تھا کہ پہلے وہ سیراب کرے گا جس کی زمین اونچی ہوگی پھر نیچے والے، اور وہ کعبین (پاؤں کے ابھرے ہوئے حصے) کی مقدار تک پانی روکے گا پھر نیچے والے جو اس کے بعد ہوں گے، ان کے لیے چھوڑ دے گا اور یہ سلسلہ جاری رہے گا حتی کہ تمام باغات سیراب ہو جائیں یا پانی ختم ہو جائے۔"

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۹، ص۲۱۹، باب ۸ از کتاب احیاء الموات، ح۱۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۹، ص۲۲۰، باب ۸ از کتاب احیاء الموات، ح۵۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

ایسی چھوٹی نہر جو تمام افراد کے لیے ایک ہی وقت میں کافی نہ ہو تو اس سے سب سے پہلے وہ شخص پانی حاصل کرے گا جس کی زمین نہر سے قریب ہے اور کعب یعنی پاؤں کے ابھرے ہوئے حصے کی مقدار تک پانی روکے گا پھر کوئی دوسرا یعنی بعد والا شخص پانی حاصل کر سکتا ہے لیکن اگر بعد والوں کے لیے پانی نہ بچے تو یہ تقاضا نہیں کر سکتے۔ یہ ایسا ہی ہے جس طرح باب میراث میں عصبہ کا حکم ہے۔ مذہب شافعیہ، حنابلہ اور اہل مدینہ اسی قول کے قائل ہیں۔[1]

قانون33: اگر کوئی شخص مباح پانی کے حصول کے لیے نہر یا چشمہ کھودتا ہے تو اس پانی کا مالک ہوگا اسی طرح اگر چند افراد مل کر نہر کھودتے ہیں تو اپنے کام کی مقدار کے برابر اس پانی کے مالک ہوں گے۔[2]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ الْفَضْلِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنْ بَيْعِ الْكَلَإِ إِذَا كَانَ سَيْحاً فَيَعْمِدُ الرَّجُلُ إِلَى مَائِهِ فَيَسُوقُهُ إِلَى الْأَرْضِ فَيَسْقِيهِ الْحَشِيشَ وَ هُوَ الَّذِي حَفَرَ النَّهَرَ وَ لَهُ الْمَاءُ يَزْرَعُ بِهِ مَا شَاءَ فَقَالَ إِذَا كَانَ الْمَاءُ لَهُ فَلْيَزْرَعْ بِهِ مَا شَاءَ وَ لْيَبِعْهُ بِمَا أَحَبَّ-[3]

---

[1] ۔ المغنی، ابن قدامہ، ج٦، ص١٨٨؛ اعلاء السنن، ظفر احمد تھانوی، ج١٣، ص٢٢؛ المحلی بالاثار، ابن حزم، ج٧، ص٨٢، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] ۔ جامع المقاصد، محقق ثانی، ج٧، ص٦٥، جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ص١٢٦، تا١٢٨۔

[3] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج٩، ص٢٢٠، باب ٩ز اکتاب احیاء الموات، ح٢۔

ترجمہ: ''اسماعیل بن فضل نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے چراگاہ کے فروخت کرنے کے بارے میں سوال کیا کہ جب وہ سیراب ہو چکی ہو اور کسی شخص نے پانی کی طرف قصد کیا ہو اور پانی کو زمین پر چھوڑ دیا ہو جس سے گھاس سیراب ہو اور یہ شخص جس نے نہر کھودی ہو اور پانی کا مالک ہو وہ پانی سے جو چاہے کاشت کرے؟ حضرت نے فرمایا جب پانی کا مالک ہے تو اس سے جو چیز کاشت کرنا چاہے کر سکتا ہے یا جس چیز کے بدلے فروخت کرنا چاہے کر سکتا ہے۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں ایسی نہر اور اس کا پانی جو کسی کی ملکیت میں ہو اور کسی بڑی نہر مثلاً دجلہ اور فرات وغیرہ سے نکلتی ہو اگر کھودنے والا کھدائی شروع کرے لیکن بڑی نہر کے پانی تک نہ پہنچے تو اس پر احیاء کا عنوان صادق نہیں آئے گا بلکہ تحجیر ثابت ہے اور فقط یہ شخص حق اولویت رکھتا ہے۔ لیکن اگر بڑی نہر کے ساتھ متصل کر دے تو اس کھودی گئی نہر اور اس کے پانی کا مالک ہو گا کیونکہ اس پر احیاء کا عنوان صادق آئے گا چاہے اس نہر میں پانی جاری ہو یا نہ ہو۔[1]

اور اسی طرح اس کے کنارے اور اس کی حریم کا بھی مالک ہو گا۔ اور اگر کھودنے والے چند افراد ہوں تو ان کے کام اور اخراجات کی نسبت نہر اور اس کے پانی کو تقسیم کیا جائے گا۔[2]

قانون 34: پرائیویٹ اور مشترکہ نہر کی کھدائی، صفائی یا تعمیر کرنا ہو تو اگر تمام شرکاء اقدام کریں تو ہر ایک کے نہری رقبے کی نسبت سے اخراجات تقسیم کئے جائیں گے اور اگر بعض اقدام نہ کریں تو اقدام کرنے والے ان سے اخراجات کا مطالبہ نہیں کر سکتے جب ان کا یہ اقدام ان کے مشورے کے بغیر ہو اور انہوں نے حصے دینے کا وعدہ بھی نہ کیا ہو۔[3]

1۔ المغنی، ابن قدامہ، ج٦، ص١٩٦۔

2۔ اعلاء السنن، ظفر احمد تھانوی، ج١٣، ص٢٣۔

3۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج٢، ص٣٥٩، مسلہ نمبر٣١

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

مذہب حنبلی، شافعی اور حنفی کے نزدیک مشترکہ نہر کی صفائی اور تعمیر کے اخراجات ہر شخص کے نہری رقبے کی نسبت تقسیم کیے جائیں گے۔[1]

قانون35: بالغ اور غیر بالغ افراد کی مشترکہ نہر کی کھدائی یا صفائی کے لیے اگر بالغ تنہا قادر ہوں تو ٹھیک ہے وگرنہ غیر بالغ کے ولی پر ضروری ہے کہ اس کے مال سے اخراجات ادا کرے۔[2]

قانون36: اگر کوئی شخص کسی نجی اور غیر سرکاری نہر پر کسی غیر آباد زمین کو آباد کرتا ہے تو وہ شخص سابقہ افراد کے ساتھ پانی میں شریک نہیں ہوگا بلکہ اگر سابقین سے پانی بچ جائے تو وہ اپنی زمین سیراب کرے گا، اگرچہ اس کے بعد والے شخص کی زمین نہر کے زیادہ قریب ہی کیوں نہ ہو البتہ سابقہ افراد اسے زمین آباد کرنے سے منع نہیں کر سکتے۔[3]

مستندات(Authenticity):

حدیث نبوی ﷺ
(Hadith Nabvi (P.B.U.H)

رُوِیَ عَنْهُ ص قَالَ: مَنْ سَبَقَ إِلَی مَا لَا يَسْبِقْهُ إِلَيْهِ الْمُسْلِمُ فَهُوَ أَحَقُّ بِه-[4]

ترجمہ: ''جو شخص کسی ایسی چیز کی طرف سبقت کرے جس کی طرف پہلے کسی مسلمان نے نہ کی ہو تو وہ اس چیز کا زیادہ حقدار ہے۔''

---

[1]۔ المغنی ابن قدامہ، ج٦ ص١٩٧، ١٩٦۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج٢، ص٣٥٩، مسلہ نمبر٣١۔

[3]۔ جامع المقاصد محقق ثانی، ج٧، ص٦٤۔

[4]۔ مستدرک الوسائل، میرزا نوری، ج١٧، ص١١٤، باب ٤ از کتاب احیاء الموات، ح٤۔

پانچواں باب: قوانین صید

(شکار کرنے کے قوانین)

Chapter Five: (Hunting Laws)

(Rules of Hunting)

قانون 1: شکاری کتے کے توسط سے شکار کرنا صحیح جبکہ کسی پرندے یا درندے کے توسط سے شکار کی جانے والی چیز ذبح کرنے سے پہلے مر جائے تو اس کا کھانا صحیح نہ ہوگا۔[1]

مستندات(Authenticity):

ا: قرآن: (Quran)

وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللهُ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ ۔[2]

ترجمہ: "۔۔۔ نیز ان شکاری جانوروں کا شکار (بھی تمہارے لیے حلال ہے) جنہیں تم نے وہ کچھ سکھایا جس کی خدا نے تمہیں تعلیم دی تھی۔ بس جو کچھ یہ جانور تمہارے لیے (شکار کرتے ہیں اور) روک رکھتے ہیں وہ کھالو اور (جب جانور کو شکار کے لیے چھوڑو (تو) اس پر خدا کا نام لیا کرو۔"

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1۔عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع أَنَّهُ سَأَلَهُ عَنْ صَيْدِ الْبُزَاةِ وَ الصُّقُورَةِ وَ الْكَلْبِ وَ الْفَهْدِ فَقَالَ لَا تَأْكُلْ صَيْدَ شَيْءٍ مِنْ هَذِهِ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمُوهُ إِلَّا الْكَلْبَ الْمُكَلَّبَ قُلْتُ فَإِنْ قَتَلَهُ قَالَ كُلْ لِأَنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُولُ وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوارِحِ مُكَلِّبِينَ. فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ كُلُّ شَيْءٍ مِنَ السِّبَاعِ تُمْسِكُ الصَّيْدَ عَلَى نَفْسِهَا إِلَّا الْكِلَابَ الْمُعَلَّمَةَ فَإِنَّهَا تُمْسِكُ عَلَى صَاحِبِهَا۔[3]

---

[1]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۶، ص۸، طبع ششم دار الکتب الاسلامیہ تھران، شرائع الاسلام، محقق حلی، ج۳، ص۱۵۴، طبع دوم، ۱۴۰۸ھجری، مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان قم، تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، ص۱۱۹، مؤسسہ نشر اسلامی، جامعہ مدرسین قم۔

[2]۔ سورہ مائدہ آیہ نمبر ۴۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۲۳، ص ۳۳۲، باب ا، از ابواب الصید، حدیث ۳، مسلسل ۲۹۶۶۹۔

ترجمہ: ''راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے باز، کتے اور چیتے کے شکار کے بارے میں سوال کیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا ان کے توسط سے شکار شدہ چیز کو نہیں کھا سکتے مگر اس وقت جب اس کا تذکیہ یعنی ذبح شرعی کیا جائے۔ البتہ شکاری کتے کے توسط سے شکار شدہ چیز کو کھا سکتے ہو۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کی کہ اگر شکار مر جائے تو پھر؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کھا سکتے ہو کیونکہ خداوند متعال نے فرمایا کہ نیز ان شکاری جانوروں کا شکار (بھی تمہارے لیے حلال ہے) جنہیں تم نے وہ کچھ سکھایا جس کی خدا نے تمہیں تعلیم دی تھی۔ بس جو کچھ یہ جانور تمہارے لیے (شکار کرتے ہیں اور) روک رکھتے ہیں وہ کھا لو اور (جب جانور کو شکار کے لیے چھوڑو (تو) اس پر خدا کا نام لیا کرو، پھر آخر میں اضافہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر درندہ اپنے لیے شکار کرتا ہے مگر شکاری کتے اپنے مالک کے لیے شکار کرتے ہیں۔''

زرارہ امام باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں:

2- قَالَ مَا خَلَا الْكِلَابَ مِمَّا يَصِيدُ الْفُهُودُ وَ الصُّقُورَةُ وَ أَشْبَاهُ ذَلِكَ فَلَا تَأْكُلَنَّ مِنْ صَيْدِهِ إِلَّا مَا أَدْرَكْتَ ذَكَاتَهُ لِأَنَّ اللهَ قَالَ مُكَلِّبِينَ فَمَا خَلَا الْكِلَابَ فَلَيْسَ صَيْدُهُ بِالَّذِي يُؤْكَلُ إِلَّا أَنْ تُدْرِكَ ذَكَاتَه۔[1]

ترجمہ: ''امام علیہ السلام نے فرمایا کہ شکاری کتے کے علاوہ کسی اور جانور مثلاً چیتا، شکاری پرندے اور جو انکی مثل ہیں ان کے شکار شدہ چیز کو نہیں کھا سکتے مگر جب ان کو تذکیہ شدہ پاؤ چونکہ خداوند متعال کا ارشاد ہے مکلبین یعنی شکاری کتے۔''

پس شکاری کتے کے علاوہ کسی چیز کے توسط سے شکار شدہ چیز کو نہیں کھا سکتے مگر جب اس کا تذکیہ (ذبح شرعی) ہو جائے۔

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص 355، باب 9، از ابواب الصید، حدیث 21، مسلسل 29733۔

شکاری اور شکار سے متعلقہ شرائط کے قوانین

(Hunter and rules about the conditions of hunting)

قانون 2: شکاری کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ پس اگر تیر پھینکنے والا یا شکاری کتے کو شکار کے لیے چھوڑنے والا ناصبی، مشرک یا کافر ہو تو اس شکار کا کھانا صحیح نہیں ہوگا۔[1]

مستندات (Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1- عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ نَصَارَى الْعَرَبِ أَتُؤْكَلُ ذَبَائِحُهُمْ فَقَالَ كَانَ عَلِيٌّ ع يَنْهَى عَنْ ذَبَائِحِهِمْ وَعَنْ صَيْدِهِمْ وَ مُنَاكَحَتِهِم۔[2]

ترجمہ: ”راوی امام محمد باقر علیہ السلام سے راویت نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے جزیرۃ العرب کے عیسائیوں کے بارے میں پوچھا کہ کیا ان کا ذبیحہ کھا سکتے ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ علی علیہ السلام ان کے ذبیحہ اور شکار اور ان سے نکاح کرنے سے منع فرماتے تھے۔“

حلبی سے مروی ہے:

2۔ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنْ ذَبَائِحِ نَصَارَى الْعَرَبِ هَلْ تُؤْكَلُ فَقَالَ كَانَ عَلِيٌّ ع يَنْهَاهُمْ عَنْ أَكْلِ ذَبَائِحِهِمْ وَ صَيْدِهِمْ وَ قَالَ لَا يَذْبَحْ لَكَ يَهُودِيٌّ وَ لَا نَصْرَانِيٌّ أُضْحِيَّتَكَ ۔[3]

---

[1]۔ جواہر الکلام ، شیخ محمد حسن نجفی ،ج۳۶،ص۲۶، شرائع الاسلام ، محقق حلی ،ج۳،ص۱۵۵، تحریر الوسیلہ امام خمینی ،ج۲،ص۱۲۰، مسئلہ نمبر ۳۔

[2]۔ وسایل الشیعہ، شیخ حر عاملی، جلد ۲۴ ص ۵۴ باب ۲۷ از ابواب الصید، حدیث ۶ مسلسل نمبر ۲۹۹۷۲۔

[3]۔ وسایل الشیعہ، شیخ حر عاملی جلد ۲۴ ص ۵۸ باب ۲۷ از ابواب الصید حدیث ۱۹ مسلسل نمبر ۲۹۹۸۵۔

ترجمہ: ''میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اہل عرب نصاری کے بارے میں سوال کیا کہ کیا ان کے ذبیحہ کو کھا سکتے ہیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام ان کا ذبیحہ اور شکار کھانے سے منع فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ آپ کی قربانی کو نہ یہودی ذبح کریں اور نہ عیسائی۔''

وجہ استدلال:
(Reasoning)

ان روایات میں اہل کتاب کا ذبیحہ کھانے سے منع کیا گیا ہے جب اہل کتاب (جو کسی ایک آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں) جیسے عیسائی اور یہودی کے ذبیحہ کو نہیں کھا سکتے تو مشرک، کافر اور ناصبی کا ذبیحہ تو بدرجہ اولیٰ نہیں کھا سکتے۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں علماء اہل سنت مذہب امامیہ فقہاء کے موافق ہیں، البتہ اہل سنت کے نزدیک اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے جیسا کہ صاحب فقہ السنہ لکھتے ہیں:

ویشترط فی الصائد بان یکون مسلماً او کتابیاً-[1]

ترجمہ: ''یعنی شکاری کا مسلمان یا اہل کتاب ہونا ضروری ہے۔''

قانون 3: شکار کے پیچھے کتے یا تیر کو چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے پس اگر جان بوجھ کر نہ پڑھے تو شکار کا کھانا صحیح نہیں ہو گا لیکن اگر بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو شکار حلال ہو گا۔[2]

---

[1]۔ فقہ السنہ، سید سابق، ج۳، ص۲۵۸، طبع ہشتم، ۱۴۰۷، ھجری دار الکتاب العربی بیروت۔

[2]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۶، ص۳۰، شرائع الاسلام، محقق حلی، ج۳، ص۱۵۵، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص۱۲۰، مسئلہ ۳۔

مستندات(Authenticity):

۱: قرآن:(Quran)

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ - [1]

ترجمہ: ''اور جس پر نام خدا نہ لیا گیا ہو اس کو مت کھاؤ کیونکہ وہ فسق ہے۔''

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1-قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع مَنْ أَرْسَلَ كَلْبَهُ وَ لَمْ يُسَمِّ فَلَا يَأْكُلْهُ - [2]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے کتے کو شکار کے پیچھے چھوڑے اور بسم اللہ نہ پڑھے تو اس شکار کا کھانا جائز نہیں ہے۔''

2-عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ إِذَا أَرْسَلَ الرَّجُلُ كَلْبَهُ وَ نَسِيَ أَنْ يُسَمِّيَ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ مَنْ ذَبَحَ وَ نَسِيَ أَنْ يُسَمِّيَ وَ كَذَلِكَ إِذَا رَمَى بِالسَّهْمِ وَ نَسِيَ أَنْ يُسَمِّيَ- [3]

ترجمہ: ''جب کوئی شکار کے پیچھے اپنے کتے کو چھوڑے اور بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو ایسا ہے گویا جس طرح کوئی شخص ذبح کرے لیکن بسم اللہ بھول جائے اور اسی طرح ہے اگر کوئی شکار کے پیچھے تیر پھینکے اور بسم اللہ پڑھنا بھول جائے۔''

قانون 4: اگر شکار کے پیچھے کتا چھوڑنے والے کے علاوہ کسی اور نے بسم اللہ پڑھی ہو تو شکار حلال شمار نہیں ہو گا۔ اسی طرح اگر دو افراد نے اپنے کتے شکار کے پیچھے چھوڑے ہوں اور ایک نے بسم اللہ پڑھی لیکن دوسرے نے نہیں پڑھی تو اگر دونوں کتے شکار کرنے میں شریک ہوں تو شکار حلال نہیں ہو گا۔ [4]

---

[1]۔ سورہ انعام، آیہ 121۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص ۳۵۸، باب ۱۲، از ابواب الصید، ح ۵، مسلسل 42۲۹۷۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص ۳۵۷، باب ۱۲، از ابواب الصید، ح ۲، مسلسل ۲۹۷۳۹۔

[4]۔ جواھر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۳۶، ص ۳۰،

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

محمد بن مسلم سے روایت ہے:

1-قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ ع عَنِ الْقَوْمِ يَخْرُجُونَ جَمَاعَتُهُمْ إِلَى الصَّيْدِ فَيَكُونُ الْكَلْبُ لِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَ يُرْسِلُ صَاحِبُ الْكَلْبِ كَلْبَهُ وَ يُسَمِّي غَيْرُهُ أَ يُجْزِي ذَلِكَ قَالَ لَا يُسَمِّي إِلَّا صَاحِبُهُ الَّذِي أَرْسَلَهُ-[1]

ترجمہ: ''میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے گروہ کے بارے میں پوچھا جو اکٹھا شکار کے لیے نکلتے ہیں ان میں سے ایک شخص اپنا کتا شکار کے پیچھے چھوڑتا ہے لیکن بسم اللہ کوئی اور پڑھتا ہے کیا یہ شکار کے حلال ہونے میں کافی ہے؟''

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ بسم اللہ وہی پڑھے گا جو کتے کا مالک ہے کہ جس نے اپنے کتے کو شکار کے پیچھے چھوڑا ہے۔

2-''عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فِي حَدِيثِ صَيْدِ الْكَلْبِ قَالَ وَإِنْ وَجَدْتَ مَعَهُ كَلْباً غَيْرَ مُعَلَّمٍ فَلَا تَأْكُلْ مِنْه''- [2]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام ایک حدیث میں کتے کے شکار کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر تم سدھائے شکاری کتے کے علاوہ کوئی اور کتا شکار کے پاس کھڑا پاؤ تو اس شکار کو نہ کھاؤ۔''

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص ۳۵۹، باب 13، از ابواب الصید، ح ۵، مسلسل 43۲۹۷۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص 43۳، باب 5، از ابواب الصید، ح 1، مسلسل 29797 س۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں فقہاء اہل سنت کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے مذہب حنبلی کے نزدیک اگر کوئی شخص بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو شکار حلال نہیں ہوگا۔ لیکن مذہب حنفیہ کے نزدیک اگر کوئی شخص بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو شکار حلال ہوگا، جبکہ مذہب شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک بسم اللہ پڑھنا سنت اور مستحب ہے پس اگر کوئی شخص حتی عمداً بسم اللہ کو ترک کردے تب بھی شکار کا استعمال جائز اور صحیح ہوگا۔[1]

قانون 5: اگر شکاری (شکار کا قصد کیے بغیر اور) شکار دیکھے بغیر تیر چلائے اور تیر اتفاقی طور پر شکار کو جا لگے تو اگرچہ شکاری نے بسم اللہ ہی کیوں نہ پڑھی ہو شکار حلال نہیں ہوگا۔[2]

مستندات (Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1۔ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ مَنْ جَرَحَ صَيْداً بِسِلَاحٍ وَ ذَكَرَ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ ثُمَّ بَقِيَ لَيْلَةً أَوْ لَيْلَتَيْنِ لَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ سَبُعٌ وَ قَدْ عَلِمَ أَنَّ سِلَاحَهُ هُوَ الَّذِي قَتَلَهُ فَلْيَأْكُلْ مِنْهُ إِنْ شَاءَ۔[3]

ترجمہ: ”امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص شکار کو اسلحہ کے ساتھ زخمی کرے اور بسم اللہ بھی پڑھی ہو پھر وہ شکار ایک دو راتیں ویسے پڑا رہے اور اس کو کسی درندے نے نہ کھایا ہو اور شکاری کو معلوم ہو کہ وہ شکار اس کے اسلحہ کے ساتھ ہی مرا ہے تو چاہے تو اسے کھا سکتا ہے۔“

---

[1]۔ فقہ السنہ، سید سابق، ج۳، ص259۔

[2]۔ جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۶، ص۴۶، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲ مسئلہ ۱۰۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۲۳، ص۳۶۲، باب از ابواب الصید، ح۱، مسلسل 29750

2۔ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ كُلْ مِنَ الصَّيْدِ مَا قَتَلَ السَّيْفُ وَ الرُّمْحُ وَ السَّهْم-[1]

ترجمہ: ”امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: اس شکار کا کھانا جائز ہے جسے تلوار، نیزے اور تیر کے ساتھ شکار کیا جائے۔“

تقریب استدلال:

(Function reasoning)

صاحب کتاب دلیل تحریر الوسیلہ لکھتے ہیں ان دونوں روایات میں کلمہ صید استعمال ہوا ہے جو کہ شکار کے حلال ہونے میں دخیل ہے یہ کلمہ شکار کے ارادہ کے معتبر ہونے پر دلالت کرتا ہے مثلاً اگر کسی شخص نے پرندے کو مارنے کے لیے تیر چلایا ہو (یا ہوا میں تیر چلایا ہو شکار کا قصد کیے بغیر مثلا۔ مترجم) اور وہ اتفاقا کسی ہرن کو جا لگے، عرف یہ نہیں کہتا کہ اس نے ہرن کا شکار کیا ہے پس شکار میں ارادہ اور قصد ضروری ہے۔[2]

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں فقہاء اہل سنت، مذہب امامیہ کے موافق ہیں جیسا کہ ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں:

ان ارسل کلبه ولا یری صیداً لم یحل صیده اذا قتله لان قصد الصید شرط-[3]

ترجمہ: ”یعنی اگر کوئی شخص اپنے کتے یا تیر کو چھوڑے لیکن شکار دکھائی نہ دیا ہو اور اتفاقاً شکار ہو جائے اور مر جائے تو حلال نہیں ہوگا چونکہ شکار کے حلال ہونے میں شکاری کا قصد کرنا شرط ہے۔“

قانون 6: ضروری ہے کہ کتے کا مالک خود اسے شکار کے پیچھے چھوڑے پس اگر کتا خود شکار کو دیکھے

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص ۳۶۲، باب از ابواب الصید، ح ۲، مسلسل 29751۔

[2]۔ دلیل تحریر الوسیلہ علی اکبر سیفی بحث فی الصید ولذ باحۃ ص ۲۷، طبع اول ۱۴۱۵، ھجری مؤسسہ نشر اسلامی قم۔

[3]۔ المغنی ابن قدامہ، ج ۱۱ ص ۳۶۔

اور اس کے پیچھے چلا جائے تو شکار شدہ چیز حلال نہیں ہو گی۔[1]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

قاسم بن سلیمان روایت کرتے ہیں:

1 -عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنْ كَلْبٍ أَفْلَتَ وَ لَمْ يُرْسِلْهُ صَاحِبُهُ فَصَادَ فَأَدْرَكَهُ صَاحِبُهُ وَ قَدْ قَتَلَهُ أَ يَأْكُلُ مِنْهُ فَقَالَ لَا وَ قَالَ إِذَا صَادَ الْكَلْبُ وَ قَدْ سَمَّى فَلْيَأْكُلْ وَ إِذَا صَادَ وَ لَمْ يُسَمِّ فَلَا يَأْكُلْ -[2]

ترجمہ: ”میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے کتے کے بارے میں پوچھا جسے مالک نے شکار کے پیچھے نہ چھوڑا ہو بلکہ وہ خود غائب ہو جائے اور شکار کرکے مالک کے پاس لائے اور مالک اس شکار کو مردہ حالت میں پائے کیا وہ اس شکار کو کھاسکتا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا نہیں اور پھر فرمایا کہ جب شکار کرے اور بسم اللہ بھی پڑھی گئی ہو تو پھر کھا سکتا ہے لیکن اگر شکار کرے اور بسم اللہ نہ پڑھے تو نہیں کھا سکتا۔“

2- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ ع عَنِ الْقَوْمِ يَخْرُجُونَ جَمَاعَتُهُمْ إِلَى الصَّيْدِ فَيَكُونُ الْكَلْبُ لِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَ يُرْسِلُ صَاحِبُ الْكَلْبِ كَلْبَهُ وَ يُسَمِّي غَيْرُهُ أَ يُجْزِي ذَلِكَ قَالَ لَا يُسَمِّي إِلَّا صَاحِبُهُ الَّذِي أَرْسَلَهُ۔[3]

ترجمہ: ”محمد بن مسلم روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے ایسے

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج۲، ص۱۴۰، مسئلہ ۳، شرائع الاسلام، محقق حلی، ج۳، ص۱۵۵، جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۶، ص۲۷۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۲۳، ص356 باب 11، ۱۲، از ابواب الصید، ح1، مسلسل 29737۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۲۳، ص359 باب 13، از ابواب الصید، ح1، مسلسل 29743۔

گروہ کے بارے میں سوال کیا جو اکھٹے شکار کے لیے نکلتے ہیں ان میں سے ایک شخص کا کتا ہے اور کتے کا مالک اسے شکار کے پیچھے چھوڑتا ہے اور بسم اللہ کوئی دوسرا شخص پڑھتا ہے کیا یہ کافی ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں بلکہ بسم اللہ اسے پڑھنی چاہیے جو کتے کو شکار کے پیچھے چھوڑے۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں مذاہب مالکیہ، شافعیہ، اور حنفیہ، مذہب امامیہ کے موافق ہیں جیسا کہ صاحب الفقہ السنہ لکھتے ہیں:

اما قصد ارسال الحیوان فانه شرط من شروط الصید فاذا انبعث الحیوان الجارح من تلقاء نفسه من غیر ارسال ولا اغراء من الصائد فلا یجوز صیده ولا یحل اکله۔ [1]

ترجمہ: "یعنی حیوان کو شکار کے پیچھے چھوڑنا شکار کی شرائط میں سے ایک شرط ہے پس اگر حیوان خود بخود شکار کی طرف دوڑے بغیر شکاری کے ابھارنے کے تو اس کا شکار جائز نہیں اور اس کا کھانا حلال نہیں ہوگا۔"

قانون 7: شکار کرنے کے دوران شکار، شکاری کی آنکھوں سے غائب نہ ہو، پس اگر غائب ہو جائے اور شکاری اسے مردہ حالت میں پائے تو اس کا کھانا صحیح نہیں ہے، البتہ اگر اسے یقین ہو جائے کہ فقط میرے تیر یا کتے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوئی ہے تو پھر وہ حلال اور اس کا کھانا صحیح ہوگا۔ [2]

---

[1]۔ فقہ السنہ، سید سابق، ج۳، ص۲۶۰، ۲۵۹۔

[2]۔ شرائع الاسلام محقق حلی، ج۳، ص۱۵۵، جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۶، ص۳۷، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص۱۲۰۔

مستندات(Authenticity):

ا: حدیث نبوی ﷺ:
(Hadith Nabvi (P.B.U.H)

عن عدی بن حاتم قلت یا رسول الله اذا اهل صید ولرجل یرمی الصید فیغیب عنه الیلتین والثلاث فیجده میتا فقال رسول الله ﷺ اذا وجدت فیه اثر سهمك ولم یکن فیه اثر سبع وعلمت ان سهمك قتله فکل۔ [1]

ترجمہ: "عدی بن حاتم روایت کرتا ہے کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے عرض کی کہ اگر کوئی شکاری، شکار کو تیر مارے اور شکار دو یا تین راتیں غائب ہو جانے کے بعد مردہ حالت میں پایا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اپنے تیر کے نشان اس پر دیکھو اور ساتھ کسی اور درندے کے کاٹنے کے نشانات نہ ہوں اور یقین حاصل کر لو کہ یہ تمہارے تیر کی وجہ سے مرا ہے تو اس صورت میں کھا سکتے ہو۔"

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1۔عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ إِذَا رَمَيْتَ فَوَجَدْتَهُ وَلَيْسَ بِهِ أَثَرٌ غَيْرُ السَّهْمِ وَتَرَى أَنَّهُ لَمْ يَقْتُلْهُ غَيْرُ سَهْمِكَ فَكُلْ يَغِيبُ عَنْكَ أَوْ لَمْ يَغِبْ عَنْكَ۔ [2]

ترجمہ: "زرارہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا جب تم شکار کو تیر مارو اور پھر دیکھو کہ تمہارے تیر کے علاوہ اس پر کسی اور چیز کے نشان موجود نہیں ہیں اور تمہارے تیر کے علاوہ کسی چیز کی وجہ سے قتل نہیں ہوا تو اسے کھا سکتے ہو، چاہے تمہاری نظروں سے غائب ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔"

---

[1]۔ سنن البیهقی، ج۹ص ۲۴۲۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص 367 باب 18، از ابواب الصید، ح۵، مسلسل 29763

2۔ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنِ الرَّمِيَّةِ يَجِدُهَا صَاحِبُهَا أَ يَأْكُلُهَا قَالَ إِنْ كَانَ يَعْلَمُ أَنَّ رَمْيَتَهُ هِيَ الَّتِي قَتَلَتْهُ فَلْيَأْكُلْ ۔[1]

ترجمہ: ''سلیمان بن خالد روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے تیر سے شکار کیے جانے والے حیوان کے بارے میں سوال کیا کہ جب اسے شکاری مردہ حالت میں پائے تو کیا اسے کھا سکتا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اسے معلوم ہو کہ اسی کے تیر سے اس کی موت واقع ہوئی ہے تو کھا سکتا ہے۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت کے فقہاء مذہب امامیہ کے موافق ہیں جیسا کہ صاحب کتاب الفقہ السنہ لکھتے ہیں:

ان یعلم ان رمیتہ ھی التی قتلتہ ولیس بہ اثر من رمی غیرہ او حیوان آخر۔[2]

ترجمہ: ''وہ جانتا ہے کہ جو تیر اس نے مارا تھا اسی کے باعث شکار کی موت واقع ہوئی اور ساتھ کسی اور تیر کا اثر اور نشان بھی نہ ہو اور نہ ہی کسی دوسرے درندے (کے پنجوں) کا نشان (تو وہ کھا سکتا ہے)۔''

مشرک کے ہاتھوں شکار شدہ حیوان کا قانون

(Law of the beast hunted by the Non-Muslim)

قانون 8: اگر مسلمان اور مشرک دونوں اکٹھا شکار کریں اور شکار دونوں کے آلے کے باعث مر جائے تو یہ شکار حلال نہیں، چاہے شکار کتوں کے توسط سے کیا گیا ہو یا تیر کے توسط سے اور چاہے اکٹھے لگے

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص 365، باب 18، از ابواب الصید، ح 1، مسلسل 29759۔

[2]۔ فقہ السنہ، سید سابق، ج ۳، ص ۲۶۰۔

ہوں یا مختلف اوقات میں۔[1]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ ع عَنِ الْقَوْمِ يَخْرُجُونَ جَمَاعَتُهُمْ إِلَى الصَّيْدِ فَيَكُونُ الْكَلْبُ لِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَ يُرْسِلُ صَاحِبُ الْكَلْبِ كَلْبَهُ وَ يُسَمِّي غَيْرُهُ أَ يُجْزِي ذَلِكَ قَالَ لَا يُسَمِّي إِلَّا صَاحِبُهُ الَّذِي أَرْسَلَهُ۔ [2]

ترجمہ: ”محمد بن مسلم روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے ایسے گروہ کے بارے میں سوال کیا جو اکھٹے شکار کے لیے نکلتے ہیں ان میں سے ایک شخص کے پاس کتا ہے اور کتے کا مالک کتے کو شکار کے پیچھے روانہ کرتا ہے حالانکہ دوسرا شخص بسم اللہ پڑھتا ہے کیا یہ دوسرے شخص کا بسم اللہ پڑھنا کافی ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں بلکہ جس نے شکار کے پیچھے کتے کو روانہ کیا ہے اسے بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔“

2۔ عَنْ مُحَمَّدٍ الْحَلَبِيِّ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع مَنْ أَرْسَلَ كَلْبَهُ وَ لَمْ يُسَمِّ فَلَا يَأْكُلْه۔[3]

ترجمہ: ”محمد حلبی روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص کتے کو شکار کے پیچھے روانہ کرے لیکن بسم اللہ نہ پڑھے تو اس شخص کے لیے اس شکار کا کھانا جائز نہیں ہے۔“

---

[1]۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۳۶، ص ۴۳، ۴۲۔

[2]۔ سائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص ۳۵۹، باب 13، از ابواب الصید، ح 1، مسلسل 29743۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص ۳۵۸، باب ۱۲، از ابواب الصید، ح ۵، مسلسل ۲۹۷۴۲۔

وجہ استدلال:
(Reasoning)

دونوں روایات میں بیان ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنے کتے کو شکار کے پیچھے روانہ کرے لیکن خود بسم اللہ نہ پڑھے تو وہ شکار حلال نہیں ہوگا اگرچہ دوسرا شخص جس نے بسم اللہ پڑھی ہو وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو تو جب دوسرا شریک کافر ہو تو بدرجہ اولی شکار حلال نہیں ہوگا چونکہ کافر کا بسم اللہ پڑھنا کوئی اثر نہیں رکھتا۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں فقہاء اہل سنت، مذہب امامیہ کے موافق ہیں جیسا کہ ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں:

وان ارسل کلبه فارسل مجوسی کلبه فقتلاً صیداً لم یحل لان صیدالمجوس حرام۔[1]

ترجمہ: ''یعنی جب کوئی مسلمان شخص اپنے کتے کو شکار کے پیچھے روانہ کرے اور کوئی مجوسی شخص بھی اپنے کتے کو روانہ کرے اور شکار دونوں کی وجہ سے قتل ہو جائے تو اس شکار کا کھانا حلال نہیں ہوگا چونکہ مجوسی کا شکار حرام ہے۔''

قانون 9: اگر کتے کا مالک شکار کو زندہ حالت میں پالے تو جب تک اسے شرعی طور پر ذبح نہ کرے گا حلال نہیں ہوگا البتہ اگر اتنی مدت زندہ نہ رہے جس میں وہ ذبح کر سکے تو پھر حلال ہوگا۔[2]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص 340، باب ۱۲، از ابواب الصید، ح ۵، مسلسل ۲۹۷۴۲۔

[2]۔ مہذب الاحکام، سید عبد الاعلی سبزواری، ج ۲۳، ص ۱۵، مستند فی احکام الشرعیہ علامہ احمد نراقی، ج ۱۵، ص ۳۴۶، طبع اول ۱۴۱۸ ھجری مؤسسہ آل البیت۔

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1- عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ إِنْ أَصَبْتَ كَلْباً مُعَلَّماً أَوْ فَهْداً بَعْدَ أَنْ تُسَمِّيَ فَكُلْ مَا أَمْسَكَ عَلَيْكَ قَتَلَ أَوْ لَمْ يَقْتُلْ أَكَلَ أَوْ لَمْ يَأْكُلْ وَإِنْ أَدْرَكْتَ صَيْدَهُ فَكَانَ فِي يَدِكَ حَيّاً فَذَكِّهِ فَإِنْ عَجَّلَ عَلَيْكَ فَمَاتَ قَبْلَ أَنْ تُذَكِّيَهُ فَكُلْ۔ [1]

ترجمہ: ''ابو بصیر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جب شکاری کتا یا چیتا کسی چیز کا شکار کرے اور اس پر بسم اللہ بھی پڑھی جا چکی ہو تو جو کچھ تمہارے لیے لائے اسے کھا سکتے ہو چاہے مردہ حالت میں لائے یا زندہ اور چاہے انہوں نے خود کھایا ہو یا نہ کھایا ہو اور اگر تیرے پاس پہنچنے تک شکار شدہ حیوان زندہ ہو تو اس کا تذکیہ (ذبح شرعی) کرو لیکن اگر وقت تنگ ہو اور ذبح کرنے کی مہلت دیے بغیر مر جائے تو اسے کھا سکتے ہو۔''

2۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع أَنَّهُ سَأَلَهُ عَنِ الرَّجُلِ يُسَرِّحُ كَلْبَهُ الْمُعَلَّمَ وَيُسَمِّي إِذَا سَرَّحَهُ قَالَ يَأْكُلُ مِمَّا أَمْسَكَ عَلَيْهِ فَإِذَا أَدْرَكَهُ قَبْلَ قَتْلِهِ ذَكَّاهُ۔ [2]

ترجمہ: ''راوی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جو اپنے کتے کو شکار کے لیے روانہ کرتا ہے اور روانہ کرتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے؟ تو جواب میں امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شکار اس کے لیے لائے اسے کھا سکتا ہے لیکن اگر مرنے سے پہلے اس کے پاس لائے تو اس کا تذکیہ (ذبح شرعی) ضروری ہے۔''

---

[1]۔ وسایل الشیعہ شیخ حر عاملی جلد 23 ص 341 باب 4 از ابواب الصید ح 3 مسلسل 29694۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص 340، باب 4، از ابواب الصید، ح 1، مسلسل 29692۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں فقہاء اہل سنت مذہب امامیہ کے موافق ہیں جیسا کہ ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں:

واذا ادرک الصید و فیہ روح فلم یذکہ حتی مات لم یؤکل-[1]

ترجمہ: ''یعنی جب شکاری، شکار کو زندہ حالت میں پالے اور تذکیہ یعنی ذبح شرعی نہ کرے یہاں تک کہ شکار مر جائے تو اس کو نہیں کھا سکتا۔''

شکار کے آلہ سے متعلق قوانین

(Laws regarding the instruments of hunting)

قانون 10: شکار کے لیے تیز دھار آلہ کا ہونا ضروری ہے۔[2]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍعَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ كُلْ مِنَ الصَّيْدِ مَا قَتَلَ السَّيْفُ وَ الرُّمْحُ وَ السَّهْم- [3]

ترجمہ: ''محمد بن مسلم امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ امام علیہ

---

[1]۔ المغنی ابن قدامہ، ج۱۱، ص ۱۳، دار الفکر بیروت۔

[2]۔ مبانی منہاج الصالحین، سید تقی طباطبائی، ج۱۰، ص۶۱۰، ۱۴۱۸ھجری، دار السرور بیروت، تحریر الوسیلہ امام خمینی ،ج۲، مسئلہ ۴۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۲۳، ص ۳۶۲، باب از ابواب الصید، ح۲، مسلسل 29751۔

السلام نے فرمایا کہ ہر وہ شکار جو تلوار، نیزہ اور تیر سے کیا جائے اس کا کھانا جائز ہے۔"

2۔ عَنِ الْحَلَبِيِّ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنِ الصَّيْدِ يَضْرِبُهُ الرَّجُلُ بِالسَّيْفِ أَوْ يَطْعُنُهُ بِالرُّمْحِ أَوْ يَرْمِيهِ بِسَهْمٍ فَيَقْتُلُهُ وَقَدْ سَمَّى حِينَ فَعَلَ فَقَالَ كُلْ لَا بَأْسَ بِهِ۔ [1]

ترجمہ: "حلبی روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شکار کے بارے میں سوال کیا جسے شکار کرنے والے نے تلوار یا نیزہ یا تیر مار کر شکار کیا ہو اور وہ مر جائے اور شکاری نے شکار کرتے وقت بسم اللہ بھی پڑھی ہو۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اس کے کھانے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء، مذہب امامیہ کے موافق ہیں جیسا کہ صاحب کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ لکھتے ہیں:

ومثل ذلك ما اذا رماه بعصا او خشبة او حجر لاحد له فاماته فانه لايحل۔ [2]

ترجمہ: "یعنی اگر کوئی شخص شکار کی طرف لاٹھی، لکڑی یا پتھر پھینکے جو تیز دھار نہ ہو اور شکار مر جائے تو وہ حلال نہیں ہوگا۔"

قانون 11: بندوق کے ساتھ شکار کی جانے والی چیز حلال اور اس کا کھانا صحیح ہوگا۔ [3]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص ۳۶۲، باب ۱۶، از ابواب الصید، ح ۳، مسلسل 29752۔

[2]۔ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ عبد الرحمٰن جزیری، ج ۲، ص ۲۷۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج ۲، مھذب الاحکام سید عبد الاعلی سبزواری، ج ۲۳، ص ۲۴۔

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1۔عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ مَنْ جَرَحَ صَيْداً بِسِلَاحٍ وَ ذَكَرَ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ ثُمَّ بَقِيَ لَيْلَةً أَوْ لَيْلَتَيْنِ لَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ سَبُعٌ وَ قَدْ عَلِمَ أَنَّ سِلَاحَهُ هُوَ الَّذِي قَتَلَهُ فَلْيَأْكُلْ مِنْهُ إِنْ شَاءَ۔[1]

ترجمہ: ''امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص شکار کو اسلحہ کے ساتھ زخمی کرے اور بسم اللہ بھی پڑھی ہو پھر وہ شکار ایک دو راتیں ویسے پڑا رہے اور اس کو کسی درندے نے نہ کھایا ہو اور شکاری کو معلوم ہو کہ وہ شکار اس کے اسلحہ کے ساتھ ہی مرا ہے تو چاہے تو اسے کھا سکتا ہے۔''

2۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ إِذَا رَمَيْتَ بِالْمِعْرَاضِ فَخَرَقَ فَكُلْ وَإِنْ لَمْ يَخْرِقْ وَ اعْتَرَضَ فَلَا تَأْكُلْ۔[2]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جب معراض (تیر کی ایک قسم) کے ساتھ شکار کرو اور وہ شکار کو چیر پھاڑ ڈالے تو اسے کھا سکتے ہو اور اگر نہ پھاڑے تو اسے نہ کھاؤ۔''

تقریب استدلال:

(Function reasoning)

صاحب کتاب دلیل تحریر الوسیلہ لکھتے ہیں کہ اس روایت میں بطور مطلق آیا ہے کہ جو شخص شکار کو اسلحہ کے ساتھ مجروح کرے اگرچہ کلمہ سلاح میں تیز دھار ہونے کی قید معتبر ہے جو کہ گذشتہ ادوار میں استعمال کی جانے والی بندوقوں میں مفقود تھی لیکن اس دور میں موجود بندوق میں یہ قید پائی جاتی ہے پس اس اطلاق سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور بندوق سے شکار کی جانے والی چیز کی

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص ۳۶۲، باب از ابواب الصید، ح ا، مسلسل ۲۹۷۵۰۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳ ص ۳۷۰، باب از ابواب الصید، ح ا، مسلسل ۲۹۷۷۰۔

حلیت ثابت ہے۔[1]

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اہل سنت فقہاء کے نزدیک بندوق کے ساتھ شکار جائز ہے، البتہ اگر شکار بندوق کے ضرب کو تحمل کرے اور زندہ رہے اور بعد میں اس کو ذبح کیا جائے جیسا کہ صاحب کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ لکھتے ہیں:

فالاصطیاد بالبنادق جائز اذا کان الرامی حاذقا وکان الحیوان یحتمل الضربة فیقع بھا حیاً۔[2]

ترجمہ: "یعنی بندوق کے ساتھ شکار کرنا جائز ہے جب شکاری حاذق اور ماہر ہو اور حیوان گولی کو برداشت کرلے اور زندہ رہے (اور بعد میں اس کو ذبح کیا جائے لیکن اگر گولی لگنے سے شکار فوراً مر جائے تو جائز نہیں ہوگا)۔[3]"

قانون 12: غصبی آلہ کے ساتھ شکار کرنا صحیح نہیں ہوگا، اگرچہ شکار کی جانے والی چیز حلال اور شکاری کی ملکیت ہو البتہ شکاری کو اس آلہ کی اجرت ادا کرنا ہوگی۔

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

ا۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ع قَالَ فِي رَجُلٍ أَبْصَرَ طَيْراً فَتَبِعَهُ حَتَّى وَقَعَ

---

[1] ۔ دلیل تحریر الوسیلہ امام خمینی علی اکبر سیفی بحث فی الصید ولزباحۃ، ص ۶۷، طبع اول ۱۴۱۵ھجری مؤسسہ نشر اسلامی قم۔

[2] ۔ ابن قدامہ، ج ۱۱، ص ۲۴۔

[3] ۔ الفقہ علی المذاھب الاربعہ عبد الرحمٰن جزیری، ج ۲، ص ۲۸۔

عَلَى شَجَرَةٍ فَجَاءَ رَجُلٌ فَأَخَذَهُ فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع لِلْعَيْنِ مَا رَأَتْ وَلِلْيَدِ مَا أَخَذَتْ-[1]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے ایسے شخص کے بارے فرمایا جس نے ایک پرندے کو دیکھا اور اس کے پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ وہ پرندہ درخت پر جا بیٹھا تو ایک اور شخص نے آکر اسے پکڑ لیا تو امام علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جسے آنکھ دیکھے اور ہاتھ پکڑ لے وہ چیز آنکھ اور ہاتھ والے شخص کی ملکیت ہو گی۔''

2-مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي نَصْرٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ الرِّضَا ع عَنِ الرَّجُلِ يَصِيدُ الطَّيْرَ يُسَاوِي دَرَاهِمَ كَثِيرَةً وَ هُوَ مُسْتَوِي الْجَنَاحَيْنِ فَيَعْرِفُ صَاحِبَهُ أَوْ يَجِيئُهُ فَيَطْلُبُهُ مَنْ لَا يَتَّهِمُهُ فَقَالَ لَا يَحِلُّ لَهُ إِمْسَاكُهُ يَرُدُّهُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ فَإِنْ صَادَ مَا هُوَ مَالِكٌ لِجَنَاحِهِ لَا يَعْرِفُ لَهُ طَالِباً قَالَ هُوَ لَه -[2]

ترجمہ: ''محمد بن ابی نصر کہتے ہیں کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جو ایک پرندے کا شکار کرتا ہے جو پرندہ کافی قیمتی ہے اور اس کے دونوں پر زخمی ہیں اور شکاری اس کے مالک کو جانتا ہے یا اس کا مالک آکر اس شکار کا مطالبہ کرتا ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ شکاری کے لیے انکار کرنا جائز نہیں اور اسے پلٹا دینا چاہیے۔ روای کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ اگر وہ ایسے پرندے کا شکار کرے جس کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہ ہو یا شکاری اسے نہ جانتا ہو تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ شکار اس شکاری کی ملکیت ہو گا۔''

قانون 13: اسلحہ کے ساتھ شکار کرنے میں شکاری یا اسلحہ کا واحد ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر ایک شخص تیر مارے اور دوسرا شخص نیزہ مارے تو اگر دونوں نے بسم اللہ پڑھی ہو تو شکار حلال ہو گا۔[3]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص ۳۹۱، باب ۳۸، ابا ابواب الصید، ح ا، مسلسل 29824۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص ۳۸۸، باب ۳۶، از ابواب الصید حدیث ا، مسلسل ۲۹۸۱۴۔

[3]۔ مبانی منھاج الصالحین سید تقی طباطبائی قمی، ج ۱۰، ص ۶۲۲، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج ۲ مسئلہ ۹۔

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1- عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَخِيهِ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ ظَبْيٍ أَوْ حِمَارِ وَحْشٍ أَوْ طَيْرٍ رَمَاهُ رَجُلٌ ثُمَّ رَمَاهُ غَيْرُهُ بَعْدَ مَا صَرَعَهُ غَيْرُهُ فَقَالَ كُلْهُ مَا لَمْ يَتَغَيَّبْ إِذَا سَمَّى وَ رَمَاهُ-[1]

ترجمہ: ”علی بن جعفر اپنے بھائی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے ہرن یا وحشی گدھے یا پرندے کے بارے میں سوال کیا کہ جسے شکاری نے تیر مارا پھر شکار کے زمین پر گرنے کے بعد کسی دوسرے شکاری نے اسے تیر مارا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا اسے کھا سکتے ہو جب تک وہ غائب نہ ہو اور شکاری نے اسے تیر مارتے وقت بسم اللہ پڑھی ہو۔“

2- عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ كُلْ مِنَ الصَّيْدِ مَا قَتَلَ السَّيْفُ وَ الرُّمْحُ وَ السَّهْم- [2]

ترجمہ: ”امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: جس شکار کو تلوار، نیزے اور تیر کے ساتھ شکار کیا جائے اسے کھا سکتے ہو۔“

وجہ استدلال:
(Reasoning)

اس روایت میں بطور مطلق کہا گیا ہے کہ اگر شکار تلوار، نیزے یا تیر کے ساتھ شکار کیا گیا ہو تو اس کا کھانا جائز ہے اور یہ اطلاق شکاری اور آلہ شکار کے متعدد ہونے کی صورت میں بھی حلیت کا متقاضی ہے۔

قانون 14: اگر تیر کھانے کے بعد شکار پہاڑ سے نیچے گرے یا پانی میں جا گرے اور مر جائے تو حلال

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص ۳۶۷، باب ۱۸، از ابواب الصید، ح ۷، مسلسل 29765۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص ۳۶۲، باب ۱۶، از ابواب الصید، ح ۲، مسلسل 29751۔

نہیں ہوگا۔ کیونکہ احتمال دیا جاسکتا ہے کہ اس کی موت گرنے یا پانی میں ڈوبنے کی وجہ سے واقع ہوئی ہو، نہ تیر کھانے کی وجہ سے۔ [1]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ رَمَى صَيْداً وَ هُوَ عَلَى جَبَلٍ أَوْ حَائِطٍ فَيَخْرِقُ فِيهِ السَّهْمُ فَيَمُوتُ فَقَالَ كُلْ مِنْهُ وَإِنْ وَقَعَ فِي الْمَاءِ مِنْ رَمْيَتِكَ فَمَاتَ فَلَا تَأْكُلْ مِنْه۔ [2]

ترجمہ: ”راوی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے سوال کیا جس نے شکار کو تیر مارا حالانکہ وہ پہاڑ یا دیوار پر بیٹھا تھا اور تیر نے اس شکار میں سوراخ کر دیا اور وہ مر گیا ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اسے کھا سکتے ہو لیکن اگر تمہارے تیر کھانے کے بعد وہ پانی میں جا گرے اور مر جائے تو اسے نہیں کھا سکتے۔“

2۔ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ قَالَ ع إِنْ رَمَيْتَ الصَّيْدَ وَ هُوَ عَلَى جَبَلٍ فَسَقَطَ وَ مَاتَ فَلَا تَأْكُلْهُ وَإِنْ رَمَيْتَهُ فَأَصَابَهُ سَهْمُكَ وَ وَقَعَ فِي الْمَاءِ فَمَاتَ فَكُلْهُ إِذَا كَانَ رَأْسُهُ خَارِجاً مِنَ الْمَاءِ وَإِنْ كَانَ رَأْسُهُ فِي الْمَاءِ فَلَا تَأْكُلْه۔ [3]

ترجمہ: ”محمد بن علی بن حسین سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا اگر پہاڑ پر بیٹھے شکار کو تیر مارو اور وہ پہاڑ سے نیچے گر جائے اور مر جائے تو اسے نہ کھانا اور اگر شکار کو تیر مارو اور وہ اسے لگ جائے اور پانی میں جا گرے تو اسے کھا سکتے ہو البتہ جب اس کا سر پانی سے باہر ہو لیکن اگر سر پانی میں ہو تو پھر نہیں کھا سکتے۔“

---

[1]۔ جواہر الکلام محمد حسن نجفی ۳۶، ص ۵۶، تحریر الوسیلہ امام خمینی ج ۲، مسئلہ ۱۰۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص ۳۷۸، باب ۲۶، از ابواب الصید، ح ۱، مسلسل 29794۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص ۳۷۹، باب ۲۶، از ابواب الصید، ح ۳، مسلسل 29796۔

وجہ استدلال:
(Reasoning)

چونکہ احتمال دیا جا سکتا ہے کہ شکار شدہ حیوان کی موت تیر کی وجہ سے واقع نہ ہوئی ہو بلکہ پہاڑ سے گرنے کی وجہ سے یا پانی میں ڈوب جانے کی وجہ سے واقع ہوئی اور جب دو مختلف سبب یعنی (حلال اور حرام ہونے کے) پائے جائیں تو اصل عدم حلیت جاری ہو گی۔

قانون 15: اگر شکار کا زندہ حالت میں کوئی عضو جدا ہو جائے تو جدا شدہ عضو حرام ہو گا۔[1]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1- عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع أَنَّهُ قَالَ فِي أَلْيَاتِ الضَّأْنِ تُقْطَعُ وَ هِيَ أَحْيَاءٌ إِنَّهَا مَيْتَةٌ-[2]

ترجمہ: ”ابو بصیر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا بھیڑ کی لاٹ کو کاٹ دیا جائے حالانکہ وہ زندہ ہو تو وہ لاٹ مردار کا حکم رکھتی ہے یعنی اس کا استعمال جائز نہیں ہو گا۔“

2- عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ ع فَقُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ إِنَّ أَهْلَ الْجَبَلِ- تَثْقُلُ عِنْدَهُمْ أَلْيَاتُ الْغَنَمِ فَيَقْطَعُونَهَا قَالَ هِيَ حَرَامٌ قُلْتُ فَنَصْطَبِحُ بِهَا قَالَ أَ مَا تَعْلَمُ أَنَّهُ يُصِيبُ الْيَدَ وَ الثَّوْبَ وَ هُوَ حَرَامٌ-[3]

ترجمہ: ”حسن بن علی روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے سوال کرتے

---

[1]۔ جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۶، ص۶۷، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص۱۴۴، مسئلہ ۱۴۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۲۴ص۲۷، باب۳۰، از ابواب الذبائح، ح۳، مسلسل30026۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۲۴، ص۱۷، باب۳۰، از ابواب الذبائح، ح۲، مسلسل30025۔

ہوئے کہا میری جان آپ پر قربان، پہاڑی لوگوں کے ہاں بھیڑوں کی لاٹ بڑھ جاتی ہے اور وہ اسے کاٹ دیتے ہیں امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ حرام ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ ہم اس کے ساتھ چراغ جلاسکتے ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ وہ تمہارے ہاتھوں اور کپڑوں کو لگے گی اور وہ حرام ہے۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں فقہاء اہل سنت مذہب امامیہ کے موافق ہیں جیسا کہ ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں:

ان یبین منہ عضو و تبقی فیہ حیاۃ مستقرۃ فالبائن محرم بکل حال۔[1]

اگر شکار کی وجہ سے شکار شدہ چیز کا کوئی عضو اس کے بدن سے جدا ہو جائے اور وہ حیوان زندہ ہو تو جدا شدہ عضو حرام ہو گا۔[2]

قانون 16: اگر شکار کی وجہ سے شکار شدہ چیز کے دو ٹکڑے ہو جائیں اور دونوں ٹکڑوں میں زندگی کے آثار نہ پائے جائیں تو حلال اور ان کا کھانا جائز ہو گا۔

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عِ فِي الرَّجُلِ يَضْرِبُ الصَّيْدَ فَيُجَدِّلُهُ بِنِصْفَيْنِ قَالَ يَأْكُلُهُمَا جَمِيعاً وَ إِنْ ضَرَبَهُ فَأَبَانَ مِنْهُ عُضْواً لَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ مَا أَبَانَ مِنْهُ وَ أَكَلَ سَائِرَه''۔[3]

---

[1]۔ جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج ۳۶، ص ۵۸۔

[2]۔ المغنی ابن قدامہ، ج ۱۱، ص ۲۵۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص ۳۸۶، باب ۳۵، از ابواب الصید، ح، مسلسل 29810۔

ترجمہ: ”راوی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے شکار کو مارا اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے، امام علیہ السلام نے فرمایا کہ دونوں کو کھا سکتے ہو لیکن اگر شکار کو مارے اور اس سے کوئی ایک عضو جدا ہو جائے تو جدا ہونے والے عضو کو نہیں کھا سکتے اور بقیہ حیوان کو کھا سکتے ہو۔“

2-عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِهِ رَفَعَهُ فِي الظَّبْيِ وَحِمَارِ الْوَحْشِ يُعْتَرَضَانِ بِالسَّيْفِ فَيُقَدَّانِ قَالَ لَا بَأْسَ بِكِلَيْهِمَا مَا لَمْ يَتَحَرَّكْ أَحَدُ النِّصْفَيْنِ فَإِذَا تَحَرَّكَ أَحَدُهُمَا لَمْ يُؤْكَلِ الْآخَرُ لِأَنَّهُ مَيْتَةٌ''۔[1]

ترجمہ: ”بعض اصحاب نے امام علیہ السلام سے ہرن اور وحشی گدے جنہیں تلوار کے ساتھ شکار کیا گیا اور ہر ایک کے دو ٹکڑے کر دئے گئے ہوں سوال کیا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر ان میں سے کسی ایک میں بھی جان نہ پائی جائے تو دونوں کے کھانے میں کوئی اشکال نہیں، لیکن اگر ان میں سے ایک میں جان ہے تو دوسرے کا کھانا جائز نہیں چونکہ وہ مردار ہو گا۔“

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں فقہاء اہل سنت، مذہب امامیہ کے موافق ہیں جیسا کہ ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں:

ان يقطعه قطعتين او يقطع راسه فهذا جميعه حلال سواء كانت القطعتان متساويتين۔[2]

یعنی اگر شکار دو حصوں میں تقسیم ہو جائے یا اس کا سر جدا ہو جائے تو تمام شکار شدہ جانور حلال ہو گا چاہے دونوں حصے مساوی ہوں یا متفاوت ہوں۔

---

[1] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص ۳۸۷، باب ۳۵، از ابواب الصید، ح ۳، مسلسل 29812 المغنی۔

[2] ۔ ابن قدامہ، ج ۱۱، ص ۲۴۔

قانون 17: حلال گوشت جنگلی جانور کا شکار کرنے سے اس کی ہر وہ چیز حلال ہو گی جو ذبح کرنے سے حلال ہوتی ہے۔

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1-إِذَا رَمَيْتَ وَ سَمَّيْتَ فَانْتَفِعْ بِجِلْدِهِ وَ أَمَّا الْمَيْتَةُ فَلَا-[1]

ترجمہ: ''جب تم شکار کو تیر مارو اور بسم اللہ پڑھو تو اس کی جلد سے فائدہ اٹھا سکتے ہو لیکن مردار کی جلد کا استعمال درست نہیں۔''

اہلی حیوانات کے شکار سے متعلق قوانین

(Laws relating to the hunting of domestic animal)

قانون 18: ہر اس شئ کا شکار کرنا صحیح ہو گا جسے شکار کے بغیر پکڑا نہیں جا سکتا، لیکن جن حیوانات کو شکار کے بغیر بھی پکڑا جا سکتا ہے ان کا شکار کرنا صحیح نہ ہو گا۔[2]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1-عَنِ الْأَفْلَحِ قَالَ سَأَلْتُ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ ع عَنِ الْعُصْفُورِ يُفْرِخُ فِي الدَّارِ هَلْ تُؤْخَذُ فِرَاخُهُ فَقَالَ لَا إِنَّ الْفَرْخَ فِي وَكْرِهَا فِي ذِمَّةِ اللهِ مَا لَمْ يَطِرْ وَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا رَمَى صَيْداً فِي وَكْرِهِ فَأَصَابَ

---

[1] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۳، ص ۳۸۹، باب ۴۹، از ابواب النجاسات، ح ۲، مسلسل 4259۔

[2] ۔ مبانی منہاج الصالحین سید تقی طباطبائی قمی، ج ۱۰، ص ۶۲۴، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج ۲، ص ۱۲۳، مسئلہ 12۔

الطَّیْرَ وَ الْفِرَاخَ جَمِیعاً فَإِنَّهُ یَأْکُلُ الطَّیْرَ وَ لَا یَأْکُلِ الْفِرَاخَ وَ ذَلِكَ أَنَّ الْفِرَاخَ لَیْسَ بِصَیْدٍ مَا لَمْ یَطِرْ وَ إِنَّمَا تُؤْخَذُ بِالْیَدِ وَ إِنَّمَا یَکُونُ صَیْداً إِذَا طَارَ-[1]

ترجمہ: ''افلح روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام زین العابدین علیہ السلام سے ایسی چڑیا کے بارے میں سوال کیا کہ جس نے گھر کے اندر بچے دیے ہوں، کیا اس کے بچوں کو شکار کیا جا سکتا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، کیونکہ جب تک پرندے کے بچے گھونسلے میں ہوتے ہیں اور پرواز نہیں کر سکتے خدا کی امان میں ہوتے ہیں لہٰذا اگر کوئی شخص گھونسلے میں شکار کے لیے تیر چلائے اور پرندے اور اس کے بچوں کو جا لگے تو پرندے کا کھانا جائز ہے جبکہ اس کے بچے کا کھانا جائز نہیں چونکہ پرندہ جب تک پرواز نہیں کر سکتا اس کا شکار کرنا صحیح نہیں ہے، ان کو فقط ہاتھوں کے ساتھ پکڑ سکتا ہے اور جب پرواز کے قابل ہو جائے اس وقت اس کا شکار کرنا درست ہے۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء، مذہب امامیہ کے موافق ہیں جیسا کہ صاحب کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ لکھتے ہیں:

ان یکون متوحشیا بطبیعته لا یالف الناس ---- فیحل صیدھا اما الحیوانات المنانسة بطبیعتها کالبقر والغنم فلا تحل بالصید-[2]

یعنی اگر حیوان اصل وحشی ہو اور لوگوں کے ساتھ مانوس نہ ہو تو ایسے جانور کا شکار حلال ہے لیکن جو حیوانات اہلی یعنی لوگوں کے ساتھ مانوس ہوں مثلاً گائے بھیڑ وغیرہ یہ شکار کرنے سے حلال نہیں ہونگے۔

قانون 19: اگر کوئی اہلی حیوانات میں سے سرکش ہو جائے اور اس پر شکار کے بغیر کنٹرول کرنا

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۳، ص ۳۸۳، باب ۳۱، از ابواب الصید، ح ۱، مسلسل 29805۔

[2]۔ الفقہ علی المذاھب الاربعہ عبدالرحمٰن جزیری، ج ۲، ص ۱۹، طبعہفتم ۱۴۰۶ ھجری دار احیاء التراث العربی بیروت۔

ممکن نہ ہو مثلاً اونٹ، بیل وغیرہ تو اس کا شکار کرنا صحیح ہے اور ذبح شرعی کرنا ضروری نہیں ہوگا۔[1]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ إِنَّ ثَوْراً بِالْكُوفَةِ ثَارَ فَبَادَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ بِأَسْيَافِهِمْ فَضَرَبُوهُ فَأَتَوْا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ع فَأَخْبَرُوهُ۔ فَقَالَ ذَكَاةٌ وَحِيَّةٌ وَلَحْمُهُ حَلَال۔[2]

ترجمہ: ’’امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ کوفہ میں ایک بیل سرکش ہو گیا تھا اور لوگ اپنی تلواریں لیکر اس کی طرف دوڑے اور اسے مار ڈالا، پھر وہ لوگ امیر المومنین علی علیہ السلام کے پاس آئے اور انہیں اس واقعہ کی خبر دی تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ تذکیہ شدہ ہے اور اس کا گوشت حلال ہے۔‘‘

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع أَنَّ قَوْماً أَتَوُا النَّبِيَّ ص فَقَالُوا إِنَّ بَقَرَةً لَنَا غَلَبَتْنَا وَ اسْتَصْعَبَتْ عَلَيْنَا فَضَرَبْنَاهَا بِالسَّيْفِ فَأَمَرَهُمْ بِأَكْلِهَا۔[3]

ترجمہ: ’’امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک گروہ پیغمبر اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ ہماری ایک گائے ہے جس نے ہمارے اوپر غلبہ پایا اور ہم نے اسے تلوار کے ذریعے مار ڈالا ہے تو پیغمبر اکرم ﷺ نے ان کو کھانے کا حکم دیا تھا۔‘‘

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

فقہاء اہل سنت کے نزدیک اہلی حیوان ذبح شرعی کے علاوہ حلال نہیں ہوگا اگرچہ یہ جانور

---

[1]۔ منابع منہاج الصالحین سید تقی طباطبائی قمی، ج۱۰، ص۶۲۵، مسئلہ ۲۱، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص ۱۲۳، مسئلہ 12۔

[2] وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۲۴، ص۱۹، باب ۱۰، از ابواب الذبائح، ح۲، مسلسل 29878۔

[3] سائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۲۴، ص۲۰، باب ۱۰، از ابواب الذبائح، ح۳، مسلسل 29879۔

عارضی یا دائمی طور پر وحشی ہی کیوں نہ ہو جائے:

الحیوان المتانس اصالۃ لا یؤکل الا بالذبح سواء توحش ثم عاد فتانس او استمر علی توحشہ-[1]

"یعنی جو حقیقت میں اہلی حیوان ہے اس کو بغیر ذبح شرعی کے کھانا جائز نہیں ہے، چاہے وحشی ہو کر پھر مانوس ہو جائے یا اس کا وحشی پن دائمی ہو۔"

قانون 20: شکاری کتے کے توسط سے شکار کئے جانے والے جانور کی وہ جگہ جہاں پر کتے نے کاٹا ہے نجس ہے اور اس کا دھونا ضروری ہوگا۔[2]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1۔عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنِ الْكَلْبِ السَّلُوقِيِّ فَقَالَ إِذَا مَسِسْتَهُ فَاغْسِلْ يَدَكَ- [3]

ترجمہ: "محمد بن مسلم روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کلب سلوقی کے بارے میں سوال کیا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا جب تم کتے کو ہاتھ لگاؤ تو اپنے ہاتھ دھو لو۔"

2 ۔عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنِ الْكَلْبِ يُصِيبُ شَيْئاً (مِنْ جَسَدِ الرَّجُلِ) قَالَ يَغْسِلُ الْمَكَانَ الَّذِي أَصَابَه-[4]

---

[1]۔ الفقہ علی المذاھب الاربعۃ عبد الرحمٰن جزیری، ج ۲، ص ۱۹۔

[2] جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج ۳۶، ص 67۔

[3] وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۳، ص ۴۱۶، باب ۱۲، از ابواب النجاسات، ح ۹، مسلسل 4033۔

[4]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۳، ص ۴۱۶، باب ۱۲، از ابواب النجاسات، ح 8، مسلسل 4032۔

ترجمہ: ''محمد بن مسلم روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے کتے کے بارے میں سوال کیا جو کسی چیز کو چھولے (کسی مرد کو چاٹ لے)۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: جس جگہ کو کتے نے چاٹا ہو اسے دھونا ضروری ہے۔''

وجہ استدلال:

(Reasoning)

ان دونوں روایات میں امام علیہ السلام نے بطور مطلق فرمایا ہے کہ ہر وہ جگہ جہاں پر کتے نے چاٹا (یا کاٹا) ہو اس کا دھونا ضروری ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جگہ نجس ہے اس لیے امام علیہ السلام نے دھونے کے لیے فرمایا ہے۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء کے نزدیک دو قول ہیں جیسا کہ ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں:

هل يجب غسل اثر فم الكلب من الصيد ،فيه وجهان احدها : لا يجب لان الله تعالى و رسوله امرا باكله ولم يامرا بغسله۔

والثاني: يجب لانه قد ثبت نجاسته فيجب غسل ما اصابه كبوله ''۔[1]

کیا شکار شدہ جانور کی وہ جگہ جہاں پر کتے نے منہ لگایا ہو اس کا دھونا واجب ہے؟ اس میں دو قول ہیں 1۔ واجب نہیں ہے چونکہ خدا اور رسول نے اسے کھانے کا حکم دیا ہے (دھوئے بغیر) ۲۔ دھونا واجب ہے کیونکہ اس کی نجاست ثابت ہے پس جہاں پر اس کا منہ لگے اس جگہ کا دھونا واجب ہے جیسا کہ اس کے پیشاب کی جگہ کا دھونا واجب ہے۔

---

[1]۔ المغنی ابن قدامہ، ج۱۱، ص12،11۔

مچھلی کے شکار سے متعلق قوانین

(Laws regarding the hunting of fishes)

قانون 21: مچھلی کا تذکیہ (ذبح شرعی) اس کا پانی سے زندہ حالت میں باہر نکالنا ہے چاہے ہاتھ سے پکڑ کر یا جال کے ذریعے، پس اگر کوئی شخص مردہ حالت میں مچھلی کو پانی سے پکڑے گا تو وہ حلال نہیں ہو گی۔[1]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1- عَنْ أَبِي بَصِير سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنْ صَيْدِ الْمَجُوسِ لِلسَّمَكِ حِينَ يَضْرِبُونَ بِالشَّبَكِ وَ لَا يُسَمُّونَ أَوْ يَهُودِيٍّ- قَالَ لَا بَأْسَ إِنَّمَا صَيْدُ الْحِيتَانِ أَخْذُهَا-[2]

ترجمہ: ”ابو بصیر روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا اس مجوسی کے مچھلی کے شکار کے بارے میں جو جال کے ذریعے مچھلی کا شکار کرتا ہے لیکن بسم اللہ نہیں پڑھتا؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی اشکال نہیں، بتحقیق مچھلی کا شکار اس کا پکڑنا ہوتا ہے۔“

2 - عَنِ الْحَلَبِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فِي حَدِيثٍ قَالَ وَ سَأَلْتُهُ عَمَّا يُؤْخَذُ مِنَ السَّمَكِ طَافِياً عَلَى الْمَاءِ أَوْ يُلْقِيهِ الْبَحْرُ مَيِّتاً فَقَالَ لَا تَأْكُلْه -[3]

ترجمہ: ”حلبی امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث میں نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے اس مچھلی کے بارے میں سوال کیا جو مچھلی پانی کے اوپر موجود ہو یا دریا کی

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی ،ج۲، ص126، مسئلہ 24، جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی ،ج۳۶، ص۱۶۳، شرائع الاسلام، محقق، حلی جزو۳، ص ۱۶۲۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج24، ص76، ح5، مسلسل30040۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج24، ص80، ح3، مسلسل30049۔

موجیں جسے مردہ حالت میں باہر پھینکیں؟ امام علیہ نے فرمایا کہ اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء، مذہب امامیہ کے ساتھ اختلاف رکھتے ہیں جیسا کہ ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی والشرح الکبیر میں لکھتے ہیں:

اِنَّ سمك وغيره من ذوات الماء التي لا تعيش الا فيه اذا ماتت فهي حلال سواء ماتت بسبب او غير سبب -[1]

"یعنی مچھلی اور وہ اشیاء جو پانی میں رہتی ہیں اور پانی کے بغیر ان کی زندگی ممکن نہیں ہے جب مر جائیں تو وہ حلال ہوں گی چاہے کسی سبب کے ذریعے یا بغیر سبب کے مر جائیں۔"

قانون 22: اگر پانی کی امواج مچھلی کو سمندر یا دریا کے کنارے پانی سے باہر پھینک دیں تو اگر زندہ حالت میں اسے پکڑ لیا جائے تو حلال لیکن اگر پکڑنے سے پہلے مر جائے تو حرام ہو گی۔[2]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1- عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَخِيهِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ سَمَكَةٍ وَثَبَتْ مِنْ نَهَرٍ فَوَقَعَتْ عَلَى الْجَدِّ مِنَ النَّهَرِ فَمَاتَتْ هَلْ يَصْلُحُ أَكْلُهَا قَالَ إِنْ أَخَذْتَهَا قَبْلَ أَنْ تَمُوتَ ثُمَّ مَاتَتْ فَكُلْهَا وَإِنْ مَاتَتْ قَبْلَ أَنْ تَأْخُذَهَا فَلَا تَأْكُلْهَا -[3]

ترجمہ: "علی بن جعفر اپنے بھائی امام موسی بن جعفر علیہما السلام سے روایت کرتے ہوئے

---

[1]۔ المغنی ابن قدامہ، ج۱۱، ص41۔

[2]۔ جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۶، ص۱۶۴، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص۱۳۶، مسئلہ ۲۴۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج24، ص81، ح1، مسلسل30053۔

کہتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے اس مچھلی کے بارے میں سوال کیا جو دریا میں سے کود کر کنارے پر آ گرے، کیا اس کو کھایا جا سکتا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا اگر مرنے سے پہلے پکڑ لیا تھا اور بعد میں مری ہو تو اسے کھا سکتے ہو لیکن اگر پکڑنے سے پہلے مر گئی ہو تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔"

2- عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ إِنَّ عَلِيّاً ع كَانَ يَقُولُ فِي صَيْدِ السَّمَكَةِ إِذَا أَدْرَكْتَهَا وَ هِيَ تَضْطَرِبُ وَ تَضْرِبُ بِيَدِهَا وَ تُحَرِّكُ ذَنَبَهَا وَ تَطْرِفُ بِعَيْنِهَا فَهِيَ ذَكَاتُهَا -[1]

ترجمہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ مچھلی کے شکار کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ جب تم مچھلی کو پکڑو اور وہ مضطرب اور ہاتھ پیر مار رہی ہو اور اپنی دم کو ہلا رہی ہو اور آنکھیں ادھر اُدھر پھیر رہی ہو تو یہی مچھلی کا تذکیہ ہے یعنی اسے کھا سکتے ہو۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اہل سنت فقہاء اس مسئلہ میں مذہب امامیہ کے ساتھ اختلاف رکھتے ہیں جیسا کہ المغنی میں بیان ہوا ہے:

وكذلك كل ما مات من الحيتان في الماء وان طفا -[2]

"یعنی مچھلیوں میں سے ہر ایک اگر پانی میں مر جائیں تو حلال ہوں گی اگرچہ ان کی موت کسی سبب یا بغیر سبب کے ہو اور وہ پانی کے اوپر آ جائیں۔"

قانون 23: مچھلی کے شکار میں شکاری کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے لہٰذا اگر کوئی کافر بھی مچھلی کو پانی سے زندہ حالت میں باہر نکالے تو مچھلی حلال ہو گی۔[3]

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج24، ص81، ح2، مسلسل 30054۔

[2]۔ المغنی ابن قدامہ، ج۱۱، ص41۔

[3]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص126، مسئلہ 25، جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۶، ص۱۶۷۔

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1- عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنْ صَيْدِ الْمَجُوسِ لِلسَّمَكِ حِينَ يَضْرِبُونَ بِالشَّبَكِ وَ لَا يُسَمُّونَ أَوْ يَهُودِيٍّ- قَالَ لَا بَأْسَ إِنَّمَا صَيْدُ الْحِيتَانِ أَخْذُهَا - [1]

ترجمہ: ''ابی بصیر روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے مجوسی اور یہودی کے شکار کے بارے میں سوال کیا کہ جب وہ جال کے ذریعے مچھلی کا شکار کرتے ہیں اور بسم اللہ نہیں پڑھتے ؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میں کوئی اشکال نہیں چونکہ مچھلیوں کا شکار ان کا پکڑنا ہوتا ہے اور اس میں بسم اللہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔''

2- عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنِ الْحِيتَانِ الَّتِي تَصِيدُهَا الْمَجُوسُ فَقَالَ إِنَّ عَلِيّاً ع كَانَ يَقُولُ الْحِيتَانُ وَ الْجَرَادُ ذَكِيٌّ- [2]

ترجمہ: ''سلیمان بن خالد روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ان مچھلیوں کے بارے سوال کیا جن کا مجوس شکار کرتے ہیں ؟آپؑ نے فرمایا کہ علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ مچھلیاں اور جھینگے تذکیہ شدہ اور حلال ہوتے ہیں۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء، مذہب امامیہ کے موافق ہیں جیسا کہ ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں:

اجمع اهل العلم على تحريم صيد المجوسي و ذبيحته الا ما لاذكاة له كالسمك

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج24، ص76، ح5، مسلسل30040۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج24، ص76، ح4، مسلسل30039۔

والجراد فانهم اجمعوا على اباحته -[1]

''یعنی تمام اہل علم کا اتفاق ہے اس بات پر کہ مجوسی کا شکار اور اس کا ذبیحہ حرام ہے مگر وہ چیز جس کے لیے تذکیہ کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے مچھلی اور جھینگے وغیرہ پس تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اگر مجوسی ان چیزوں کا شکار کرے تو وہ مباح ہوں گی۔''

قانون 24: کافر کے ہاتھ میں موجود مردہ مچھلی حلال نہیں ہوگی مگر جب آپ کو یقین ہو کہ پانی سے زندہ حالت میں پکڑی گئی ہے۔ لیکن اگر کسی مسلمان کے پاس موجود ہو تو وہ حلال شمار کی جائے گی اگرچہ آپ کو اس کے زندہ حالت میں پکڑنے کا یقین نہ ہو۔[2]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1 ۔ عَنْ عِيسَى بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنْ صَيْدِ الْمَجُوسِ۔ فَقَالَ لَا بَأْسَ إِذَا أَعْطَوْكَهُ حَيّاً وَ السَّمَكَ أَيْضاً وَإِلَّا فَلَا تَجُوزُ شَهَادَتُهُمْ عَلَيْهِ إِلَّا أَنْ تَشْهَدَهُ-[3]

ترجمہ: ''عیسی بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے مجوسی کے شکار کے بارے سوال کیا؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جب وہ تمہیں زندہ حالت میں کوئی جانور یا مچھلی دیں تو اس میں کوئی اشکال نہیں وگرنہ ان کا یہ کہہ دینا کہ زندہ تھی کافی نہیں مگر جب وہ تمہیں کوئی شاھد اور گواہ دیں۔''

2- عَنْ فُضَيْلٍ وَ زُرَارَةَ وَ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ أَنَّهُمْ سَأَلُوا أَبَا جَعْفَرٍ ع عَنْ شِرَاءِ اللُّحُومِ مِنَ الْأَسْوَاقِ وَ لَا يُدْرَى مَا صَنَعَ الْقَصَّابُونَ فَقَالَ كُلْ إِذَا كَانَ ذَلِكَ فِي سُوقِ الْمُسْلِمِينَ وَ لَا تَسْأَلْ

---

[1]۔ المغنی ابن قدامہ، ج۱۱، ص39۔

[2]۔ جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۶، ص۱۶۸، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص۱۲۷، مسئلہ ۲۵۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج23، ص386، ح1، مسلسل29809۔

عَنْه- [1]

ترجمہ: فضیل، زرارہ اور محمد بن مسلم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے بازار میں موجودہ گوشت کی خرید کے بارے میں سوال کیا کہ جس کے بارے معلوم نہ ہو کہ قصاب نے کیسے اسے آمادہ کیا ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر مسلمین کا بازار ہو تو سوال کرنے کی ضرورت نہیں اسے کھا سکتے ہو۔

قانون 25: مچھلی کے تذکیہ میں اس کی موت کا واقع ہونا ضروری نہیں ہے لہٰذا اگر کوئی شخص زندہ مچھلی کے ٹکڑے کردے تو حلال ہوگی بلکہ مچھلی کا زندہ حالت میں نگل جانا جائز ہے۔ [2]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1-عَنْ مَسْعَدَةَ بْنِ صَدَقَةَ قَالَ سُئِلَ أَبُو عَبْدِ اللهِ ع عَنْ أَكْلِ الْجَرَادِ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِأَكْلِهِ ثُمَّ قَالَ ع إِنَّهُ نَثْرَةٌ مِنْ حُوتٍ فِي الْبَحْرِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ عَلِيّاً ع قَالَ إِنَّ الْجَرَادَ وَ السَّمَكَ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْمَاءِ فَهُوَ ذَكِيٌّ وَ الْأَرْضُ لِلْجَرَادِ مَصِيدَةٌ وَ لِلسَّمَكِ قَدْ تَكُونُ أَيْضاً- [3]

ترجمہ: ”مسعدۃ بن صدقہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں امام علیہ السلام سے دریائی مکڑے (جھینگے) کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اس کے کھانے میں کوئی اشکال نہیں ہے، پھر فرمایا بتحقیق یہ دریائی مچھلیوں کی ایک قسم ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ علی علیہ السلام نے فرمایا کہ دریائی مکڑے اور مچھلی جب پانی سے باہر آجائیں تو تذکیہ شدہ ہوتے ہیں اور زمین دریائی مکڑے کے لیے شکارگاہ ہے اور کبھی مچھلی کے لیے بھی ہوتی ہے۔“

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج24، ص70، ح1، مسلسل30023۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص128، مسئلہ30، جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۶، ص۱۷۱۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج24، ص87، ح3، مسلسل30069۔

2- عَلِيُّ بْنُ جَعْفَرٍ فِي كِتَابِهِ عَنْ أَخِيهِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَمَّا أَصَابَ الْمَجُوسُ مِنَ الْجَرَادِ وَ السَّمَكِ أَيَحِلُّ أَكْلُهُ قَالَ صَيْدُهُ ذَكَاتُهُ لَا بَأْس-[1]

ترجمہ: "علی بن جعفر اپنے بھائی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے اس دریائی مکڑے اور مچھلی کے بارے میں سوال کیا کہ جو مجوسی کی طرف سے حاصل ہو، کیا ان کا کھانا حلال ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کا شکار ہی ان کا تذکیہ ہوتا ہے لہٰذا ان کے کھانے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اہل سنت میں سے مذہب حنبلیہ کے نزدیک زندہ حالت میں مچھلی کو نگل لینا مکروہ ہے جیسا کہ المغنی میں بیان ہوا ہے:

وان بلع انسان شیئاً منه حیاً کره-[2]

ترجمہ: "یعنی اگر انسان زندہ حالت میں مچھلی کو نگل لے تو یہ مکروہ ہے۔"

قانون 26: اگر مچھلی کو پانی سے زندہ حالت میں پکڑ کر دوبارہ پانی میں چھوڑ دیا جائے اور وہ اس پانی کے اندر مر جائے تو حلال نہیں ہو گی۔[3]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1- عَنْ أَبِي أَيُّوبَ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنْ رَجُلٍ اصْطَادَ سَمَكَةً فَرَبَطَهَا بِخَيْطٍ وَ

1۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج24، ص77، ح8، مسلسل30043۔

2۔ المغنی ابن قدامہ، ج۱۱، ص43۔

3۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، م28۔

أَرْسَلَهَا فِي الْمَاءِ فَمَاتَتْ أَتُؤْكَلُ فَقَالَ لَا۔[1]

ترجمہ: ''ابو ایوب سے روایت ہے کہ اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے سوال کیا کہ جو مچھلی کا شکار کرتا ہے اور پھر اس مچھلی کے ساتھ دھاگا باندھ کر اسے پانی میں چھوڑ دیتا ہے اور وہ مچھلی اسی پانی میں مر جاتی ہے کیا اس مچھلی کو کھایا جا سکتا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔''

2۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَيَابَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنِ السَّمَكِ يُصَادُ ثُمَّ يُجْعَلُ فِي شَيْءٍ ثُمَّ يُعَادُ فِي الْمَاءِ فَيَمُوتُ فِيهِ فَقَالَ لَا تَأْكُلْهُ لِأَنَّهُ مَاتَ فِي الَّذِي فِيهِ حَيَاتُهُ[2]

ترجمہ: ''عبدالرحمٰن بن سیابہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس مچھلی کے بارے سوال کیا جسے شکار کیا گیا ہو اور پھر اسے واپس پانی میں چھوڑ دیا جائے اور وہ اسی پانی میں مر جائے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا کھانا جائز نہیں کیونکہ اس کی موت ایسی چیز میں واقع ہوئی ہے جس میں اس کی حیات اور زندگی ہے۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اہل سنت کے نزدیک اگر مچھلی پانی میں مر جائے تو حلال ہے، جیسا کہ ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی والشرح الکبیر میں لکھتے ہیں:

وكذلك كل ما مات من الحيتان في الماء -[3]

ترجمہ: ''یعنی مچھلیاں اگر پانی میں مر جائیں تو حلال ہوں گی۔''

قانون 27: اگر کوئی شخص شکار کے قصد سے پانی میں زہر یا کوئی اور چیز ڈالے جس سے مچھلیاں پانی

[1] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج24، ص79، ح1، مسلسل 30047۔

[2] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج24، ص79، ح2، مسلسل 30048۔

[3] ۔ المغنی ابن قدامہ، ج11، ص41۔

کے اوپر نیم مردہ حالت میں تیرنا شروع کردیں تو یہ شخص ان مچھلیوں کا مالک ہوگا لیکن اگر شکار کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو مالک نہیں ہوگا۔[1]

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اہل سنت فقہاء اس مسئلہ میں مذہب امامیہ کے موافق ہیں جیسا کہ صاحب المغنی لکھتے ہیں:

وان صنع برکۃ لیصید بھا السمك فما حصل فیھا ملکه وان لم یقصد بھا ذلك لم یملکه-[2]

ترجمہ: ”یعنی اگر کوئی شخص حوض یا تالاب بنائے تاکہ اس کے ذریعے مچھلی کا شکار کرے تو جو اس حوض اور تالاب میں جمع ہوں گی وہ شخص اس کا مالک ہوگا لیکن اگر حوض اور تالاب سے شکار کا قصد نہ رکھتا ہو تو مالک نہیں ہوگا۔“

قانون 28: اگر مچھلی پانی کے اندر جال یا کسی اور آلہ میں پھنس کر مر جائے جو شکار کی نیت سے نصب کیا گیا ہو، تو وہ حلال شمار ہوگی۔[3]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1۔ عَنِ الْحَلَبِيِّ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْحَظِيرَةِ مِنَ الْقَصَبِ تُجْعَلُ فِي الْمَاءِ لِلْحِيتَانِ فَيَدْخُلُ فِيهَا الْحِيتَانُ فَيَمُوتُ بَعْضُهَا فِيهَا فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ إِنَّ تِلْكَ الْحَظِيرَةَ إِنَّمَا جُعِلَتْ لِيُصَادَ

1۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، مسئلہ 29۔

2۔ المغنی ابن قدامہ، ج۱۱، ص41۔

3۔ دلیل تحریر الوسیلہ، علی اکبر سیفی، بحث الصید الذباحۃ، ص ۱۱۴۔

بِهَا-[1]

ترجمہ: ''حلبی روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے اس پنجرے اور جال کے بارے میں سوال کیا جو گنے کے سر کنڈوں سے بنایا گیا ہو اور پانی میں مچھلیوں کے لیے نصب کیا جائے اور مچھلیاں اس میں داخل ہوں اور بعض ان میں سے وہیں مر جائیں؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ وہ پنجرہ یا جال شکار کے لیے ہی بنایا گیا تھا۔''

2- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع فِي رَجُلٍ نَصَبَ شَبَكَةً فِي الْمَاءِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى بَيْتِهِ وَ تَرَكَهَا مَنْصُوبَةً فَأَتَاهَا بَعْدَ ذَلِكَ وَ قَدْ وَقَعَ فِيهَا سَمَكٌ فَيَمُوتُنَّ فَقَالَ مَا عَمِلَتْ يَدُهُ فَلَا بَأْسَ بِأَكْلِ مَا وَقَعَ فِيهَا -[2]

ترجمہ: ''محمد بن مسلم امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ جو پانی میں جال لگا کر گھر واپس لوٹ آیا اور جب واپس جال کی طرف آیا تو اس میں مردہ مچھلیاں پائیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اس میں اس کے ہاتھ کا کوئی عمل دخل ہے تو جو مچھلیاں اس جال میں موجود ہیں ان کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اہل سنت فقہاء اس مسئلہ میں مذہب امامیہ کے موافق ہیں جیسا کہ ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں:

وکذلك ماحبس فی الماء بخطیرہ حتی یموت فلا خلاف ایضاً فی حله-[3]

ترجمہ: ''یعنی اسی طرح اگر مچھلی پانی کے اندر جال میں پھنس کر مر جائے تو اس کے حلال

---

[1]- وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج24، ص84، ح3، مسلسل30061۔

[2]- وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج24، ص83، ح2، مسلسل30060۔

[3]- المغنی ابن قدامہ، ج11، ص41۔

ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

چھٹا باب

(قوانین ذباحہ)

Chapter Six

(Slaughter Laws)

ذبح اور نحر سے متعلق قوانین

(Laws relating to slaughter and slaughter)

قانون 1 : ذبح کرنے والے شخص کا مسلمان ہونا ضروری ہے، پس کافر، مشرک اور اہل کتاب کا ذبیحہ کھانا صحیح نہیں ہوگا۔[1]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1-عَنْ حَنَانِ بْنِ سَدِيرٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى أَبِي عَبْدِ اللهِ ع أَنَا وَ أَبِي فَقُلْنَا لَهُ جُعِلْنَا فِدَاكَ إِنَّ لَنَا خُلَطَاءَ مِنَ النَّصَارَى وَ إِنَّا نَأْتِيهِمْ فَيَذْبَحُونَ لَنَا الدَّجَاجَ وَ الْفِرَاخَ وَ الْجِدَاءَ أَ فَنَأْكُلُهَا قَالَ لَا تَأْكُلُوهَا وَ لَا تَقْرَبُوهَا فَإِنَّهُمْ يَقُولُونَ عَلَى ذَبَائِحِهِمْ مَا لَا أُحِبُّ لَكُمْ أَكْلَهَا إِلَى أَنْ قَالَ فَقَالُوا صَدَقَ إِنَّا لَنَقُولُ بِسْمِ الْمَسِيحِ- [2]

ترجمہ: ''حنان بن سدیر روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرا باپ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گئے اور ہم نے کہا ہماری جان آپ پر قربان ہو، ہم نصاری کے ساتھ رہتے ہیں اور ہم انہیں لے آتے ہیں تاکہ وہ ہمارے لیے مرغ، پرندے، ذبح کریں کیا وہ ذبیحہ ہم کھا سکتے ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا ان کا کھانا اور ان کے قریب جانا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ اپنے ذبائح پر وہ کچھ پڑھتے ہیں جن کا کھانا میں تمہارے لیے پسند نہیں کرتا۔''

2۔ عَنْ قُتَيْبَةَ الْأَعْشَى قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنْ ذَبَائِحِ الْيَهُودِ وَ النَّصَارَى۔

---

[1] ۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، ج ۲، ص ۱۲۹، مسئلہ نمبر ا، جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی جلد ۷۹، ۳۶۔

[2] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۴، ص ۵۳، باب ۲۷، از ابواب الذباحہ، ح ۳، مسلسل ۲۹۹۶۹۔

فَقَالَ الذَّبِيحَةُ اسْمٌ وَ لَا يُؤْمَنُ عَلَى الِاسْمِ إِلَّا مُسْلِم۔ [1]

ترجمہ: ''قتیبہ الاعشی روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہود و نصاریٰ کے ذبح کے بارے پوچھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا ذبیحہ نام ہے تسمیہ کا یعنی بسم اللہ کا اور اس پر ایمان نہیں رکھتا مگر مسلمان۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اہلسنت فقہاء کے نزدیک اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے جبکہ مجوسی، کافر اور بت پرست کا ذبیحہ حرام ہے جیسا کہ صاحب کتاب اللباب فی شرح الکتاب لکھتے ہیں:

و ذبيحة المسلم و الكتابي حلال و لا تؤكل ذبيحة المجوسي و المرتد و الوثني۔ [2]

ترجمہ: ''یعنی مسلمان اور اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے اور مجوسی، مرتد اور بت پرست کے ذبیحہ کا کھانا جائز نہیں ہے۔''

قانون 2: ذبح کرنے والے کے لیے مؤمن ہونا ضروری نہیں پس ناصبی کے علاوہ تمام فرق اسلامی کا ذبیحہ حلال ہے۔ [3]

مستندات(Authenticity):

ا: قرآن: (Quran)

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ - [4]

ترجمہ: ''تم اس جانور کا گوشت کھاؤ جس پر خدا کا نام لیا گیا ہو۔''

---

[1] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۴، ص 54، باب ۲۷، از ابواب الذباحہ، ح 7، مسلسل ۲۹۹۷۴۔

[2] ۔ اللباب فی شرح الکتاب شیخ عبد الغنی ود مشقی حنفی، ج ۳، ص ۲۲۴، ۲۲۳، دار الکتاب العربی بیروت۔

[3] ۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج ۲، ص ۱۲۹، مسئلہ نمبر ۱، جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج ۳۶، ص ۹۳۔

[4] ۔ سورہ انعام، آیت ۱۱۸۔

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ-[1]

ترجمہ: ''اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم وہ نہیں کھاتے ہو جس پر نام خدا لیا گیا ہے جب کہ خدا نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے تمہیں تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔''

ان آیات میں بطور مطلق بیان ہوا ہے کہ جس جانور پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اس کا کھانا جائز اور حلال ہے اور اس میں ایمان کی شرط بیان نہیں ہوئی۔

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1-مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع ذَبِيحَةُ مَنْ دَانَ بِكَلِمَةِ الْإِسْلَامِ وَ صَامَ وَ صَلَّى لَكُمْ حَلَالٌ إِذَا ذَكَرَ اسْمَ اللهِ تَعَالَى عَلَيْهِ- [2]

ترجمہ: ''محمد بن قیس سے روایت ہے کہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے تھے کہ جو شخص دین اسلام پر اعتقاد رکھتا ہو اور نماز، روزہ بھی رکھتا ہو اس کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے البتہ جب وہ ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھے۔''

2-عَنْ حُمْرَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ ع يَقُولُ فِي ذَبِيحَةِ النَّاصِبِ وَ الْيَهُودِيِّ وَ النَّصْرَانِيِّ- لَا تَأْكُلْ ذَبِيحَتَهُ حَتَّى تَسْمَعَهُ يَذْكُرُ اسْمَ اللهِ- [3]

ترجمہ: ''حمران روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا ہے کہ حضرت نے ناصبی، یہودی اور نصرانی کے ذبیحہ کے بارے میں فرمایا کہ ان کا ذبیحہ نہ کھاؤ مگر جب تم سنو کہ انہوں نے ذبح کرتے وقت خدا کا نام لیا ہے۔''

---

[1]۔ سورہ انعام آیہ نمبر ۱۱۹۔

[2]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج ۲۴ ص ۶۶ باب ۲۸ از ابواب الذبائح حدیث ۱ مسلسل ۳۰۰۱۳۔

[3]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج ۲۴ ص ٦1 باب ۲7 از ابواب الذبائح حدیث 31 مسلسل ۲۹۹۹۷۔

۳۔ اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء مذہب امامیہ کے موافق ہیں جیسا کہ المغنی والشرح الکبیر میں بیان ہوا ہے:

وذبیحه من اطاق الذبح من المسلمین واهل الکتاب حلال اذا سمؤا او نسواالتسمیه۔[1]

ترجمہ: ”یعنی مسلمانوں اور اہل کتاب میں سے جو بھی ذبح کرنے کی طاقت رکھتا ہو اس کا ذبیحہ حلال ہے البتہ جب بسم اللہ پڑھے یا اسے بھول جائے پس اہل سنت کے نزدیک بھی ایمان کی شرط ذکر نہیں ہوئی ہے۔“

قانون 3: ذبح کرنے والے کے لیے بالغ ہونا اور اس کے بدن کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے۔[2]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1-عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنْ ذَبِيحَةِ الْغُلَامِ وَ الْمَرْأَةِ هَلْ تُؤْكَلُ فَقَالَ إِذَا كَانَتِ الْمَرْأَةُ مُسْلِمَةً- فَذَكَرَتِ اسْمَ اللهِ عَلَى ذَبِيحَتِهَا حَلَّتْ ذَبِيحَتُهَا وَ كَذَلِكَ الْغُلَامُ إِذَا قَوِيَ عَلَى الذَّبِيحَةِ فَذَكَرَ اسْمَ اللهِ وَ ذَلِكَ إِذَا خِيفَ فَوْتُ الذَّبِيحَةِ وَ لَمْ يُوجَدْ مَنْ يَذْبَحُ غَيْرُهُمَا - [3]

ترجمہ: ”سلمان بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ

[1] ۔ المغنی والشرح الکبیر ابن قدامہ، ج۱۱، ص۵۵۔
[2] ۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص۱۲۹، مسئلہ نمبر ۲، جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۶، ص۹۰۔
[3] ۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج۲۴، ص۴۵ باب ۲۳ از ابواب الذبائح حدیث ۷، مسلسل ۲۹۹۴۶۔

کیا نوجوان بچے اور عورت کا ذبیحہ کھا سکتے ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جب عورت مسلمان ہو اور ذبیحہ پر خدا کا نام بھی لے تو اس عورت کا ذبیحہ حلال ہو گا اسی طرح جب نوجوان بچے میں ذبح کرنے کی قوت، طاقت موجود ہو اور وہ خدا کا نام بھی لے البتہ یہ اس وقت جب ان دونوں کے علاوہ کوئی اور ذبح کرنے والا موجود نہ ہو اور ذبیحہ کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو اس صورت میں ان دونوں کا ذبیحہ حلال ہو گا۔"

2- عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فِي حَدِيثٍ قَالَ وَلَا بَأْسَ أَنْ يَتَنَوَّرَ الْجُنُبُ وَيَحْتَجِمَ وَيَذْبَحَ - [1]

ترجمہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک حدیث میں فرمایا کہ مجنب شخص کا زیر ناف پوڈر لگانے، حجامت کرنے اور ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں فقہاء اہل سنت، مذھب امامیہ کے موافق ہیں جیسا کہ ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں:

وجملة ذلك ان كل من امكنه الذبح من المسلمين واهل الكتاب اذا ذبح حل ذبيحته رجلا كان او امراة بالغا او صبيا، حرا كان او عبدا لا نعلم فى هذا خلافا - [2]

ترجمہ: "یعنی مسلمانوں اور اہل کتاب میں سے جو بھی ذبح کرنے کی قدرت رکھتا ہو، اس کا ذبیحہ حلال ہے چاہے مرد ہو یا عورت، بالغ ہو یا بچہ اور اسی طرح غلام ہو یا آزاد اور اس مسئلہ میں کسی کو مخالف نہیں پایا۔"

---

[1]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج ۲۴، ص ۳۲ باب ۷ از ابواب الذبائح حدیث ۲، مسلسل ۲۹۹۱۱۔

[2]۔ المغنی والشرح الکبیر ابن قدامہ، ج ۱۱، ص ۵۵، ۵۶۔

ذبح کرنے کی شرائط اور آلہ سے متعلقہ قوانین
(Conditions of slaughter and equipment rules)

قانون 4: اختیاری صورت میں لوہے کے آلہ کے علاوہ کسی اور شئی سے ذبح کرنا صحیح نہیں۔[1]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1-عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ ع فِي الذَّبِيحَةِ بِغَيْرِ حَدِيدَةٍ قَالَ إِذَا اضْطُرِرْتَ إِلَيْهَا فَإِنْ لَمْ تَجِدْ حَدِيدَةً فَاذْبَحْهَا بِحَجَرٍ۔ [2]

ترجمہ: "محمد بن مسلم روایت کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ مجبوری کی حالت میں لوہے کے بغیر کسی اور چیز سے ذبح کرنا جائز ہے پس اگر تم لوہے کا آلہ نہ پا سکو تو پتھر کے ساتھ ذبح کرو۔"

2- عَنْ سَمَاعَةَ بْنِ مِهْرَانَ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الذَّكَاةِ فَقَالَ لَا تُذَكِّ إِلَّا بِحَدِيدَةٍ نَهَى عَنْ ذَلِكَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ۔ [3]

ترجمہ: "سماعہ بن مہران کہتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے تذکیہ (ذبح شرعی) کے بارے میں سوال کیا؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا کے لوہے کے آلے کے بغیر ذبح نہ کرو چونکہ امیر المؤمنین علیہ

1۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص۱۲۹، مسئلہ نمبر ۳، جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۶، ص۹۹۔
2۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج۲۴ باب ۲ از ابواب الذبائح، حدیث ۴ مسلسل ۲۹۸۵۳۔
3۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج۲۴، باب ۲، از ابواب الذبائح، حدیث ۴، مسلسل ۲۹۸۴۹۔

السلام اس سے منع فرماتے تھے۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اہل سنت فقہاء کے نزدیک بطور مطلق لوہے کے علاوہ کسی اور چیز سے ذبح کرنا جائز ہے جیساکہ ابن قدامہ بیان کرتے ہیں:

آلۃ و ھو ان یذبح بمحدود سواء کان من حدید او حجر او قصب او غیرہ الا السن والظفر۔[1]

ترجمہ: "یعنی آلہ جس سے حیوان ذبح کیا جاتا ہے تیز دھار ہونا ضروری ہے چاہے لوہے کا ہو یا پتھر یا گنے کے سر کنڈوں کا یا ان کے علاوہ کسی اور چیز کا ہو البتہ دانتوں اور ناخنون کے ذریعے جائز نہیں ہے۔"

قانون 5: ذبح کرتے وقت تمام اعضاء اربعۃ جسے اوداج اربعہ (چاروں رگ) بھی کہتے ہیں کا کاٹنا ضروری ہے۔[2]

تعریفات(Definitions):

لغوی تعریف:

کلمہ اوداج جمع ہے جس کا روٹ ورڈ وَدَجَ ہے جس کا معنی شہ رگ حیات ہے۔[3]

اصطلاحی تعریف:

فقہی اصطلاح میں اوداج ان چار رگوں کو کہا جاتا ہے جن کے کاٹنے سے ذبح شرعی متحقق ہوتا ہے۔[4]

---

[1]۔ المغنی الشرح الکبیر ابن قدامہ، ج۱۱، ص۵۱۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص۱۲۹، مسئلہ نمبر ۴، جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۶، ص۱۰۵۔

[3]۔ فرھنگ بزرگ جامع نوین (ترجمہ المنجد) احمد سیاح، ج۲، ص۲۱۵۹ مادہ ودج۔

[4]۔ جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۶، ص۱۰۵۔

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1-عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَجَّاجِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا إِبْرَاهِيمَ ع عَنِ الْمَرْوَةِ وَ الْقَصَبَةِ وَ الْعُودِ يَذْبَحُ بِهِنَّ الْإِنْسَانُ إِذَا لَمْ يَجِدْ سِكِّيناً فَقَالَ إِذَا فَرَى الْأَوْدَاجَ فَلَا بَأْسَ بِذَلِكَ-[1]

ترجمہ: "عبدالرحمٰن بن حجاج روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام موسی کاظم علیہ السلام سے سوال کیا کہ جب انسان کے پاس چاقو یا چھری موجود نہ ہو، تو پتھر، سرکنڈے اور لکڑی کے ساتھ حیوان ذبح کرنے کا کیا حکم ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا جب چاروں رگیں کاٹ دی جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

2- عَنْ زَيْدٍ الشَّحَّامِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنْ رَجُلٍ لَمْ يَكُنْ بِحَضْرَتِهِ سِكِّينٌ أَ يَذْبَحُ بِقَصَبَةٍ فَقَالَ اذْبَحْ بِالْحَجَرِ وَ بِالْعَظْمِ وَ بِالْقَصَبَةِ وَ الْعُودِ إِذَا لَمْ تُصِبِ الْحَدِيدَةَ إِذَا قَطَعَ الْحُلْقُومَ وَ خَرَجَ الدَّمُ فَلَا بَأْسَ بِهِ-[2]

ترجمہ: "زید شحام کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ جس شخص کے پاس چھری موجود نہیں ہے کیا وہ سرکنڈوں کے ساتھ ذبح کر سکتا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا جب لوہے کا آلہ موجود نہ ہو تو پتھر، ہڈی، سرکنڈے (نَے) اور لکڑی کے ساتھ ذبح کرے اور جب حلقوم کٹ جائے اور خون نکل آئے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں فقہاء اہل سنت، مذھب امامیہ کے موافق ہیں جیسا کہ صاحب کتاب اللباب

---

[1]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج ۲۴، ص ۸ باب ۲ از ابواب الذبائح، ح ۱، مسلسل ۲۹۸۵۰۔

[2]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج ۲۴، ص ۹ باب ۲ از ابواب الذبائح حدیث ۳ مسلسل نمبر ۲۹۸۵۲۔

فی شرح الکتاب لکھتے ہیں:

و الذبح فی الحلق واللبة و العروق التی تقطع فی الذکاة اربعة الحلقوم و المری و الودجان فاذا قطعها حل الاکل۔ [1]

یعنی ذبح حلق اور لبّۃ (گردن اور سینہ کے درمیان گودی) کے مقام سے کیا جاتا ہے اور جو رگیں تذکیہ یعنی ذبح شرعی کے لیے کاٹ دی جاتی ہیں وہ چار ہیں حلقوم مریٔ اور ودجان جب یہ چاروں کاٹ دی جائیں تو ذبیحہ کا کھانا حلال ہو جاتا ہے۔

قانون 6: ذبیحہ کو سامنے کی طرف سے ذبح کرنا ضروری ہے پس اگر کوئی شخص گردن کی پچھلی جانب سے ذبح کرے اور ذبح کرنے میں اتنی جلدی کرے کہ خون نکلنے سے پہلے تمام وہ رگیں جن کا کاٹنا ضروری ہوتا ہے کاٹ دے تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا۔ [2]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1- عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ ع النَّحْرُ فِي اللَّبَّةِ وَ الذَّبْحُ فِي الْحَلْقِ۔ [3]

ترجمہ: ”معاویہ بن عمار روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا نحر لبّہ (گردن اور سینہ کے درمیان گودی) کی جگہ سے کیا جاتا ہے اور ذبح حلق کی جگہ سے۔“

2 - عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع فِي حَدِيثٍ قَالَ وَ لَا تَأْكُلْ ذَبِيحَةً لَمْ تُذْبَحْ

---

[1]۔ اللباب فی شرح الکتاب شیخ عبدالغنی دمشقی حنفی جزء ۳ ص ۲۲۵، ۲۲۶۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج ۲ ص ۱۳۰ مسئلہ نمبر ۶۔

[3]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج ۲۴، ص ۱۲ باب ۴ از ابواب الذبائح حدیث ۲ مسلسل ۲۹۸۵۹۔

مِنۡ مَذۡبَحِهَا - [1]

ترجمہ: ”محمد بن مسلم روایت کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک حدیث میں فرمایا کہ جب تک ذبیحہ اپنے مقام ذبح سے ذبح نہ کیا جائے اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔“

وجہ استدلال: (Reasoning)

ان دو روایات میں سے پہلی میں ذبح کرنے کے مقام کو بیان کیا گیا ہے جبکہ دوسری روایت میں امام علیہ السلام فرماتے ہیں اگر کوئی شخص ذبیحہ کو اس کے ذبح کرنے کے مقام سے ذبح نہ کرے تو اس ذبیحہ کا کھانا جائز نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ ذبیحۃ کو گردن کی پشت سے ذبح کرنا صحیح نہیں ہے۔

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں خود مذاہب اربعہ کے اندر اختلاف پایا جاتا ہے مذہب مالکیہ اور حنبلیہ کے نزدیک کسی صورت میں بھی حیوان کو پشت کی جانب سے ذبح کرنا جائز نہیں ہے لیکن حنفیہؒ کے نزدیک اگر حلقوم کے کاٹنے کے وقت ذبیحہ کے اندر حیات دائمی کے آثار باقی نہ ہوں تو ذبیحہ حلال نہیں ہوگا جیسا کہ صاحب کتاب الحلیۃ العلماء فی معرفۃ المذاہب الفقہاء لکھتے ہیں:

فان ذبحه من قفاه و بقى فيه حياة مستقرة عند قطع الحلقوم حل وان بقى فيه حركة المذبوح لم يحل وحكى عن مالك واحمد انهما قالا لا يحل بحال -[2]

یعنی اگر کوئی شخص حیوان کو گردن کی پشت کی جانب سے ذبح کرے اور اس میں حیات دائمی کے آثار ہوں تو حلال ہو گا لیکن اگر فقط مذبوح حیوان کی طرح حرکت کرے تو حلال نہیں ہو گا اور مالک اور احمد سے حکایت کی گئی ہے کہ دونوں نے کہا کہ گردن کی پشت کی طرف سے حیوان کو

---

[1] ۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج ۲۴، ص ۱۲ باب ۴ از ابواب الذبائح، حدیث مسلسل ۲۹۸۵۸۔

[2] ۔ حلیۃ العماء فی معرفۃ مذاھب الفقھاء محمد بن احمد شایشی، ج ۳ ص ۴۲۴ طبع اول ۱۹۸۸م، مکتبۃ الرسالہ الحدیثیہ، عمان۔

ذبح کرنا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔

قانون 7: اگر ذبح کرنے والا غلطی سے عقدۃ کے اوپر سے ذبح کر دے اور اوداج اربعہ کو قطع نہ کرے تو اگر ذبیحہ زندہ نہ ہو تو حرام ہو گا لیکن اگر ذبیحہ ابھی تک زندہ ہو اور وہ جلدی سے عقدہ کے نیچے سے ذبح کر لے تو ذبیحہ حلال ہو گا۔[1]

قانون 8: ذبح کرتے وقت ذبیحہ کا قبلہ رخ ہونا ضروری ہے پس اگر کوئی جان بوجھ کر قبلہ رخ نہ کرے تو ذبیحہ حرام ہو گا لیکن اگر بھول جائے یا حکم سے جاہل ہو یا قبلہ رخ کی تشخیص میں خطا کر بیٹھے تو اس صورت میں ذبیحہ حلال ہو گا۔[2]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1-عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الذَّبِيحَةِ فَقَالَ اسْتَقْبِلْ بِذَبِيحَتِكَ الْقِبْلَةَ -[3]

ترجمہ: ”محمد بن مسلم روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے ذبیحہ کے بارے سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے ذبیحہ کو ذبح کرتے وقت قبلہ رخ کیا کرو۔“

2۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ ع عَنْ رَجُلٍ ذَبَحَ ذَبِيحَةً فَجَهِلَ أَنْ يُوَجِّهَهَا إِلَى الْقِبْلَةِ قَالَ كُلْ مِنْهَا فَقُلْتُ لَهُ فَإِنَّهُ لَمْ يُوَجِّهْهَا فَقَالَ فَلَا تَأْكُلْ مِنْهَا وَ لَا تَأْكُلْ مِنْ ذَبِيحَةٍ مَا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهَا وَ قَالَ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَذْبَحَ فَاسْتَقْبِلْ بِذَبِيحَتِكَ الْقِبْلَةَ-[4]

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲س۱۳۰مسئلہ نمبر۹، جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۳٦۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲ص۱۳۱مسئلہ نمبر۱۱، جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۳٦، ص۱۱۰۔

[3]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج۲۴، ص۲۷باب ۱۴ازابواب الذبائح حدیث۱، مسلسل ۲۹۸۹۸۔

[4]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج۲۴، ص۲۷باب ۱۴، ازابواب الذبائح، حدیث ۲ مسلسل ۲۹۸۹۹۔

ترجمہ: "محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے سوال کیا کہ جس نے اپنے ذبیحہ کو ذبح کیا لیکن قبلہ رخ کرنے کے حکم سے جاہل تھا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس ذبیحہ کو کھا سکتے ہو راوی کہتا کہ میں نے کہا کہ اگر وہ جانتے ہوئے بھی قبلہ رخ نہ کرے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس ذبیحہ کا کھانا جائز نہیں اور اسی طرح اس ذبیحہ کا کھانا بھی جائز نہیں جس پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: کہ جب تم کسی حیوان کو ذبح کرنے کا ارادہ کرو تو اسے قبلہ رخ کرکے ذبح کرو۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اہل سنت مذاہب میں سے حنبلیوں کے نزدیک ذبیحہ کا قبلہ رخ ہونا مستحب ہے اور قبلہ رخ نہ ہونا مکروہ ہے جیسا کہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

یکرہ توجیهه الذبیحة الی غیر القبلة-[1]

یعنی ذبیحہ کا قبلہ رخ نہ ہونا مکروہ ہے بلکہ اکثر اہل سنت کے نزدیک مکروہ نہیں ہے چونکہ اہل کتاب قبلہ رخ نہیں کرتے حالانکہ ان کا ذبیحہ حلال ہے۔

قانون 9: ذبح کرنے والے کے لیے ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے پس اگر عمداً بسم اللہ کو ترک کرے تو ذبیحہ حرام ہو گا لیکن اگر بھول جائے تو حرام نہیں ہو گا۔[2]

مستندات(Authenticity):

ا: قرآن:(Quran)

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ-[3]

---

[1]۔ المغنی والشرح الکبیر ابن قدامہ، ج۱۱ص۶۱۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص۱۳۱ مسئلہ نمبر۱۱، جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۶، ص ۱۱۳، ۱۱۴۔

[3]۔ سورہ انعام، آیہ ۱۲۱۔

ترجمہ: ''اور جس ذبیحہ پر نام خدا نہ لیا گیا ہو اسے مت کھانا کیونکہ وہ فسق ہے۔''

۲۔ آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1-عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع فِي حَدِيثٍ قَالَ وَ لَا تَأْكُلْ مِنْ ذَبِيحَةٍ مَا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهَا -[1]

ترجمہ: ''محمد حلبی سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھے تو اس ذبیحہ کا کھانا جائز نہیں ہے۔''

2- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ ع عَنِ الرَّجُلِ يَذْبَحُ وَ لَا يُسَمِّي قَالَ إِنْ كَانَ نَاسِياً فَلَا بَأْسَ إِذَا كَانَ مُسْلِماً-[2]

ترجمہ: ''محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے سوال کیا کہ جو ذبح کرتا ہے لیکن بسم اللہ نہیں پڑھتا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا اگر اس نے بھول کر نہیں پڑھا ہو اور مسلمان ہو تو اس ذبیحہ کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔''

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء مذہب امامیہ کے موافق ہیں جیسا کہ المغنی والشرح الکبیر میں بیان ہوا ہے:

الشرط الرابع ان یذکر اسم اللہ تعالیٰ عند الذبح -[3]

---

[1] ۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج ۲۴، ص ۲۹ باب ۱۵، از ابواب الذبائح حدیث ۱مسلسل ۲۹۹۰۳۔

[2] ۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج ۲۴، ص ۲۹، باب ۱۵، از ابواب الذبائح، حدیث ۲مسلسل ۲۹۹۰۴۔

[3] ۔ المغنی والشرح الکبیر ابن قدامہ، ج ۱۱، ص ۵۸۔

"یعنی چوتھی شرط یہ ہے کہ ذبح کرنے والا ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھے۔"

قانون10 : تسمیہ کے لیے کوئی خاص الفاظ ضروری نہیں بلکہ ہر وہ جملہ جس میں فقط لفظ اللہ موجود ہو مثلاً بسم اللہ ، الحمد اللہ ، اللہ اکبر ، لاالہ الا اللہ ،جیسے جیسے جملات کا ادا کرنا کافی ہے البتہ فقط لفظ اللہ کہہ دینا کافی نہیں ہے۔ [1]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ ذَبَحَ فَسَبَّحَ أَوْ كَبَّرَ أَوْ هَلَّلَ أَوْ حَمِدَ اللهَ قَالَ هَذَا كُلُّهُ مِنْ أَسْمَاءِ اللهِ لَا بَأْسَ بِهِ-[2]

ترجمہ: "محمد بن مسلم روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جو ذبح کرتے وقت "سبحان اللہ ،یا اللہ اکبر، یا لاالہ الااللہ ،یا الحمد للہ" کہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا یہ تمام خدا کے اسماء ہیں ان کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے(اور ذبیحہ حلال ہے)۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں فقہاء اہل سنت مذہب امامیہ کے ساتھ اختلاف رکھتے ہیں اور ان کے نزدیک فقط بسم اللہ پڑھنے کے ساتھ ذبیحہ حلال ہو گا اور کوئی جملہ اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتا جیسا کہ المغنی میں ذکر ہوا ہے:

الشرط الرابع ان یذکر اسم اللہ تعالی عند الذبح وھو ان یقول بسم اللہ لا یقوم

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص۱۳۱مسئلہ نمبر۱۳،جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۶، ص۱۱۳۔

[2]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج۲۴، ص۳۱، باب ۱۶،از ابواب الذبائح حدیث مسلسل ۲۹۹۰۹۔

غیرھا مقامھا۔[1]

"یعنی چوتھی شرط ذبح کرنے والے کا بسم اللہ پڑھنا ہے یعنی ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھے اور بسم اللہ کے علاوہ کوئی اور جملہ اس کا قائم مقام نہیں ہو سکتا، البتہ ابن عمر کے نزدیک تسبیح و تکبیر و تحلیل کا ذکر کرنا بھی کافی ہے۔"

قانون 11: مذبوح کے حلال ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ذبح کے بعد اس میں تھوڑی حرکت پائی جائے تاکہ معلوم اور یقین ہو سکے کہ زندہ حیوان کو ذبح کیا گیا ہے۔[2]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1۔عَنْ مُحَمَّدٍ الْحَلَبِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الذَّبِيحَةِ فَقَالَ إِذَا تَحَرَّكَ الذَّنَبُ أَوِ الطَّرْفُ أَوِ الْأُذُنُ فَهُوَ ذَكِيٌّ ۔[3]

ترجمہ: "محمد بن حلبی روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ذبیحہ کے بارے میں سوال کیا؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جب ذبیحہ ذبح کیے جانے کے بعد اپنی دم یا آنکھ یا کان کو حرکت دے یعنی ہلائے تو وہ پاک اور تذکیہ شدہ ہو گا۔"

2۔عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ فِي كِتَابِ عَلِيٍّ ع إِذَا طَرَفَتِ الْعَيْنُ أَوْ رَكَضَتِ الرِّجْلُ أَوْ تَحَرَّكَ الذَّنَبُ فَكُلْ مِنْهُ فَقَدْ أَدْرَكْتَ ذَكَاتَه۔[4]

ترجمہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ علی علیہ السلام کی کتاب میں بیان

---

[1]۔ المغنی والشرح الکبیر ابن قدامہ، ج۱۱ص ۵۸۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص۱۳۱، مسئلہ نمبر۱۱، جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۶، ص۱۲۵۔

[3]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج۲۴، ص۲۴، باب۱۱، از ابواب الذبائح، حدیث۳، مسلسل ۲۹۸۸۸۔

[4]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج۲۴، ص۲۳، باب۱۱، از ابواب الذبائح، حدیث۶، مسلسل ۲۹۸۹۱۔

ہوا ہے کہ جب ذبیحہ ذبح ہونے کے بعد آنکھ پھیرے یا پاؤں رگڑے یا دم ہلائے تو اس کا کھانا جائز ہے اور تم نے اسے تذکیہ شدہ پایا ہے۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں فقہاء اہل سنت مذہب امامیہ کے موافق ہیں جیسا کہ صاحب کتاب اعلاء السنن بیان کرتے ہیں:

سال ابا هريرة عن شاة ذبحت فتحرك بعضها فامره ان ياكلها -[1]

"یعنی ابوھریرہ نے سوال کیا کہ جب بھیڑ کو ذبح کیا جائے اور اس کے بعض اعضاء حرکت کریں تو (کیا اس کا کھانا جائز ہے؟) اسے حکم ہوا کہ اس کو کھایا جا سکتا ہے۔"

نحر سے متعلق قانون

(Laws regarding slaughter)

قانون12 : حیوانات میں سے فقط اونٹ ہے جس کو نحر کرنے کے ذریعے اس کا تذکیہ کیا جاتا ہے پس اگر اونٹ کو ذبح کیا جائے یا اونٹ کے علاوہ کسی اور حیوان کو نحر کیا جائے تو وہ حرام ہو گا۔[2]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1-عَنْ صَفْوَانَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ ع عَنْ ذَبْحِ الْبَقَرِ مِنَ الْمَنْحَرِ فَقَالَ لِلْبَقَرِ

---

[1] ۔ اعلاء السنن ظفر احمد تھانوی، ج۱۲، ص۸۷، طبع اول ۱۴۱۸ھجری دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] ۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص۱۳۲، مسئلہ نمبر۱۶، جواہر الکلام شیخ محمد حسین نجفی، ج۳۶، ص۱۱۶۔

الذَّبْحُ وَ مَا نُحِرَ فَلَيْسَ بِذَكِي -[1]

ترجمہ: ”صفوان روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے گائے کو نحر کرنے کے مقام سے ذبح کیے جانے کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ گائے کو ذبح کیا جاتا ہے اور جس گائے کو نحر کیا جائے وہ تذکیہ شدہ نہیں ہو گی۔“

2- مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ قَالَ الصَّادِقُ ع كُلُّ مَنْحُورٍ مَذْبُوحٍ حَرَامٌ وَ كُلُّ مَذْبُوحٍ مَنْحُورٍ حَرَام-[2]

ترجمہ: ”محمد بن علی بن حسین سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر نحر کیا جانے والے حیوان کو ذبح کیا جائے تو وہ حرام ہوگا اور اسی طرح اگر ذبح کیے جانے والے حیوان کو نحر کیا جائے تو وہ حرام ہے۔“

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اہل سنت فقہاء کے نزدیک اونٹ کو ذبح اور بقیہ حیوانات کو نحر کرنا جائز ہے جیسا کہ ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں:

فان ذبح الابل و نحر ما سواها اجزاه وهذا قول اكثر اهل العلم منهم عطاء والزهری، قتادہ، مالك، الليث، و ابوحنيفه والشافعی-[3]

ترجمہ: ”یعنی اگر کوئی شخص اونٹ کو ذبح اور بقیہ حیوانات کو نحر کرے تو یہ کفایت کرتا ہے اور اس قول کو اکثر اہل علم نے قبول کیا ہے جن میں عطاء، زہری، قتادہ، مالک، لیث، ابوحنیفہ، شافعی شامل ہیں۔“

---

[1] ۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج ۲۴، ص ۱۴، باب ۵، از ابواب الذبائح، حدیث ۱، مسلسل ۲۹۸۶۲۔

[2] ۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج ۲۴، ص ۱۴، باب ۵، از ابواب الذبائح، حدیث ۳، مسلسل ۲۹۸۶۴۔

[3] ۔ المغنی والشرح الکبیر ابن قدامہ، ج ۱۱، ص ۵۴۔

قانون 13: تیز دھار لوہے کے آلے مثلاً چاقو نیزہ کو اونٹ کی گردن اور سینے کے درمیان موجود گودی میں گھونپ دینے سے اونٹ نحر ہوجاتا ہے۔ [1]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1-عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ ع النَّحْرُ فِي اللَّبَّةِ وَ الذَّبْحُ فِي الْحَلْقِ- [2]

ترجمہ:"معاویہ بن عمار روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ نحر لبۃ (گردن اور سینے کے درمیان موجود گودی) کے مقام سے اور ذبح حلق کے مقام سے کیا جاتا ہے۔"

2۔ عَنْ أَبِي خَدِيجَةَ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع وَ هُوَ يَنْحَرُ بَدَنَتَهُ مَعْقُولَةً يَدُهَا الْيُسْرَى ثُمَّ يَقُومُ بِهِ مِنْ جَانِبِ يَدِهَا الْيُمْنَى وَ يَقُولُ بِسْمِ اللهِ وَ اللهُ أَكْبَرُ اللَّهُمَّ هَذَا مِنْكَ وَ لَكَ اللَّهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّي- ثُمَّ يَطْعُنُ فِي لَبَّتِهَا ثُمَّ يُخْرِجُ السِّكِّينَ بِيَدِهِ فَإِذَا وَجَبَتْ قَطَعَ مَوْضِعَ الذَّبْحِ بِيَدِهِ- [3]

ترجمہ:"ابی خدیجہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو اپنی قربانی کو نحر کرتے ہوئے دیکھا انہوں نے لبۃ کے مقام پر چھری گھونپی پھر اپنے ہاتھ سے چھری نکالی، پس جب قربانی کی جان نکل گئی تو ذبح کے مقام کو اپنے ہاتھ سے قطع کیا۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اہل سنت فقہاء اس مسئلہ میں مذہب امامیہ کے ساتھ اختلاف رکھتے ہیں یعنی اہل

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، مسئلہ ۱۸۔

[2]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج۲۴، ص۱۰، باب 2، از ابواب الذبائح، حدیث 1، مسلسل ۲۹۸۵۵۔

[3]۔ وسائل الشیعہ شیخ حر عاملی، ج14، ص149، باب 35، از ابواب الذبائح، مسلسل 18840۔

سنت کے نزدیک ذبح کئے جانے والے حیوان کو نحر اور نحر کیے جانے والے حیوان کو ذبح کیا جا سکتا ہے جیسا کہ ابن حزم اندلسی اپنی کتاب المحلی میں لکھتے ہیں:

وکل ماجازا ذبحه جاز نحره وکل ماجاز نحره جاز ذبحه فان شئت فاذبح وان شئت فانحر۔[1]

ترجمہ: "یعنی ہر ذبح ہونے والے حیوان کو نحر اور نحر ہونے والے حیوان کو ذبح کیا جا سکتا ہے پس اگر چاہو تو ذبح کرو اور اگر چاہو تو نحر کرو اس قول کو ابو حنیفہ، شافعی اور احمد ابن حنبل نے قبول کیا ہے جبکہ مذہب مالکیہ اس مسئلہ میں امامیہ کے موافق ہے۔"

قانون 14: نحر کرنے والے آلے اور شخص میں وہ تمام شرائط ضروری ہیں جو ذبح کرنے والے آلے اور شخص میں ضروری ہیں۔[2]

تشریح:(Interpretation)

جس طرح ذبح کرنے کے لیے ضروری تھا کہ آلہ تیز دھار لوہے کا ہو اور ذبح کرنے والا مسلمان ہو اور بسم اللہ پڑھے اسی طرح نحر کرنے والے کے لیے بھی مسلمان ہونا اور اس کا بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے اور جس طرح ذبیحہ کا قبلہ رخ ہونا ضروری تھا اسی طرح نحر کیے جانے والے حیوان کا قبلہ رخ ہونا ضروری ہے البتہ اونٹ کو کھڑا حالت میں نحر کرنا مستحب ہے۔

قانون 15: اگر کسی جانور کا ذبح یا نحر کرنا ممکن نہ ہو مثلاً حیوان سرکش ہو یا کسی کنویں میں گر گیا ہو جس کی وجہ سے انسان کا اس کے ذبح یا نحر کرنے کی جگہ تک پہنچنا ممکن نہ ہو تو تلوار یا چاقو یا نیزے کے ساتھ اس جانور کو کسی بھی جگہ سے زخمی کیا جائے گا اور وہ حلال شمار ہو گا اور مذکورہ جانور کے لیے ذبح اور نحر کی وہ تمام شرائط جو عام حالت میں ضروری ہیں

---

[1]۔ المحلی بالاثار ابن حزم اندلسی، ج۶، ص۱۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۸ ہجری۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص۱۳۳، مسئلہ نمبر ۱۷۔

ساقط ہوں گی۔ [1]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1-عَنْ مُحَمَّدٍ الْحَلَبِيِّ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع فِي ثَوْرٍ تَعَاصَى فَابْتَدَرَهُ قَوْمٌ بِأَسْيَافِهِمْ وَ سَمَّوْا فَأَتَوْا عَلِيّاً ع فَقَالَ هَذِهِ ذَكَاةٌ وَحِيَّةٌ وَ لَحْمُهُ حَلَالٌ - [2]

ترجمہ: ”محمد حلبی روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے سرکش بیل کے بارے فرمایا کہ ایک گروہ اپنی تلواریں لے کر اس بیل کی طرف بھاگے اور مارنے سے پہلے بسم اللہ بھی پڑھی پھر وہ علی علیہ السلام کے پاس آئے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بیل مذکی (تذکیہ شدہ) ہے اور اس کا گوشت حلال ہے۔“

2-عَنْ إِسْمَاعِيلَ الْجُعْفِيِّ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع بَعِيرٌ تَرَدَّى فِي بِئْرٍ كَيْفَ يُنْحَرُ قَالَ يُدْخِلُ الْحَرْبَةَ فَيَطْعُنُهُ بِهَا وَ يُسَمِّي وَ يَأْكُلُ- [3]

ترجمہ: ”اسماعیل جعفی روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ اگر ایک اونٹ کنویں میں گر گیا ہو تو اس کو کیسے نحر کیا جائے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ انسان نیزہ اس کے جسم میں مارے اور بسم اللہ پڑھے اور اس کو کھائے۔“

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء مذہب امامیہ کے موافق ہیں جیسا کہ سید سابق اپنی

---

[1] ۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج ۲، ص ۱۳۳، مسئلہ نمبر ۱۹، جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج ۳۶، ص ۱۴۰۔

[2] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۴، ص ۱۹، باب ۱۰، از ابواب الذبائح، حدیث 1، مسلسل 29877۔

[3] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۴، ص 20، باب ۱۰، از ابواب الذبائح، حدیث ۴، مسلسل ۲۹۸۸۰۔

کتاب فقہ السنۃ میں لکھتے ہیں:

وان لم یقدر علیھا کان ذکاتہ بجرح جزء منہ فی ای موضع من بدنہ بشرط ان یکون الجرح مومیا یجوز وقوع القتل بہ ۔[1]

ترجمہ: ''یعنی اگر کوئی شخص کسی حیوان کو ذبح کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کا تذکیہ بدن کے کسی حصے پر اسے مجروح کرنے سے حاصل ہو گا البتہ اس شرط کے ساتھ کہ اسی زخم کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو۔''

حیوان کے جنین کے تذکیہ کے قوانین

(Laws of transfer of animal embryo)

قانون 16: اگر جنین ماں کے شکم سے زندہ نکل آئے تو جب تک اس کا تذکیہ نہ کیا جائے اس کا کھانا حلال نہیں، چاہے ماں زندہ ہو یا مر گئی ہو۔[2]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

عَنْ عَمَّارِ بْنِ مُوسَى عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فِي حَدِيثٍ أَنَّهُ سَأَلَهُ عَنِ الشَّاةِ تُذْبَحُ فَيَمُوتُ وَلَدُهَا فِي بَطْنِهَا قَالَ كُلْهُ فَإِنَّهُ حَلَالٌ لِأَنَّ ذَكَاتَهُ ذَكَاةُ أُمِّهِ فَإِنْ هُوَ خَرَجَ وَ هُوَ حَيٌّ فَاذْبَحْهُ وَ كُلْ فَإِنْ مَاتَ قَبْلَ أَنْ تَذْبَحَهُ فَلَا تَأْكُلْهُ وَ كَذَلِكَ الْبَقَرُ وَ الْإِبِلُ ۔[3]

ترجمہ: ''عمار بن موسی روایت کرتے ہیں کہ اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام

---

[1]۔ فقہ السنہ سید سابق، ج۳، ص۲۵۴۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص۱۳۴، مسئلہ نمبر۲۱، جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۶، ص۱۸۰تا۱۸۵۔

[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۲۴، ص35، باب 18، از ابواب الذبائح، حدیث 8، مسلسل ۲۹920۔

سے ایسی بھیڑ کے بارے میں سوال کیا کہ جس کو ذبح کیا گیا ہو اور اس کا بچہ اس کے شکم میں مر گیا ہو ؟ امام علیہ السلام نے فرمایا اسے کھا سکتے ہو اور وہ حلال ہے کیونکہ اس کی ماں کے تذکیہ کے ساتھ اس کا تذکیہ ہو چکا ہے لیکن اگر وہ شکم سے زندہ خارج ہو تو اسے ذبحہ کر کے کھاؤ اور اگر ذبح کرنے سے پہلے مر جائے تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے اور یہی حکم گائے اور اونٹ کا ہے۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:
(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء، مذہب امامیہ کے موافق ہیں جیسا کہ فقہ السنۃ نامی کتاب اور المغنی میں بیان ہوا ہے:

وان خرج حياً حياة مستقرة يمكن ان يذكى فلم يذكيه حتى مات فليس بذكى۔[1]

ترجمہ: "یعنی اگر جنین ماں کے شکم سے زندہ حالت میں باہر آئے اور حیات دائمی رکھتا ہو اور اس کے ذبح کرنے کے امکان کی صورت میں اگر اسے ذبح نہ کیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے تو وہ تذکیہ شدہ نہیں ہو گا اور اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔"

قانون 17: اگر جنین ماں کے شکم سے مردہ حالت میں نکلے یا نکالا جائے اور اس کی ماں کا تذکیہ (ذبح شرعی) ہو چکا ہو تو اس جنین کا کھانا حلال ہے البتہ جب اس کی خلقت کامل ہو چکی ہو، وگرنہ مردار اور حرام ہو گا۔[2]

---

[1]۔ فقہ السنہ سید سابق، ج ۳، ص ۲۵۵، المغنی والشرح الکبیر ابن قدامہ، ج ۱۱۔

[2]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج ۲، س ۱۳۴، مسئلہ ۲۱، جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج ۳۶، ص ۱۸۰ تا ۱۵۸۔

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1- عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ إِذَا ذَبَحْتَ ذَبِيحَةً وَفِي بَطْنِهَا وَلَدٌ تَامٌّ فَإِنَّ ذَكَاتَهُ ذَكَاةُ أُمِّهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ تَامّاً فَلَا تَأْكُلْه-[1]

ترجمہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جب ذبیحہ کو ذبح کیا جائے اور اس کے شکم میں ایسا بچہ ہو جس کی خلقت کامل ہو چکی ہو تو اس بچے کا تذکیہ اس کی ماں کے تذکیہ کے ساتھ ہو جاتا ہے لیکن اگر اس کی خلقت مکمل نہ ہوئی ہو تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔"

2- عَنِ الْحَلَبِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ إِذَا ذَبَحْتَ الذَّبِيحَةَ فَوَجَدْتَ فِي بَطْنِهَا وَلَداً تَامّاً فَكُلْ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ تَامّاً فَلَا تَأْكُلْ-[2]

ترجمہ: "حلبی امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم ذبیحہ کو ذبح کرو اور اس کے شکم میں کامل الخلقت بچے کو پاؤ تو اس بچے کو کھا سکتے ہو لیکن اگر کامل الخلقت نہ ہو تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں مذہب حنفیہّ کے علاوہ تمام مذاہب اسلامی کا اتفاق ہے جیسا کہ صاحب کتاب الفقۃ السنۃ لکھتے ہیں:

---

[1] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۴، ص 35، باب 18، از ابواب الذبائح، حدیث 7، مسلسل ۲۹919۔

[2] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۴، ص 34، باب 18، از ابواب الذبائح، حدیث ۴، مسلسل ۲۹916۔

فان ذکیت امہ وھو فی بطنھا ذکاتہ ذکاۃ امہ ان خرج میتاً او بہ رمق -[1]

ترجمہ: ''یعنی اگر جنین ماں کے شکم میں ہو اور اس کی ماں کو ذبح کیا گیا ہو اور جنین مردہ یا آخری سانس لینے کی حالت میں ماں کے شکم سے باہر آئے تو وہ حلال ہو گا چونکہ اس کی ماں کے تذکیہ کے ساتھ اس کا تذکیہ بھی ہو چکا ہے لیکن ابو حنیفہ کے نزدیک وہ مردار اور حرام ہو گا۔''

حرام خور حیوان سے متعلق قانون

(Laws relating to forbidden animals)

قانون 18: ہر اس حیوان کا تذکیہ (ذبح شرعی) ہوتا ہے جو اصل میں حلال گوشت ہے اگرچہ عارضی طور پر اس کا گوشت کھانا حرام ہی کیوں نہ ہو مثلاً حیوان جلالہ (حرام خور حیوان) اور حیوان موطوء (یعنی جس حیوان کے ساتھ کوئی انسان بد فعلی انجام دے)[2]

مستندات (Authenticity):

ا: قرآن: (Quran):

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ۔[3]

ترجمہ: ''اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم وہ نہیں کھاتے ہو جس پر نام خدا لیا گیا ہو جب کہ اس نے جن چیزوں کو حرام کیا ہے انہیں تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔''

---

[1] ۔ فقہ السنہ سید سابق، ج۳، ص۲۵۵، المغنی ابن قدامہ، ج۱۱، ص۶۰۔

[2] ۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص۱۳۵، مسئلہ ۲۳۔

[3] ۔ سورہ انعام، آیت ۱۱۹۔

۲: آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1- عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ع قَالَ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع الدَّجَاجَةُ الْجَلَّالَةُ لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهَا حَتَّى تُقَيَّدَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَ الْبَطَّةُ الْجَلَّالَةُ بِخَمْسَةِ أَيَّامٍ وَ الشَّاةُ الْجَلَّالَةُ عَشَرَةَ أَيَّامٍ وَ الْبَقَرَةُ الْجَلَّالَةُ عِشْرِينَ يَوْماً وَ النَّاقَةُ الْجَلَّالَةُ أَرْبَعِينَ يَوْماً- [1]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ حرام خور مرغی کا گوشت کھانا جائز نہیں مگر جب اس کو تین دن پاک غذا کھلائی جائے اور اسی طرح حرام خور مرغابی کو پانچ دن، حرام خور بھیڑ کو دس اور گائے کو بیس دن جبکہ حرام خور اونٹ کو چالیس دن پاک غذا کھلا کر ذبح کریں تو ان کا گوشت کھایا جا سکتا ہے۔''

2۔ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الثَّالِثِ ع فِي جَوَابِ مَسَائِلِ يَحْيَى بْنِ أَكْثَمَ قَالَ وَ أَمَّا الرَّجُلُ النَّاظِرُ إِلَى الرَّاعِي وَ قَدْ نَزَا عَلَى شَاةٍ فَإِنْ عَرَفَهَا ذَبَحَهَا وَ أَحْرَقَهَا وَ إِنْ لَمْ يَعْرِفْهَا قَسَمَ الْغَنَمَ نِصْفَيْنِ وَ سَاهَمَ بَيْنَهُمَا فَإِذَا وَقَعَ عَلَى أَحَدِ النِّصْفَيْنِ فَقَدْ نَجَا النِّصْفُ الْآخَرُ ثُمَّ يُفَرِّقُ النِّصْفَ الْآخَرَ فَلَا يَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى تَبْقَى شَاتَانِ فَيُقْرِعُ بَيْنَهُمَا فَأَيُّهُمَا وَقَعَ السَّهْمُ بِهَا ذُبِحَتْ وَ أُحْرِقَتْ وَ نَجَا سَائِرُ الْغَنَمِ- [2]

ترجمہ: ''امام جواد علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام علیہ السلام نے یحیٰی بن اکثم کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ دیکھنے والے نے دیکھا کہ چرواہا نے ایک بھیڑ کے ساتھ بد فعلی کی ہے اگر وہ بھیڑ معلوم اور مشخص ہو تو اسے ذبح کرکے جلا دیا جائے اور اگر معلوم نہ ہو تو بھیڑوں کو دو حصوں میں تقسیم کرکے قرعہ ڈالا جائے جس حصے پر قرعہ آئے گا دوسرا حصہ

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۴، ص 166، باب 28، از ابواب اطعمہ المحرمہ، حدیث 1، مسلسل 30252۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۴، ص 170، باب 30، از ابواب اطعمہ المحرمہ، حدیث ۴، مسلسل 30264۔

نجات پائے گا پھر قرعہ والے حصے کو دو حصوں میں تقسیم کر کے قرعہ ڈالا جائے گا (اسی طرح قرعہ ڈالتے جائیں گے) حتی کہ دو بھیڑیں بچ جائیں پھر ان کے درمیان قرعہ ڈالا جائے گا اور جس بھیڑ پر قرعہ آئے گا اسے ذبح کر کے جلا دیا جائے گا اور بقیہ تمام بھیڑیں محفوظ رہیں گی۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اہل سنت فقہاء کے نزدیک حیوان جلالۃ کا تذکیہ (ذبح شرعی) کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ ابن حزم اندلسی بیان کرتے ہیں:

ولا یسمی الدجاج ولا الطیر جلالۃ۔[1]

ترجمہ: "یعنی حرام خور مرغی اور پرندے پر بسم اللہ پڑھنا یعنی ذبح کرنا جائز نہیں۔"

نجس العین اور حرام گوشت حیوانات سے متعلق قوانین

(Laws related to Najas-ul-Ain and forbidden animal meat)

قانون19 : خون جہندہ رکھنے والے نجس العین جانور مثلاً کتا، خنزیر و غیرہ اور مسخ شدہ حیوانات جو درندہ نہ ہوں مثلاً ہاتھی اور تمام حشرات جو زمین کے اندر رہتے ہیں مثلاً چوہا وغیرہ کا تذکیہ کرنا اور استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔[2]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1 ۔عَنِ ابْنِ بُكَيْرٍ قَالَ سَأَلَ زُرَارَةُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنِ الصَّلَاةِ فِي الثَّعَالِبِ وَ الْفَنَكِ وَ

---

[1]۔ المحلی بالاثار ابن حزم اندلسی، ج۶، ص۸۵۔

[2]۔ جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۶، ص۱۹۲، تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص۱۳۵، مسئلہ ۲۳۔

السِّنْجَابِ وَ غَيْرِهِ مِنَ الْوَبَرِ فَأَخْرَجَ كِتَاباً زَعَمَ أَنَّهُ إِمْلَاءُ رَسُولِ اللهِ ص أَنَّ الصَّلَاةَ فِي وَبَرِ كُلِّ شَيْءٍ حَرَامٍ أَكْلُهُ فَالصَّلَاةُ فِي وَبَرِهِ وَ شَعْرِهِ وَ جِلْدِهِ وَ بَوْلِهِ وَ رَوْثِهِ وَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْهُ فَاسِدٌ لَا تُقْبَلُ تِلْكَ الصَّلَاةُ حَتَّى يُصَلِّيَ فِي غَيْرِهِ مِمَّا أَحَلَّ اللهُ أَكْلَهُ ثُمَّ قَالَ يَا زُرَارَةُ هَذَا عَنْ رَسُولِ اللهِ ص- فَاحْفَظْ ذَلِكَ يَا زُرَارَةُ فَإِنْ كَانَ مِمَّا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ فَالصَّلَاةُ فِي وَبَرِهِ وَ بَوْلِهِ وَ شَعْرِهِ وَ رَوْثِهِ وَ أَلْبَانِهِ وَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْهُ جَائِزٌ إِذَا عَلِمْتَ أَنَّهُ ذَكِيٌّ قَدْ ذَكَّاهُ الذَّبْحُ وَ إِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ مِمَّا قَدْ نُهِيتَ عَنْ أَكْلِهِ وَ حُرِّمَ عَلَيْكَ أَكْلُهُ فَالصَّلَاةُ فِي كُلِّ شَيْءٍ مِنْهُ فَاسِدٌ ذَكَّاهُ الذَّبْحُ أَوْ لَمْ يُذَكِّهِ-[1]

ترجمہ: ''ابن بکیر روایت کرتے ہیں کہ جناب زرارہ نے امام صادق علیہ السلام سے لومڑی اور گلہری اور فنک (لومڑی جیسا ایک جانور) کی اون سے تیار شدہ لباس میں نماز پڑھنے کے بارے سوال کیا تو امام علیہ السلام نے ایک تحریر نکالی جو شاید رسول اللہ کی املاء تھی (اور اس میں لکھا ہوا تھا) ہر اس شئی کی کھال، بال اور اون میں نماز پڑھنا جس کا کھانا حرام ہے باطل ہے اور وہ نماز قبول نہیں مگر جب تک کسی ایسے لباس میں پڑھے جن کا گوشت کھانا حلال ہے۔ پس حلال گوشت کی کھال اون وغیرہ میں نماز پڑھنا جائز ہے، جب تمہیں علم ہو کہ ذبح شرعی کے ذریعے تذکیہ ہو چکا ہے۔ اور جن اشیاء کا گوشت کھانے سے منع کیا گیا ہے ان سے تیار شدہ لباس میں نماز پڑھنا باطل ہے اگرچہ ذبح کے ذریعے تذکیہ کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو۔''

2- عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ وَ أَبَا الْحَسَنِ ع عَنْ لِبَاسِ الْفِرَاءِ وَ الصَّلَاةِ فِيهَا فَقَالَ لَا تُصَلِّ فِيهَا إِلَّا فِي مَا كَانَ مِنْهُ ذَكِيّاً قَالَ قُلْتُ أَ وَ لَيْسَ الذَّكِيُّ مِمَّا ذُكِّيَ بِالْحَدِيدِ قَالَ بَلَى إِذَا كَانَ مِمَّا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ قُلْتُ وَ مَا لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ مِنْ غَيْرِ الْغَنَمِ قَالَ لَا بَأْسَ بِالسِّنْجَابِ فَإِنَّهُ دَابَّةٌ لَا تَأْكُلُ اللَّحْمَ وَ لَيْسَ هُوَ مِمَّا نَهَى عَنْهُ رَسُولُ اللهِ ص- إِذْ نَهَى عَنْ كُلِّ ذِي

---

[1]- وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۴، ص 345، باب 2، از ابواب لباس المصلی، حدیث 1، مسلسل 5344۔

نَابٍ وَ مِخْلَب-[1]

ترجمہ: "علی بن حمزہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کھال سے تیار شدہ لباس میں نماز پڑھنے کے بارے سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا نماز پڑھنا جائز نہیں مگر جب آپ کو معلوم ہو کہ تذکیہ شدہ حیوان کی جلد سے تیار ہوا ہے۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی کہ اگر لوہے کے آلے سے ذبح ہونے والا حیوان کو کسی دوسری چیز سے ذبح کیا جائے تو کیا وہ مذکی نہیں ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں جب وہ حلال گوشت جانور ہو۔ پھر میں نے کہا کہ بھیڑ کے علاوہ جو حلال گوشت نہیں ہیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا گلہری کی جلد میں اشکال نہیں چونکہ یہ جانور گوشت خور نہیں ہے اور ان میں سے بھی نہیں ہے جن سے رسول خدا ﷺ نے منع فرمایا ہے چونکہ رسول خدا ﷺ نے ہر اس جانور سے منع کیا جو چنگال یعنی کانٹے رکھتا ہے۔"

3- عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي الْحَسَنِ ع أَيَحِلُّ أَكْلُ لَحْمِ الْفِيلِ فَقَالَ لَا فَقُلْتُ لِمَ قَالَ لِأَنَّهُ مُثْلَةٌ وَ قَدْ حَرَّمَ اللَّهُ لُحُومَ الْأَمْسَاخِ وَ لَحْمَ مَا مُثِّلَ بِهِ فِي صُوَرِهَا-[2]

ترجمہ: "حسین بن خالد روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ کیا ہاتھی کا گوشت کھانا حلال ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں، میں نے کہا کہ کیوں؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ کسی کی مثل اور شبیہ ہے اور خدا وند متعال نے مسخ شدہ حیوانات کا گوشت حرام قرار دیا ہے اور اس شئ کا گوشت بھی جو شکل میں دوسرے کے مشابہ ہو۔"

قانون 20: جنگلی گوشت خور درندے مثلاً شیر، لومڑی، یا پرندے مثلاً باز کا تذکیہ کرنا صحیح

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج۴، ص348، باب 3، از ابواب لباس المصلی، حدیث 3، مسلسل 5354۔
[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج24، ص104، باب 2، از ابواب الاطعمہ المحرمہ، حدیث 2، مسلسل 30090۔

ہے اور ان کی جلد کو نماز کے علاوہ بقیہ تمام کاموں کے لیے استعمال کرنا صحیح ہو گا۔[1]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1-عَنْ سَمَاعَةَ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ أَيُنْتَفَعُ بِهَا فَقَالَ إِذَا رَمَيْتَ وَ سَمَّيْتَ فَانْتَفِعْ بِجِلْدِهِ وَ أَمَّا الْمَيْتَةُ فَلَا-[2]

ترجمہ: ''سماعۃ روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے درندوں کی جلد کے بارے میں سوال کیا کہ کیا ان سے استفادہ کرنا جائز ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا جب تیر کے ذریعے شکار کیا گیا ہو اور بسم اللہ پڑھی ہو تو ان کی جلد سے استفادہ کرنا جائز ہے لیکن مردار ہونے کی صورت میں جائز نہیں ہے۔''

2- عَنْ سَمَاعَةَ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ لُحُومِ السِّبَاعِ وَ جُلُودِهَا فَقَالَ أَمَّا لُحُومُ السِّبَاعِ وَ السِّبَاعُ مِنَ الطَّيْرِ وَ الدَّوَابِّ فَإِنَّا نَكْرَهُهُ وَ أَمَّا جُلُودُهَا فَارْكَبُوا عَلَيْهَا وَ لَا تَلْبَسُوا مِنْهَا شَيْئاً تُصَلُّونَ فِيه-[3]

ترجمہ: ''سماعہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے درندوں کی جلد اور گوشت کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حیوانات، درندے، چوپائے ہوں یا پرندے ان کے گوشت کو ہم پسند نہیں کرتے لیکن ان کی جلد پر بیٹھ سکتے ہو لیکن ان سے تیار شدہ ایسا لباس مت پہنو جس میں نماز پڑھنی ہو۔''

قانون21 : حرام گوشت حیوانات میں سے جن کا تذکیہ کرنا صحیح ہے ان کا تذکیہ فقط ذبح

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص۱۳۵، مسئلہ ۲۳۔
[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج24، ص185، باب 34، از ابواب الاطعمہ المحرمہ، حدیث 4، مسلسل 30302۔
[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج24، ص114، باب 3، از ابواب الاطعمہ المحرمہ، حدیث 4، مسلسل 30113۔

کرنے اور آلہ جمادیہ (تیر، نیزہ) کے ساتھ شکار کرنے سے صحیح ہو گا اور ذبح کی وہ تمام شرائط جو حلال حیوان کے لیے ضروری ہیں ان کا لحاظ کرنا بھی لازمی ہو گا۔ [1]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1- عَنْ سَمَاعَةَ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ جُلُودِ السِّبَاعِ أَيُنْتَفَعُ بِهَا فَقَالَ إِذَا رَمَيْتَ وَ سَمَّيْتَ فَانْتَفِعْ بِجِلْدِهِ وَ أَمَّا الْمَيْتَةُ فَلا - [2]

ترجمہ: ”سماعہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے درندوں کی جلد کے بارے میں سوال کیا کہ کیا ان کا استعمال جائز ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا جب تم درندے کو تیر مارو اور بسم اللہ بھی پڑھو تو ان کی جلد کو استعمال کر سکتے ہو لیکن اگر درندہ مردار ہو تو اس کی جلد کا استعمال جائز نہیں ہے۔“

2- عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ الْحَذَّاءِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنِ الرَّجُلِ يُسَرِّحُ كَلْبَهُ الْمُعَلَّمَ وَ يُسَمِّي إِذَا سَرَّحَهُ قَالَ يَأْكُلُ مِمَّا أَمْسَكَ عَلَيْهِ فَإِذَا أَدْرَكَهُ قَبْلَ قَتْلِهِ ذَكَّاهُ وَ إِنْ وَجَدَ مَعَهُ كَلْباً غَيْرَ مُعَلَّمٍ فَلَا يَأْكُلْ مِنْهُ الْحَدِيث - [3]

ترجمہ: ”ابی عبیدہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جو اپنے شکاری کتے کو شکار کے پیچھے روانہ کرتا ہے اور روانہ کرتے ہوئے بسم اللہ بھی پڑھتا ہے۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جو چیز کتا شکار کر کے اس کے لیے لائے وہ اسے کھا سکتا ہے اور اگر شکار کے مرنے سے پہلے اسے پالیتا ہے تو اس کا

---

[1] ۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص۱۳۵، مسئلہ ۲۵۔

[2] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج24، ص185، باب 34، از ابواب الاطعمہ المحرمہ، حدیث 4، مسلسل 30302۔

[3] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج23، ص332، باب 1، از ابواب الصید، حدیث 2، مسلسل 29668۔

تذکیہ کرے اور اگر اپنے شکاری کتے کے علاوہ کسی اور کتے کو اس کے اوپر کھڑا پائے تو پھر اس شکار کا کھانا جائز نہیں ہے۔"

حیوانات کی کھال سے بنی چیزوں سے متعلق قوانین

(Laws relating to articles made of animal skins)

قانون 22: مسلمان کے پاس موجودہ شئ پر تذکیہ اور طہارت کا حکم لگایا جائے گا البتہ جب اس کے مذکی نہ ہونے کا یقین نہ ہو اور مسلمان کا استعمال اس نوعیت کا ہو جس میں اس شئ کا مذکی ہونا مشروط اور لازمی ہو۔[1]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1۔ عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَخِيهِ مُوسَى ع فِي حَدِيثٍ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ اشْتَرَى ثَوْباً مِنَ السُّوقِ لِلُّبْسِ- لَا يَدْرِي لِمَنْ كَانَ هَلْ تَصْلُحُ الصَّلَاةُ فِيهِ قَالَ إِنِ اشْتَرَاهُ مِنْ مُسْلِمٍ فَلْيُصَلِّ فِيهِ وَإِنِ اشْتَرَاهُ مِنْ نَصْرَانِيٍّ فَلَا يُصَلِّ فِيهِ حَتَّى يَغْسِلَه -[2]

ترجمہ: "علی بن جعفر اپنے بھائی امام موسی کاظمؑ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے ایسے شخص کے بارے سوال کیا جو بازار سے ایک لباس خریدتا ہے لیکن اسے معلوم نہیں کہ کیا اس لباس میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اس نے کسی مسلمان سے لباس خریدا ہے تو اس میں نماز پڑھ سکتا ہے لیکن اگر کسی نصرانی سے خریدا ہے تو جب تک اس کو نہ دھوئے اس میں نماز نہیں پڑھ سکتا۔"

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص۱۳۵، مسئلہ نمبر۲۶۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج3، ص490، باب 50، از ابواب النجاسات، حدیث 1، مسلسل 4260۔

2- عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي نَصْرٍ عَنِ الرِّضَا ع قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْخَفَّافِ يَأْتِي السُّوقَ فَيَشْتَرِي الْخُفَّ لَا يَدْرِي أَ ذَكِيٌّ هُوَ أَمْ لَا مَا تَقُولُ فِي الصَّلَاةِ فِيهِ وَهُوَ لَا يَدْرِي أَ يُصَلِّي فِيهِ قَالَ نَعَمْ أَنَا أَشْتَرِي الْخُفَّ مِنَ السُّوقِ وَيُصْنَعُ لِي وَأُصَلِّي فِيهِ وَلَيْسَ عَلَيْكُمُ الْمَسْأَلَةُ ۔ [1]

ترجمہ: "احمد بن محمد ابی نصر بزنطی روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے اس جوراب فروش کے بارے سوال کیا جو بازار سے جاکر جوراب خریدتا ہے لیکن وہ نہیں جانتا ہے کہ وہ تذکیہ شدہ جنس سے بنایا گیا ہے یا نہیں، اس جوراب میں نماز پڑھنے کے بارے میں آپؑ کیا فرماتے ہیں حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بھی بازار سے جوراب خریدتا ہوں اور اس میں نماز پڑھتا ہوں اور تم پر اس کے تذکیہ ہونے کے بارے سوال کرنا واجب نہیں ہے ۔"

اہل سنت فقہاء کی رائے:

(The opinion of Ahlus Sunnah jurists)

اس مسئلہ میں اہل سنت فقہاء امامیہ کے موافق ہیں جیسا کہ صاحب کتاب اعلاء السنن لکھتے ہیں:

ان کان الاتی بمثل هذا الحم هو المسلم وحمل فعله علی الوجه الصحیح ۔ [2]

ترجمہ: "جب مشکوک گوشت لانے والا مسلمان ہو تو اس کا کھانا جائز ہے چونکہ مسلمان پر حسن ظن کرنا چاہیے اور اس کے کام کو صحیح ہونے پر حمل کرنا چاہیے ۔"

قانون 23: مسلمانوں کے بازار میں فروخت ہونے والی شئ پر جس کے غیر مذکی ہونے کا یقین نہ ہو پاک شمار ہو گی، چاہے فروخت کرنے والا مسلمان ہو یا مجہول الحال ہو اور اس چیز

---

[1] ۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج3، ص492، باب 50، از ابواب النجاسات، حدیث 6، مسلسل 4265۔

[2] ۔ اعلاء السنن ظفر احمد تھانوی، ج ۱۲، ص ۸۷۔

کی طہارت اور تذکیہ کے بارے میں سوال کرنا بھی ضروری نہیں ہو گا۔ [1]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1- عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَمَّارٍ عَنِ الْعَبْدِ الصَّالِحِ ع أَنَّهُ قَالَ لَا بَأْسَ بِالصَّلَاةِ فِي الْفِرَاءِ الْيَمَانِيِّ وَ فِيمَا صُنِعَ فِي أَرْضِ الْإِسْلَامِ- قُلْتُ فَإِنْ كَانَ فِيهَا غَيْرُ أَهْلِ الْإِسْلَامِ- قَالَ إِذَا كَانَ الْغَالِبُ عَلَيْهَا الْمُسْلِمِينَ فَلَا بَأْس - [2]

ترجمہ: ''اسحاق بن عمار نقل کرتے ہیں کہ امام موسی کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ یمانی کھال میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور ہر اس شئ میں جو مسلم ممالک میں تیار کی جاتی ہو۔ روای کہتا ہے کہ میں نے عرض کی کہ اگر اس مسلم ملک میں غیر مسلم بھی رہتے ہوں تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر وہاں پر مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو تو پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔''

2- عَنْ فُضَيْلٍ وَ زُرَارَةَ وَ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ أَنَّهُمْ سَأَلُوا أَبَا جَعْفَرٍ ع عَنْ شِرَاءِ اللُّحُومِ مِنَ الْأَسْوَاقِ وَ لَا يُدْرَى مَا صَنَعَ الْقَصَّابُونَ فَقَالَ كُلْ إِذَا كَانَ ذَلِكَ فِي سُوقِ الْمُسْلِمِينَ وَ لَا تَسْأَلْ عَنْه - [3]

ترجمہ: ''فضیل، زرارہ اور محمد بن مسلم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے بازار سے گوشت خریدنے کے بارے میں سوال کیا کہ جب خریدنے والے کو معلوم نہ ہو کہ قصاب نے اس کا تذکیہ کیا تھا یا نہیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر مسلمانوں کے بازار سے خریدا ہو

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ، ج۲، ص۱۳۶، مسئلہ ۲۶، جواہر الکلام شیخ محمد حسن نجفی، ج۳۶، ص۱۳۸۔
[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج3، ص491، باب 50، از ابواب النجاسات، حدیث 5، مسلسل 4264۔
[3]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج24، ص70، باب 29، از ابواب الذبائح، حدیث 1، مسلسل 30023۔

تو اس کا کھانا جائز ہے اور اس پر سوال کرنا ضروری نہیں۔"

قانون 24: مسلم ممالک میں کافر سے، یا غیر مسلم ممالک میں مجہول الحال سے خریدی گئی چیز پاک اور مذکی شمار نہیں ہو گی لیکن اگر معلوم ہو کہ وہ چیز پہلے مسلمان کے پاس تھی تو وہ چیز پاک شمار ہو گی۔[1]

مستندات(Authenticity):

آئمہ اہل بیتؑ کا بیان:
(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

1-''عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَمَّارٍ عَنِ الْعَبْدِ الصَّالِحِ ع أَنَّهُ قَالَ لَا بَأْسَ بِالصَّلَاةِ فِي الْفِرَاءِ الْيَمَانِيِّ وَ فِيمَا صُنِعَ فِي أَرْضِ الْإِسْلَامِ- قُلْتُ فَإِنْ كَانَ فِيهَا غَيْرُ أَهْلِ الْإِسْلَامِ- قَالَ إِذَا كَانَ الْغَالِبُ عَلَيْهَا الْمُسْلِمِينَ فَلَا بَأْس''-[2]

ترجمہ: "اسحاق بن عمار نقل کرتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ یمانی کھال میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور ہر اس شیٔ میں جو مسلم ممالک میں تیار کی جاتی ہو۔ روای کہتا ہے کہ میں نے عرض کی کہ اگر اس مسلم ملک میں غیر مسلم بھی رہتے ہوں تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر وہاں پر مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو تو پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔"

2- عَنِ السَّكُونِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ع سُئِلَ عَنْ سُفْرَةٍ وُجِدَتْ فِي الطَّرِيقِ مَطْرُوحَةً كَثِيرٍ لَحْمُهَا وَ خُبْزُهَا وَ جُبُنُّهَا وَ بَيْضُهَا وَ فِيهَا سِكِّينٌ فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع يُقَوَّمُ مَا فِيهَا ثُمَّ يُؤْكَلُ لِأَنَّهُ يَفْسُدُ وَ لَيْسَ لَهُ بَقَاءٌ فَإِذَا جَاءَ طَالِبُهَا غَرِمُوا لَهُ الثَّمَنَ قِيلَ لَهُ يَا

---

[1]۔ تحریر الوسیلہ امام خمینی، ج۲، ص۱۳۶، مسئلہ ۲۶۔

[2]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج3، ص491، باب 50، از ابواب النجاسات، حدیث 5، مسلسل 4264۔

أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ع لَا يُدْرَى سُفْرَةُ مُسْلِمٍ أَمْ سُفْرَةُ مَجُوسِيٍّ- فَقَالَ هُمْ فِي سَعَةٍ حَتَّى يَعْلَمُوا -[1]

ترجمہ : ”سکونی امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے ایک ایسے دسترخواں کے بارے سوال کیا گیا جو ایک راستے میں بچھایا گیا تھا، اس دسترخواں پر کثیر مقدار میں گوشت، روٹی، پنیر، انڈے اور چھری رکھی گئی تھی؟ علی علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلے اس دسترخواں کی قیمت کے حوالے سے تخمینہ لگایا جائے اور پھر اسے کھایا جائے کیونکہ یہ چیزیں خراب ہونے والی ہیں اور زیادہ دیر تک باقی نہیں رہ سکتی، پس اگر اس کا مالک آئے تو اسے اس دسترخواں کی قیمت ادا کردی جائے۔ ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنین علیہ السلام معلوم نہیں کہ وہ دسترخواں کسی مسلمان کا ہے یا کسی مجوسی کا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک معلوم نہ ہو کہ غیر مسلم کا ہے اس کا استعمال کرنا جائز ہے۔“

[1]۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج3، ص493، باب 50، از ابواب النجاسات ، حدیث 11، مسلسل 4270۔

کتابنامہ (Book)

۱۔ جواہر الکلام، شیخ محمد حسن نجفی، دار الکتب الاسلامیہ تہران۔

۲۔ شرائع الاسلام، محقق، حلی، ۱۴۰۸ھجری، مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان قم۔

۳۔ تحریر الوسیلہ، امام خمینی، مؤسسہ نشر اسلامی، جامعہ مدرسین قم۔

۴۔ تفصیل وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ (محمد بن حسن بن علی حرّ عاملی): طبع ۱۴۰۹ھ، قم، ایران، ناشر مؤسسہ آل البیت علیہم السلام۔

۵۔ فقہ السنہ، سید سابق، طبع ہشتم، ۱۴۰۷، ھجری دار الکتاب العربی بیروت۔

۶۔ سنن البیھقی، البیہقی؛ احمد بن الحسین بن علی، ابو بکر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔

۷۔ مہذب الاحکام فی بیان الحلال والحرام (سید عبد الاعلی سبزواری)، قم، ایران۔

۸۔ مستند فی احکام الشرعیہ علامہ احمد نراقی، طبع اول ۱۴۱۸ھجری مؤسسہ آل البیت علیہم السلام۔

۹۔ المغنی والشرح الکبیر، ابن قدامہ، مؤفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن احمد بن محمد ابن قُدامۃ المقدسی الحنبلی، دار الفکر بیروت۔

۱۰۔ مبانی منہاج الصالحین، سید تقی طباطبائی، ج ۱۰، ص ۶۱۰، ۱۴۱۱ھجری، دار السرور بیروت۔

۱۱۔ الفقہ علی المذہب الاربعۃ عبد الرحمٰن جزیری ۱۴۰۶ھجری دار احیاء التراث العربی بیروت۔

۱۲۔ دلیل تحریر الوسیلہ امام خمینی علی اکبر سیفی بحث فی الصید ولزباحۃ، ص ۶۷، طبع اول ۱۴۱۵ھجری مؤسسہ نشر اسلامی قم۔

۱۳۔ اللباب فی شرح الکتاب، شیخ عبد الغنی ودمشقی حنفی، دار الکتاب العربی بیروت۔

۱۴۔ فرہنگ بزرگ جامع نوین (ترجمہ المنجد) احمد سیاح، مادہ ودج۔

۱۵۔ حلیۃ العماء فی معرفۃ مذاب الفقہاء محمد بن احمد شایشی،، طبع اول ۱۹۸۸م، مکتبۃ الرسالہ الحدیثیہ، عمان۔

۱۶۔ اعلاء السنن ظفر احمد تھانوی، طبع اول ۱۴۱۸ھجری دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۱۷۔ المحلی بالاثار ابن حزم اندلسی، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۸ھجری۔

کتابنامہ (Book)

1. قرآن مجید (کتاب اللہ)۔

2. نہج البلاغہ (امام علی علیہ السلام): طبع اول ۱۴۱۴ھ، موسسہ نہج البلاغہ قم۔

3. الاستبصار فیما اختلف من الأخبار (ابو جعفر محمد بن حسن طوسی): طبع اول ۱۳۹۰ھ، تہران، ایران، ناشر دار الکتب الاسلامیہ۔

4. بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (علاء الدین ابی بکر الکاسانی الحنفی): طبع ۱۴۱۷ھ، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان۔

5. تحریر الوسیلہ (امام خمینی): ج ۲، مکتبہ العلمیہ الاسلامیہ، تہران۔

6. تذکرۃ الفقہا (علامہ حلی، حسن بن یوسف بن مطہر): طبع اول، مؤسسہ آل البیت علیہم السلام، قم، ایران۔

7. تفصیل الشریعہ فی شرح تحریر الوسیلہ (شیخ فاضل لنکرانی): ط اول، ۱۴۲۰ھ، مرکز فقہی ائمہ اطہار قم ایران۔

8. تفصیل وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ (محمد بن حسن بن علی حرّ عاملی): طبع ۱۴۰۹ھ، قم، ایران، ناشر مؤسسہ آل البیت علیہم السلام۔

9. تہذیب الاحکام (ابو جعفر محمد بن حسن طوسی): طبع چہارم ۱۴۰۷ھ، تہران، ایران، ناشر دار الکتب الاسلامیہ۔

10. جواہر الکلام فی شرائع الاسلام (شیخ محمد حسن نجفی): ط چہارم، ۱۳۸۵ھ، ناشر دار الکتب الاسلامیہ تہران۔

11. روضۃ المتقین فی شرح من لایحضرہ الفقیہ (محمد تقی بن مقصود، معروف بہ مجلسی اول): ج ۶ ص ۲۶۸، طبع دوم، ۱۴۰۶ھ، موسسہ فرہنگی اسلامی کوشانبور۔

12. غوالی اللئالی العزیزیہ (ابن ابی جمہور الاحسائی): طبع اول ۱۴۰۵ھ، ناشر دار سید الشہداء للنشر، قم ایران۔

13. فقہ الامام الصادق (محمد جواد مغنیہ): ط دوم، ۱۴۳۱ھ، موسسہ انصاریان، قم، ایران۔

14. القواعد الفقہیہ (بجنوردی): طبع اول ۱۴۱۹ھ، نشر الہادی، قم ایران۔

15. القواعد الفقہیہ (ناصر مکارم شیرازی): طبع سوم ۱۴۱۱ھ، ناشر مدرسہ امام امیر المومنین، قم ایران۔

16. کافی (محمد بن یعقوب کلینی): طبع چہارم، ۱۴۰۷ھ، تہران، ایران، ناشر دار الکتب الاسلامیہ۔

17. کتاب الشہادات (محمد رضا گلپایگانی): طبع اول، سنہ ۱۴۰۵ھ، قم، ایران۔

18. لسان العرب (ابن منظور): طبع سوم، ۱۴۱۴ھ، ناشر دار صادر، بیروت، لبنان۔

19. مأة قاعدہ فقہیہ (محمد کاظم مصطفوی): طبع ہشتم، ۱۴۳۱ھ، موسسہ النشر الاسلامی۔

20. مبانی تحریر الوسیلہ (محمد مومن قمی): قطع وزیری، ۲ جلدی، کتابخانہ سافٹ نور، جامع فقہ اہل بیت علیہم السلام۔

21. المجموع (محی الدین نووی شافعی)۔

22. مسالک الافہام الی تنقیح شرائع الاسلام (شہید ثانی، زین الدین بن علی عاملی): طبع اول، ۱۴۱۳ھ، مؤسسہ المعارف الاسلامیہ، قم ایران۔

23. مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل (میرزا حسین نوری): طبع اول، ۱۴۰۸ھ، بیروت لبنان، ناشر مؤسسہ آل البیت۔

24. مستند الشیعہ فی احکام الشریعہ (احمد بن محمد مھدی نراقی): طبع اول ۱۴۱۵ھ، ناشر مؤسسہ آل البیت علیہم السلام قم، ایران۔

25. مستند تحریر الوسیلہ (احمد مطہری): مطبوعہ الخیام، سنہ ۱۴۰۰ہجری۔

26. المغنی والشرح الکبیر (ابن قدامہ): طبع ۲۰۱۱ء، دار الفکر بیروت لبنان۔

27. مفتاح الکرامہ فی شرح قواعد العلامہ (سید محمد جواد حسینی العاملی): طبع اول ۱۴۳۲ھ، موسسہ النشر الاسلامی۔

28. من لایحضرہ الفقیہ (محمد بن علی بن بابویہ، معروف بہ شیخ صدوق): طبع دوم، ۱۴۱۳ھ، قم ایران، ناشر دفتر انتشارات اسلامی۔

29. منیۃ الطالب فی حاشیۃ المکاسب (میرزا محمد حسین نائینی): ج ۱ ص ۱۸۷، طبع اول ۱۳۷۳، المکتبہ المحمدیہ، تہران۔

30. الموسوعات الفقہیہ (علی اصغر مروارید): طبع اول ۱۴۲۱ھ، دار التراث، بیروت لبنان۔

31. مہذب الاحکام فی بیان الحلال والحرام (سید عبد الاعلی سبزواری): طبع چہارم، ۱۴۱۳ھ، قم، ایران۔

32. الہدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی (برہان الدین مرغینانی حنفی): طبع اول، ۱۴۱۰ھ، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

☆☆☆☆☆